تحریکِ آزادیٔ ہند
اور
السّوادالاعظم

پروفیسر محمد مسعود احمد

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور — کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

55059

نام کتاب — تحریک آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم

مصنف — پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ناشر — ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

تاریخ اشاعت — اپریل 2002ء

تعداد — 500

کمپیوٹر کوڈ — 1Z170

قیمت — [redacted]/- روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

فیکس:۔ 042-7238010

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔ 021-2210212-2212011-2630411

e-mail:- zquran@brain.net.pk

Website:- www.ziaulquran.com

Marfat.com

اِنتساب

خونِ شہیداں کے نام

جو

پاکستان سے دُور پاکستان

کے لئے بہتا رہا ہے

سرِ خاکِ شہیدے برگ ہائے لالہ می پاشم
کہ خونش با نہالِ ملّت ما سازگار آمد

احقر ۔ محمد مسعود احمد عفی عنہ

Marfat.com

اظہارِ تشکر

محترمی مولانا محمد اطہر نعیمی زید عنایتہم (ابن تاج العلماء مولانا مفتی محمد عمر نعیمی مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ) کا بصمیم قلب ممنون ہوں کہ موصوف نے ماہنامہ "السواد اعظم" کے ۱۹۱۹ء اور ۱۹۳۴ء کے درمیانی سالوں کے تقریباً "ایک سو" نادر و نایاب شمارے عنایت فرمائے۔ اس طرح تاریخی حقائق کے رخ سے پردہ اٹھا اور "تحریک آزادی ہند" کا ایک قیمتی باب محفوظ ہو گیا ——— مکرمی جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری زید لطفہم کا بھی شکر گزار ہوں کہ ممدوح نے بعض نایاب کتب و رسائل مرحمت فرمائے جو "پس منظر" کی تدوین میں ممد و معاون ثابت ہوئے ——— مولانا غلام محی الدین فریدی، مولانا محمد منشا تابش قصوری، پروفیسر سراج الدین قریشی، پروفیسر عبدالباری صدیقی، پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش، پروفیسر معراج الدین قریشی، پروفیسر محمد امیر خاں صاحب زید مجدہم کا ممنون ہوں کہ ان حضرات نے مقالہ کی ترتیب و تدوین میں مدد فرمائی۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

Marfat.com

السواد الاعظم

از

مولانا محمد آصف رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء

سیر جنت کی ہے دیدار سواد اعظم — خوب پھولا پھلا گل زار سواد اعظم

تل کی جا آنکھ میں ہے بھاتے سویدا دل میں — نور مضمون گہر بار سواد اعظم

نرگس خلد ہے گویا کہ ہیں آنکھیں شاہد — مدتوں سے ہوں میں بیمار سواد اعظم

صرف دنیا ہی میں طالب نہیں آصف یارب!

خلد میں بھی رہے دیدار سواد اعظم

(ماخوذ از ماہنامہ "السواد الاعظم" (مراد آباد) شمارہ شوال المکرم ۱۳۳۹ھ، ص ۱)

Marfat.com

اظہارِ تشکر

محترمی مولانا محمد اظہر نعیمی زید عنایتہم (ابن تاج العلماء مولانا مفتی محمد عمر نعیمی مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ) کا بصمیم قلب ممنون ہوں کہ موصوف نے ماہنامہ "السواد اعظم" کے ۱۹۱۹ء اور ۱۹۳۴ء کے درمیانی سالوں کے تقریباً ایک سو نادر و نایاب شمارے عنایت فرمائے۔ اس طرح تاریخی حقائق کے رخ سے پردہ اٹھا اور "تحریک آزادی ہند" کا ایک قیمتی باب محفوظ ہوگیا ——
مکرمی جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری زید لطفہم کا بھی شکر گزار ہوں کہ ممدوح نے بعض نایاب کتب و رسائل مرحمت فرمائے جو "پس منظر" کی تدوین میں ممد و معاون ثابت ہوئے ——
مولانا غلام محی الدین فریدی، مولانا محمد منشا تابش قصوری، پروفیسر سراج الدین قریشی، پروفیسر عبدالباری صدیقی، پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش، پروفیسر معراج الدین قریشی، پروفیسر محمد امیر خاں صاحب زید مجدہم کا ممنون ہوں کہ ان حضرات نے مقالہ کی ترتیب و تدوین میں مدد فرمائی۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

Marfat.com

السواد الاعظم

از

مولانا محمد آصف رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء

سیر جنت کی ہے دیدار سواد اعظم — خوب پھولا پھلا گلزار سواد اعظم
تل کی جا آنکھ میں ہے بجائے سویدا دل میں — نور مضمون گہر بار سواد اعظم
نرگس خلد ہے گویا کہ ہیں آنکھیں شاہد — مدتوں سے ہوں میں بیمار سواد اعظم

صرف دنیا ہی میں طالب نہیں آصف یا رب!
خلد میں بھی رہے دیدار سواد اعظم

(ماخوذ از ماہنامہ "السواد الاعظم" (مراد آباد) شمارہ شوال المکرم ۱۳۳۹ھ، ص ۱)

Marfat.com

السوادالاعظم

از

حضرت راغبؔ مرادآبادی

سنہ ۱۳۵۰ھ

فضائے عالم میں جب سے جلوہ دکھا رہا ہے سوادِ اعظم
نئی اداؤں سے ہر نظر کو لبھا رہا ہے سوادِ اعظم

دکھا کے اپنے کمال اس نے کیا ہے ایسا عروج حاصل
کہ اہلِ عالم کے دل میں مسکن بنا رہا ہے سوادِ اعظم

یہاں سے تا روم و شام و یورپ چہار جانب ہے گونج اسکی
جہاں میں نقارۂ صداقت بجا رہا ہے سوادِ اعظم

یہی وہ پرچہ ہے جس کو کہنا بجا ہے آئینۂ صداقت
رخِ مضامینِ تازہ کیا کیا دکھا رہا ہے سوادِ اعظم

جو قلب ہے وہ ہے اسکا خواہاں، جو آنکھ ہے وہ ہے اس کی جویاں
نگاہوں میں گھر، دلوں میں مسکن بنا رہا ہے سوادِ اعظم

یہ بحر وہ ہے کہ جس کی تہ میں عجیب عجب ہیں دُرِ مضامیں
جواہرِ واقعاتِ عالم لٹا رہا ہے سوادِ اعظم

ادائے مضمون صادقہ سے لبھا لیا ہے دلوں کو راغبؔ
ہر ایک اہلِ نظر کو مفتوں بنا رہا ہے سوادِ اعظم

(ماخوذ از ماہنامہ "السوادالاعظم" مرادآباد، شمارہ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۰ھ، ص ۱)

Marfat.com

آئینہ

Marfat.com

حرفِ آغاز	۱۴	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
تقدیم	۳۰	سیّد انور علی ایڈووکیٹ
تعارف السوادالاعظم	۳۹	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
حیات صدر الافاضل	۴۷	〃 〃 〃 〃
حیات تاج العلماء	۶۰	〃 〃 〃 〃

پس منظر

۹۸ — ۱۵۴

(و) مقاصد

۶۹ — ۹۳

ایک ملک[۱] —— ایک قوم[۲] —— ایک زبان[۳] —— ایک تہذیب[۴] ——
ایک مذہب[۵] —— ایک آئین[۶] ——

(ب) اسباب و عوامل

۹۴ — ۱۰۰

پین اسلامزم —— جنگ طرابلس —— منسوخی تقسیم بنگال ——
واقعہ مسجد کانپور —— فسادات کتارپور —— حادثۂ جلیانوالہ باغ ——
رپورٹ رولٹ کمیٹی —— زوالِ خلافتِ عثمانیہ ——

Marfat.com

(ج) قیادت ۱۰۱ — ۱۱۱

اقسام رہبر اور مسٹر گاندھی —— مولوی عبدالباری فرنگی محلی اور مسٹر گاندھی ——
فاضل بریلوی اور علامہ معین الدین اجمیری —— مولانا آزاد اور مسٹر گاندھی ——
مولانا شوکت علی اور مسٹر گاندھی —— مولوی اسحاق علی اور مسٹر گاندھی ——
مولوی عبدالماجد بدایونی اور مسٹر گاندھی —— خلافت کمیٹی اور مسٹر گاندھی ——
اراکین انجمن اسلامیہ اور مسٹر گاندھی —— پنڈت سیتا رام اور علی برادران ——

(د) ذرائع

۱۱۲ - ۱۲۸

تحریک خلافت —— مسٹر گاندھی اور انگریز —— تحریک ترک موالات ——
مسلمانوں کی نئی تعبیر —— تحریک ترک گاؤ کشی —— تحریک شدھی اور سنگھٹن ——

(ھ) فوائد

۱۲۹ — ۱۳۴

گاندھی اور منبر رسول —— مساجد میں ہندو مسلم اجتماعات —— مساجد میں ہنود کے لئے تعزیتی جلسے اور دعائے مغفرت —— مسلمانوں کا دسہرے میں ناقوس بجانا —— رام لچھمن پر پھول چڑھانا —— گائے کی قربانی بند کرنا —— پیشانی پر قشقہ لگانا —— رامائن اور بائیبل کے ساتھ قرآن مجید کا جلوس نکالنا —— فاضل بریلوی کے انکشافات —— پروفیسر سید سلیمان اشرف کے انکشافات —— مولوی محمد میاں کے انکشافات ——

(و) نتائج

۱۳۵ — ۱۶۲

سیاسی نتائج —— حضرت مجدد اور لادینی تحریک —— فاضل بریلوی اور لادینی تحریک —— مولوی سید احمد بریلوی —— مولوی محمود حسن دیوبندی اور ہندو مسلم اتحاد ——

Marfat.com

ہندو مسلم اتحاد اور تصور وحدۃ الوجود ــــ قائد اعظم اور علماء حق ــــ علامہ اقبال اور علماء حق ــــ مولوی محمد علی جوہر اور قائد اعظم محمد علی جناح ــــ ایک قومی نظریہ اور دو قومی نظریہ۔ تقسیم ہند اور اس کے اسباب ــــ تقسیم ہند اور محمد عبد القدیر ــــ مصور پاکستان علامہ اقبال یا محمد عبد القدیر ــــ فاضل بریلوی اور صدر الافاضل ــــ

نعرۂ حق ۱۶۳ صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی

دعوت عمل ۱۶۸ ،، ،، ،،

تحریک آزادئ ہند اور السواد الاعظم ۱۷۱ء ۲۷۹

حسیات

۱۷۵ ـ ۱۸۷

اسلامیان عالم کا جائزہ ــــ ملت اسلامیہ اور دشمنانِ اسلام ــــ ہندوستان اور اسلام ــــ مسلمانوں کی زبوں حالی ــــ اہل سنت کی بے حسی اور مظلومیت ــــ قومی خصوصیات کا تحفظ ــــ قائدین ملت اور دین سے واقفیت ــــ جاہ پرست امیدوار ــــ نظام شریعت ــــ

سیاسیات

۱۸۸ ـ ۲۷۹

۱ ا تدبیر فلاح و نجات و اصلاح

۱۸۹ ــ ۱۹۷

فاضل بریلوی کی تاریخی تجاویز ــــ انگریزی[۱] عدالتوں کی بجائے مسلمان اپنے معاملات شرعی عدالتوں میں طے کریں ــــ مسلمان[۲]، مسلمان سے خریدے ــــ تو انگر مسلمان[۳] اپنے

Marfat.com

مسلمان بھائیوں کے لئے بینک کھولیں ـــــ علم دین کی ترویج واشاعت کریں ـــــ تاج العلماء کی دردمندانہ اپیل اور تاریخی تجاویز ـــــ مسلمان ذرائع معاش پیدا کریں ـــــ روزگار کے لئے کارآمد تدبیریں سوچیں ـــــ خرچ آمدنی سے گھٹائیں ـــــ فضول مصارف ترک کریں ـــــ قرض ادا کریں ـــــ

مسٹر گاندھی کے نام تاج العلماء کی دعوت اسلام ـــــ

صدر صلاح الدین احمد (بوساکا) کا قبول اسلام ـــــ

(ب) تحریک خلافت

۱۹۸ - ۲۱۷

حفاظت اماکن مقدسہ ـــــ محفل میلاد اور مصطفےٰ کمال ـــــ جذبہ جہاد ـــــ علماء اہل سنت پر الزام ـــــ فاضل بریلوی پر بہتان ـــــ مولانا حامد رضا خاں کے خلاف شورش ـــــ مولانا دیدار علی کے خلاف ہنگامہ ـــــ تحریک خلافت سے اختلاف کی وجہ ـــــ انصار اسلام کے جلسے ـــــ ترکی کے اسباب انحطاط اور اس کا علاج ـــــ

(ج) تحریک ترک موالات اور ہندو مسلم اتحاد

۲۲۰ - ۲۴۲

ترک موالات ـــــ ہندو مسلم اتحاد ـــــ ترک شعائر اسلام ـــــ ترک گاؤکشی ـــــ مولوی عبدالباری اور ترک گاؤکشی ـــــ مولوی عبدالباری کا اعتراف تقلید مسٹر گاندھی ـــــ مولوی عبدالباری کی توبہ ـــــ خواجہ حسن نظامی ـــــ مولوی احمد سعید اور کرشن ـــــ مفتی محمد کفایت اللہ اور غازی عبدالرشید ـــــ غازی علم الدین اور راجپال ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی موزنیاں ـــــ عبرت انگیز واقعات ـــــ ہندو دوستی کا انجام ـــــ دل مسلم

Marfat.com

(د) الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ

۲۴۳ - ۲۵۸

تاسیس الجمعیۃ العالیۃ المرکزیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس) —— اجلاس مراد آباد ——
اجلاس بہار —— اجلاس بنگال —— اجلاس بھاگلپور —— اجلاس بنارس ۱۹۳۰ء
—— اجلاس پھپھوند —— اجلاس بنارس ۱۹۴۶ء ——

(ھ) تحریک سوراج اور کانگرس

۲۵۹ - ۲۷۳

سوراج —— کانگرس اور جمعیۃ العلماء ہند —— فلسفہ گاندھی —— ہنود کا سیاسی
طرز عمل —— ہنود کی دانش مندی —— گول میز کانفرنس ——

(و) تقسیم ہند اور پاکستان

۲۷۴ - ۲۷۹

محمد عبد القدیر بدایونی —— ڈاکٹر محمد اقبال —— صدر الافاضل —— چوہدری رحمت علی ——
—— قائد اعظم محمد علی جناح —— قرار داد پاکستان —— آل انڈیا سنی کانفرنس ——

مآخذ و مراجع ۲۸۰ - ۲۹۲

Marfat.com

عکسِ نوادرات

۱۔ عکس صفحہ اول رسالہ "قطبیہ" (محررہ ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء) ۵۸
ازحضرت صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ عکس تحریر حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۱۱ء) ۵۹

۳۔ عکس سند خلافت واجازت حضرت مولانا مفتی محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۲۸ء) ۶۳

۴۔ عکس تحریر حضرت مولانا شاہ محمد علی حسین الاشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ ۶۴

۵۔ عکس سند فضیلت حضرت مولانا مفتی محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۱۱ء) ۶۵

۶۔ رسالہ "تفرقہ اقوام" (۱۹۲۷ء) مصنفہ حضرت مولانا مفتی محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ۶۶
—— عکس سرورق وصفحہ اول

۷۔ رسالہ "ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام" (۱۹۲۰ء) ۱۵۴-۱۵۸
مصنفہ محمد عبدالقدیر —— عکس سرورق وصفحات ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷

۸۔ عکس سرورق ماہنامہ "السواد الاعظم" (مرادآباد) ۱۶۲

۹۔ خطبہ صدارت جمہوریۃ اسلامیہ، مطبوعہ مرادآباد ۱۹۴۶ء ۲۵۴-۲۵۷
—— عکس سرورق وصفحات ۲۲، ۲۳، ۲۹

Marfat.com

Marfat.com

حرفِ آغاز

از

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

چند ہستیاں ایسی بھی ہیں جو شمع کی طرح جلتی ہیں اور چاندنی کی طرح پھیلتی ہیں ؎

شمع کی طرح جئیں بزم گہِ عالم میں
خود جلیں دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

وہ چمکتی ہیں اور ایک عالم کو چمکا جاتی ہیں —— بجھتی نہیں، بلکہ ایک نئی آب و تاب کے ساتھ پھر طلوع ہوتی ہیں ؎

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

موت اسی کو مارتی ہے جو موت سے ڈرتا ہے، جو اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کا حوصلہ رکھتا ہے اس کے لیے زندگی ہی زندگی ہے ؎

ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

تو ان نہ مرنے والوں میں —— ان زندہ رہنے والوں میں —— ان چمک کر، چمکانے والوں میں ایک وہ بھی ہے جس کا نام نامی محمد نعیم الدین تھا اور جو مراد آباد کا رہنے والا تھا مگر سارا عالم اس کا عالم تھا —— اس نے مہ و پرویں پر کمند ڈالی —— زمانے نے اس کے قدم چومے ؎

مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر
ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر

برصغیر کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اس نے اسلام کی شمع روشن کی پھر وہ خود شمع بن

Marfat.com

کر چلنے لگا ـــــ اس کے دل کی دھڑکنوں میں ملت کا نصیبہ انگڑائیاں لے رہا تھا ـــــ وہ سوتوں کو جگا رہا تھا ـــــ وہ جاگتوں کو گرما رہا تھا ـــــ وہ دلوں کو برما رہا تھا ـــــ اور پھر جو دیکھا گھٹائیں چھٹ رہی تھیں، اجالا ہو رہا تھا ـــــ قافلہ منزل پر پہنچ چکا تھا ـــــ کانٹے چن رہا تھا، پھول بو رہا تھا ـــــ مگر وہ قافلہ کو منزل پر چھوڑ کر اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو رہا تھا ؎

دل تو جاتا ہے اس کے کوچہ میں
جا مری جاں، جا، خدا حافظ!

آسمان تاریخ کے نامعلوم کتنے ستارے ابھی ایسے ہیں جہاں ہماری نگاہیں نہ پہنچ سکیں ـــــ وہ ہماری نگاہوں کے منتظر ہیں اور ہم ان کی روشنی کے متمنی ـــــ ذوق و شوق ہو تو منزل کا سامان ہو ہی جاتا ہے ـــــ چلتے چلتے صراط مستقیم مل ہی جاتا ہے ـــــ خود بخود محرکات و اسباب فراہم ہوتے جاتے ہیں ـــــ آیئے یہ داستان بھی سنیئے کہ ہم آسمان تاریخ کے ان ستاروں تک کس طرح پہنچے۔

چار پانچ برس ہوتے ہیں فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کی علمیت و عظمت اور سیاست و حکمت سے متعلق دو تحقیقی مقالات قلم بند کیے یعنی فاضل بریلوی اور ترک موالات (مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۹۷۱ء) اور فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں (مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۹۷۳ء) ـــــ پاکستان اور بیرونی ممالک میں ان مقالات کی پذیرائی ہوئی اور کئی کئی ایڈیشن منظر عام پر آئے ـــــ بعض حضرات نے ان مقالات کی روشنی میں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی مبسوط سوانح کی ضرورت پر زور دیا اور ؏

قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

چنانچہ اس مقصد کے لئے مواد کی فراہمی کا آغاز کیا اور ۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۷ء تک تقریباً ۵۰۰ کتابیں، اخبارات و رسائل اور فتوے جمع کیے۔ اس میں ماہنامہ "السواد الاعظم" کے ایک سو شمارے بھی شامل ہیں جو حضرت مولانا محمد اطہر نعیمی زید عنایتہٗ کی عنایت سے ملے ـــــ ستمبر ۱۹۷۶ء اور

Marfat.com

میں ان شماروں کا مطالعہ شروع کیا اور جلد ہی یہ محسوس کیا کہ اس سے قبل کہ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی مبسوط سوانح پیش کی جائے کیوں نہ پہلے ان کے خلیفہ اجل صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی اور ان کے تلمیذ رشید تاج العلماء حضرت مفتی محمد عمر نعیمی علیہما الرحمہ کے وہ تاریخ ساز افکار و خیالات پیش کر دیئے جائیں جو ماہنامہ "السواد الاعظم" کے شماروں میں بکھرے پڑے ہیں اور جن کی طرف پاک و ہند کے مورخین نے اب تک توجہ نہ کی —— مورخ کا قلم بڑا راز دار ہے، ہزاروں راز اس قلم میں پیوست ہو کر رہ گئے —— محبوب کو مردود بنانا اور مردود کو محبوب بنانا اس کا ادنیٰ کرشمہ ہے —— اندھیروں میں اجالے اور اجالوں میں اندھیرے دکھانا اس کا محبوب مشغلہ ہے —— بہرکیف تحقیق کا رخ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی سوانح کی تدوین سے یک لخت اس طرف پھر گیا اور اس حقیقت کا شدید احساس ہوا کہ نہ صرف فاضل بریلوی علیہ الرحمہ بلکہ اگر ان کے بعض خلفاء و تلامذہ بلکہ خلفاء کے خلفاء و تلامذہ پر بھی لکھا جائے تو ضخیم مجلدات مرتب ہو جائیں —— اس راہ میں قدم قدم پر دل کھنچتا ہے اور نظر جمتی ہے ؎

چپہ چپہ میں ہیں یاں گوہر یکتا تہِ خاک
دفن ہوگا نہ کہیں ایسا خزانہ ہرگز!

ماہنامہ "السواد الاعظم" کے مطالعہ کے علاوہ ایک فوری محرک یہ بھی ہوا کہ اسی زمانے میں لندن سے راقم کے ایک دیرینہ کرم فرما تشریف لائے ایک قومی اور دو قومی نظریات کے بارے میں ان سے تبادلۂ خیال ہوا، راقم نے دو قومی نظریہ کی اہمیت و افادیت پر زور دیتے ہوئے اس کو برصغیر میں ملت اسلامیہ کی فلاح و بہبود کے لئے ضروری قرار دیا، موصوف کو غالباً اختلاف تھا اس لئے انہوں نے قدرے بے دلی سے یہ فرمایا "ممکن ہے آپ کا خیال صحیح ہو" —— جب "السواد الاعظم" کا مطالعہ کیا تو راقم کو اپنا خیال ہی صحیح معلوم ہوا، اس لئے ضروری سمجھا کہ تاریخی حقائق و شواہد کے ساتھ اس کو پیش کر دیا جائے تاکہ اگر کسی دل میں کوئی خلش ہو تو نکل جائے ——

راقم مذہب کی گود میں پلا اور ادب کی آغوش میں بڑھا. مگر بچپن میں تحریک

Marfat.com

پاکستان کو پھلتے پھولتے اپنی آنکھوں سے دیکھا —— جس شاہی مسجد (فتحپوری دہلی) کی فضاؤں میں زندگی کے ابتدائی شب و روز گزارے، اس کے شاہی امام اور جد امجد کے عم محترم حضرت علامہ حافظ قاری محمد مصطفےٰ علیہ الرحمہ نے ۱۸۵۷ء میں فتویٰ جہاد پر دستخط فرمائے۔

جب تحریک پاکستان چلی، بچپن کا زمانہ تھا اور جب شباب پر آئی تو قدرے پختگی کا زمانہ تھا —— دہلی غیر منقسم ہندوستان کا دارالسلطنت تھا، تمام سیاسی جماعتوں کے قائدین وہاں آتے تھے اور اپنی اپنی سناتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۴۷ء سے پہلے بہت سے قائدین کو دیکھنے اور ان کی تقریریں سننے کا موقع ملا۔ ان میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں۔

قائداعظم محمد علی جناح، شہید ملت لیاقت علی خاں، پیر مانکی شریف، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولوی ظفر علی خاں، مولوی شبیر احمد عثمانی، سردار عبدالرب نشتر، راجہ غضنفر علی، قاضی محمد عیسیٰ، مولوی عطاء اللہ بخاری، مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولوی حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولوی حسین احمد، مولوی ابوالکلام آزاد، مسٹر گاندھی، مسٹر جواہر لال نہرو، خان عبدالغفار خان اور علامہ عنایت اللہ مشرقی وغیرہ وغیرہ

الغرض سب کو سنا، خیالات میں پختگی پیدا ہوئی، پھر ملک تقسیم ہوا اور پاکستان عالم وجود میں آیا اور وہ مخالف جو اخوت و بھائی چارگی کا دم بھرتا تھا کھل کر سامنے آیا، پھر جو کچھ ہوا نہ آنکھ اس کو دیکھ سکتی تھی اور نہ کان سن سکتا ہے —— کہنے کے لئے چیتے کا جگر چاہیئے اور سننے کے لئے پتھر کا دل —— ؎

سنائیں کیا کہ کلیجہ ہی منہ کو آتا ہے
کسی کو چیر کے سینہ دکھا نہیں سکتے

یہ تھے وہ اسباب اور فکری پس منظر جس نے اس مقالہ کی تدوین کی طرف متوجہ کیا اور راہ ہموار کی —— ۹ ستمبر ۱۹۷۶ء کو مقالہ کی تیاری شروع کی اور مکمل سات ماہ بعد ۷ مارچ ۱۹۷۷ء (مطابق ۱۶ ربیع الاول ۱۳۹۷ھ) کو یہ مقالہ مکمل ہوا ——

فالحمد للہ علیٰ ذالک

Marfat.com

جن حضرات نے تحریک پاکستان اور تحریک آزادی ہند سے متعلق کتابیں لکھی ہیں ان میں سے کچھ جانب دیگر جھکے جھکے سے معلوم ہوتے ہیں ــــ عقیدت، احترام پر مجبور کرتی ہے پھر مؤرخ اس شخصیت کے بارے میں سچے واقعات نہیں لکھتا بلکہ دور از کار تاویلات سے کام لے کر اصل حقائق چھپانے کی کوشش کرتا ہے اور اس طرح تاریخ کو مسخ کر کے ملت کے سامنے پیش کرتا ہے ــــ بعض اوقات ایک بات نامعقول نظر آتی ہے لیکن جب دلائل و شواہد اور تاریخی حقائق کی طرف نظر جاتی ہے تو وہ معقول معلوم ہونے لگتی ہے ــــ اس طرح بعض اوقات ایک بات معقول نظر آتی ہے مگر جب دلائل و شواہد اور تاریخی حقائق پر نظر جاتی ہے تو وہ نامعقول لگنے لگتی ہے ــــ مؤرخ کا فرض ہے کہ وہ دلائل و شواہد اور تاریخی حقائق پر نظر رکھے اور محض عقیدت کی بنا پر کسی کے حق میں فیصلہ نہ سنا دے۔

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ تحریک پاکستان اور تحریک آزادی ہند کے بعض مؤرخین پر عقیدہ اور عقیدت غالب رہی ہے بالخصوص جہاں تحریک آزادی میں علماء کا ذکر کیا گیا ہے حالانکہ تاریخ کو عقیدے اور عقیدت پر غالب ہونا چاہیئے۔ دین اسلام کے مخلص خدمت گاروں میں یہ دیکھنا کہ کون ہمارا ہم عقیدہ ہے اور کون نہیں ہے، جو ہے اس کو آسمان پر چڑھا دو جو نہیں ہے اس کو زمین پر گرا دو ــــ یہ انداز فکر نہایت ہی غیر مؤرخانہ ہے ؎

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل !

دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

جب مؤرخ ایک طرف جھکنے لگتا ہے تو اس کو ساری خوبیاں اور کمالات اسی طرف نظر آنے لگتے ہیں، دوسری طرف کچھ نظر نہیں آتا ــــ "نقشِ حیات" اُس طرف، دوسری طرف 'نقشِ مماتٗ' ــــ "شاندار ماضی" اُس طرف، دوسری طرف 'خار دار ماضی' ــــ 'پرانے چراغ' اُس طرف، دوسری طرف "مردہ چراغ" ــــ "بڑے مسلمان" اُس طرف، دوسری طرف 'چھوٹے مسلمان' ــــ الغرض اُدھر دھوپ چمک رہی ہے اور اِدھر گھٹائیں چھا رہی ہیں، کوئی دیکھے تو کیا دیکھے اور سمجھے تو کیا سمجھے ؟

راقم کے سامنے ایسے نظائر موجود ہیں کہ ایک مؤرخ کے سامنے عزم و ہمت کے

Marfat.com

عدیم المثال واقعات گزرے مگر وہ اس کا ہم عقیدہ نہ تھا ——— اس لیے عجب وہ تاریخ لکھنے بیٹھا تو اس کا دامنِ نظر اتنا تنگ ہو گیا کہ اس صاحبِ عزیمت کے احوال تو کیا لکھتا، نام تک لکھنا گوارہ نہ کیا !

میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی ملک و ملت کا حقیقی خیر خواہ ہے اور اس خدمت سے اس کی کوئی ذاتی غرض وابستہ نہیں تو محض عقائد کے اختلاف کی وجہ سے اس کی تاریخ ساز جدوجہد کو ملیا میٹ نہ کر دینا چاہیئے۔ خصوصاً جبکہ وہ تحریک آزادی میں اساسی حیثیت کا مالک ہو۔ نام گروہی تعصبات اور جماعتی وابستگیوں سے بالاتر رہ کر پاکستان کے مؤرخ کو ——— تاریخی حقائق پر خالی الذہن ہو کر غور کرنا چاہیئے اور "دانش برہانی" و "دانش نورانی" کے سہارے یہ فیصلہ کرنا چاہیئے کہ وہ کون علماء حق تھے جن سے حقیقی طور پر علامہ اقبال اور قائد اعظم نے اکتساب فیض کیا اور جن کی جدوجہد نے برصغیر میں مسلمانوں میں جذبہ اسلامی اور تشخص ملّی کو برقرار رکھا اور بالآخر ان کا عزم صمیم ایک بڑی اسلامی مملکت "پاکستان" کی تمہید ثابت ہوا ——— ان علماء حق میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ آپ کے ہی خلیفہ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی اور ان کے تلمیذ رشید مفتی محمد عمر نعیمی کی سیاسی خدمات کا اس مقالے میں جائزہ لیا جا رہا ہے

دنیا کے "عبقری"، ملک و ملت کا اثاثہ ہوتے ہیں، ان کو کسی طبقے کی ملکیت خیال کرنا سخت غلطی ہے ——— فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ ایک بے مثال "عبقری" تھے اور اپنے وقت کے امام برحق ؎

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
دے کے احساس زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

جب ہم تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے کردار کا جائزہ لیتے ہیں تو اقبال کے ان اشعار کا مفہوم اور واضح ہو کر ہمارے سامنے آتا ہے۔

Marfat.com

ان کی شخصیت پر ہزار پردے ڈال دیے گئے تھے، اب ہٹ رہے ہیں، اٹھ رہے ہیں، حقیقت آشکار ہورہی ہے —— تعجب ہے پاکستان میں قوم پرست علماء پر کتابیں لکھی جاسکتی ہیں، ان کے نام پر اکیڈمیاں قائم ہوسکتی ہیں. مگر جنہوں نے خلوص دل سے اسلام اور پاکستان کی حمایت کی اور اس کے لئے جان کو جان نہ سمجھا اور نہ آبرو کو آبرو، ان پر کتابیں لکھنا اور ان کے نام پر اکیڈمیاں قائم کرنا بعض لوگوں پر گراں ہے گویا ان حضرات کے لئے پاکستان کی سرزمین، پاکستان نہیں ہے —— یہ نہایت ہی افسوسناک طرز فکر ہے۔ ضرورت ہے کہ پاکستان کی تاریخ کو اس کے صحیح پس منظر میں دیکھا جائے، تعصب و تنگ دلی کے پردے ہٹا کر اس ذخیرے کو تلاش کیا جائے جس کو ہمارے مؤرخ نے اب تک چھوا بھی نہیں۔

سیاست جدیدہ میں ہوا کا رخ دیکھا جاتا ہے، قائدین اسی طرف چلتے ہیں جس طرف ہوا چلتی ہے —— مگر اسلامی سیاست میں اس طرز عمل کا عمل دخل نہیں، وہاں وہی کیا جاتا ہے جو خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو منظور ہوتا ہے —— یہ سیاست جذبات نفسانیہ کے سایہ میں نہیں بڑھتی بلکہ عقل و دل کے سہارے آگے بڑھتی ہے، اس لئے تحریک آزادی ہند میں ایسے مرحلے بھی آئے جب جذبات، عقل و دل پر چھائے ہوئے نظر آتے ہیں مگر فیصلہ ہمیشہ وہی دیرپا ہوتا ہے، جو عقل و دل کی روشنی میں کیا جاتا ہے —— تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے جذباتی دور میں جب کہ قائد اعظم محمد علی جناح اور ڈاکٹر محمد اقبال نے بھی خاموشی اختیار کرلی تھی، فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ، اسلامی حمیت وغیرت اور بے مثال جوش و جذبے کے ساتھ منظر عام پر آتے ہیں، نہ ان کو اپنی جان کی پروا، نہ عزت کی، وہ بستر مرگ پر پڑے تھے اور تہمت خلق کے سیاہ بادل چاروں طرف منڈلا رہے تھے —— ہاں انھوں نے اور ان کے بعض خلفاء و تلامذہ نے جس مومنانہ فراست کا ثبوت دیا وہ اب چاند کی طرح چمکتی ہوئی نظر آتی ہے —— مگر اُس وقت جذبات کی آندھیوں نے دمکتے چہرے چھپا دیے تھے —— ان آندھیوں میں وہ بڑھتے رہے ــ

Marfat.com

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لا الٰہ الا اللہ

تعجب ہے کہ "متحدہ قومیت" کے علم برداروں نے دو قومی نظریہ کے داعی اور مجاہد فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے کچھ اس طرح بدگماں کیا ہے کہ بدگمانی، بدگمانوں کے رگ و ریشہ میں رچی بسی معلوم ہوتی ہے، متوجہ کرنے کے باوجود محققین متوجہ ہوتے نظر نہیں آتے، سنی سنائی باتوں سے بددل ہو جانا محقق و مؤرخ کو زیب نہیں دیتا مگر ہمارے ملک میں یہ بھی ہوتا ہے ــــــ میں کہتا ہوں، "خود دیکھو، خود پرکھو" ــــــ وہ کہتے ہیں "ہم کو ضرورت نہیں، جو سن لیا ہے، وہی کافی ہے" ــــــ ان حضرات کا یہ طرزِ عمل کم از کم راقم کے لئے ناقابلِ فہم ہے ــــــ ایک طرف یہ افراط کہ "متحدہ قومیت" کے علم برداروں اور پاکستان کے مخالفوں کے لئے دل میں عزت و احترام ہے اور دوسری طرف یہ تفریط کہ دو قومی نظریہ کے علم برداروں اور اسلام کے محافظوں کے لئے دل میں نفرت و حقارت ــــــ تیس۳۰ سال گذر چکے ہیں مگر یہ نفرت کم نہیں ہوئی ــــــ جب ہندوؤں کے ساتھ "متحدہ قومیت" کے نقطے پر اور قوم پرست علماء اور مسلمانوں سے عقیدے کی یکسانیت پر قربت و محبت ممکن ہے تو صرف پاکستان کے نقطے پر ان حضرات سے قربت و محبت کیوں ممکن نہیں؟ ــــــ اگر وہ ممکن ہے اور یہ ممکن نہیں تو پاکستان کے مؤرخ کے دل میں شکوک و شبہات کا پیدا ہو جانا ایک فطری امر ہے ــــــ

یہ ضروری نہیں کہ اب تک جو کہا گیا اور جو سنایا گیا ہے، صحیح ہو ــــــ تاریخی واقعات، عقائد نہیں ــــــ بلکہ عقائد میں بھی جبر و اکراہ نہیں، پھر تاریخ میں جبر و اکراہ کیسے ممکن ہے؟ ــــــ کوئی اختلاف کرنا چاہتا ہے، اس کو اختلاف کی پوری آزادی ہے۔ بشرطیکہ اختلاف کی بنیاد ذاتی تعصب اور تنگ دلی نہ ہو، صرف حقائق و شواہد ہوں ــــــ اس سلسلے میں کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر محمود حسین مرحوم نے بڑی دل لگتی بات فرمائی ہے، وہ لکھتے ہیں:-

تاریخ میں اختلافِ رائے ایک معمولی امر ہے، یہ تحقیق میں کسی طرح حارج نہیں۔
تاریخی مساعی میں اختلافِ رائے کا پایا جانا ایک اعتبار سے ضروری بھی ہے۔

85059

Marfat.com

علم تاریخ میں ایک فرد کی کوشش بالکل ناکافی ہوتی ہے۔ کیونکہ کسی مؤرخ کی آنکھ میں اتنی تیزی نہیں کہ واقعہ کو اس کے پورے پس منظر میں دیکھے مختلف آنکھوں کی مدد ہی سے وہ بصیرت حاصل ہو سکتی ہے جس سے واقعہ کی ماہیت کو اچھی طرح دیکھا جا سکتا ہے ـــــ مختلف نقطہ ہائے نظر سے مسئلے کے سمجھنے میں الجھاؤ ضرور پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن دلائل کی تنقیدی جانچ سے اس الجھاؤ کو دور کیا جا سکتا ہے اس لئے ـــــ تاریخ بنیادی طور پر ایک ایسا علم ہے جس میں تنقید کے ذریعہ ہی حقیقت تک پہنچا جا سکتا ہے ـــــ

(محمد ایوب قادری : جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء ص ۲۴)

لیکن ہماری بعض تحقیقات، سیاست بن کر رہ گئی ہیں، جس بات کو قبول عام حاصل ہو چکا ہے، وہی کہنی چاہیئے، اس کے خلاف زبان کھولی تو علمی حلقے بھی چراغ پا نظر آتے ہیں ـــــ دلائل و شواہد کی کوئی نہیں سنتا کہ سیاست میں دلیل سے زیادہ جذبات کی پوچھ ہوتی ہے ـــــ پاکستان کے ایک فاضل نے بہت خوب فرمایا :-

ریسرچ اور سیاست میں بڑا فرق ہے، سیاست داد کی طالب ہے اور قبول عام حاصل کرنا چاہتی ہے، اس میں صحیح یا غلط کا امتیاز بہت کم کیا جاتا ہے ـــــ سیاست یہ ہے کہ جو بات جمہور کی خواہش کے مطابق ہے، اسے اپنایا جائے اس کے برعکس ریسرچ کے تقاضے مختلف ہیں، ہو سکتا ہے کہ آپ ریسرچ کے نتیجے میں جو فکری شہ پارے پیش کریں، ان پر تنقید ہو اور آپ مطعون قرار دیئے جائیں اور آپ کا کام قبولیت کے درجے پر فائز نہ ہو ـــــ لیکن بندۂ آزاد، داد کا طالب نہیں ہوتا۔

(ماہنامہ فکر و نظر، اسلام آباد، نومبر ۱۹۷۶ء، ص ۲۲۹)

واقعی ریسرچ، سیاست نہیں ـــــ مگر ہماری تاریخ کے ایک حصے پر جو علماء و صوفیہ سے متعلق ہے، سیاست چھائی ہوئی ہے ـــــ بعض مؤرخ تو وہ ہیں جو علماء حق سے قریب نہ ہونے کی وجہ سے ان سے بے خبر رہے ـــــ بعض کی وفاداریاں قوم پرست علماء کے ساتھ تھیں وہ کھل کر لکھ نہ سکے بلکہ بعض نے تاویلات سے کام لے کر تاریخ کو مسخ

Marfat.com

کرنے کا فریضہ ادا کیا ہے ــــــ بعض محض عقائد کے اختلاف کی وجہ سے اپنے مخالف علماء کی خدمات کو نہ سراہ سکے ورنہ یہ ممکن نہ تھا کہ آزادی ملے ہوئے تیس برس بیت جائیں اور قوم اپنے محسنین سے نا آشنا رہے ــــــ محسن کشی، احسان فراموشی یا یوں کہیے کہ خود فراموشی کی بدترین مثالیں پیش کی گئیں ــــــ پاکستان کی تاریخ میں علماء حق کے کردار کو جو ہاتھ اجاگر کر سکتا تھا وہ شل ہو گیا ــــــ اس لئے اب جب وہ لکھا جاتا ہے جو نہ لکھا گیا، وہ کہا جاتا ہے جو نہ کہا گیا اور وہ سنایا جاتا ہے جو نہ سنایا گیا تو جنہوں نے اس خزانے کو دفن کیا تھا حیران ہو ہو کر پوچھتے ہیں "کیا نئی تاریخ گھڑی جا رہی ہے"؟ ــــــ سبحان اللہ! دفینوں کی کھوج لگانا اور چھپے خزانوں کو نکالنا بھی جرم ہے! ــــــ علماء حق نے تاریخ اسلام خصوصاً تاریخ پاک و ہند پر جو دور رس اثرات چھوڑے ہیں، تحقیقی نظر سے ان کا جائزہ لیا جانا چاہیئے، یہ کام کوئی علمی اور تحقیقی ادارہ ہی بخوبی انجام دے سکتا ہے۔ اگر کسی فاضل نے اس طرف توجہ نہ فرمائی تو ان شاء اللہ راقم ہی اس اہم کام کا بیڑا اٹھائے گا۔

پیش نظر مقالے میں اس مدفون خزانے کی صرف ایک جھلک دکھائی ہے اور علماء اہلسنت کے صرف دو نابغۂ روزگار ہستیوں کی سیاسی خدمات کا جائزہ لیا ہے (یعنی صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی اور تاج العلماء مولانا محمد عمر نعیمی رحمہما اللہ تعالیٰ) اور یہ بتایا ہے کہ ان حضرات نے کس دل سوزی اور لگن کے ساتھ اسلام کی خدمت کی اور سیاسی سطح پر مسلمانوں میں اسلامی حرارت پیدا کی اور اس طرح پاکستان کے لئے فضا کو سازگار اور راہ کو ہموار کیا ــــــ

وہی ہے بندۂ حر جس کی ضرب ہے کاری
نہ وہ کہ حرب ہے جس کی تمام عیاری

لیکن ان خدمات کے ساتھ ساتھ یہ بتانا بھی ضروری تھا کہ ان حضرات کی کوشش فرقہ پرستانہ نہ تھی بلکہ مومنانہ تھی ــــــ ہنود کے سیاسی طرز فکر نے اس میں اور شدت اور گہرائی پیدا کر دی تھی ــــــ یہ کہنا حقیقت واقعہ کے خلاف ہے کہ قوم پرست ہندو مسلمان سیدھے سادے طریقے سے ہندوستان اور اس کے باسیوں کو متحد رکھنا چاہتے تھے،

Marfat.com

اسلام پرستوں نے تفرقہ ڈالا ـــــ مخالفین کی طرف سے قائد اعظم پر بھی یہی الزام لگایا جاتا ہے ـــــ اس لئے ضروری سمجھا کہ جہاں السواد الاعظم کے مضامین کی روشنی میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے علماء حق کی خدمات کا جائزہ لیا جائے وہاں یہ بھی واضح کر دیا جائے کہ "متحدہ قومیت" کا تصور محض سیدھا سادا تصور نہ تھا، اس کی جڑیں بہت گہری تھیں ـــــ دراصل دو فلسفوں کا کھلا تصادم تھا ـــــ "شرار بولہبی"، "چراغ مصطفوی" سے آمادۂ پیکار تھا ـــــ ایک طرف "فلسفہ گاندھی" تھا تو دوسری طرف "فلسفہ محمدی" (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) ـــــ

شاید "فلسفہ گاندھی" کے غیر مسلم مویدین اسلامی حکومت کے یہ معنی لیتے تھے کہ جہاں مسلمانوں کے علاوہ ساری اقلیتیں غیر محفوظ ہوں ـــــ لیکن یہ بات "سوراج" میں ممکن تھی کہ ہنود کے علاوہ سب غیر محفوظ رہیں ـــــ 'سوراج' کی بات چھوڑیئے "لادینی حکومت" کی بات کیجئے، یہاں بھی اقلیتیں اتنی محفوظ و مامون نہیں جتنی اسلامی حکومت میں ہوتی ہیں ـــــ دنیا کی اسلامی حکومتوں اور لادینی حکومتوں کے تقابلی جائزہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی ـــــ اور لادینی حکومتوں میں اقلیتوں کے ساتھ رہا سہا جو حسن سلوک ہے وہ بھی اس وجہ سے کہ اس اقلیت کی ہم مذہب حکومتیں ہیں یا پھر عالمی دباؤ ہے ـــــ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی حکومت میں اقلیت کے ساتھ حسن سلوک پر خوف خدا ابھارتا ہے اور لادینی حکومتوں میں بندوں کا خوف ـــــ خدا ہر جگہ ہے بندہ ایک جگہ ـــــ بندہ کی نظر سے بندہ بچ سکتا ہے، خدا کی نظر سے نہیں بچ سکتا ـــــ جب فرد میں خشیت الٰہی کا یہ عالم ہو تو وہ ہر حالت میں اقلیت کا نگہباں ہوگا اس لئے "فلسفہ گاندھی" سے "فلسفہ محمدی" (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) بہت اونچا ہے ؎

مقام فقر ہے کتنا بلند شاہی سے
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہیئے

تو بات اتنی نہ تھی کہ وہ کہتے تھے "مل جل کر رہو" اور ہم کہتے تھے "نہیں ہم الگ رہیں گے" ـــــ یہی سمجھا گیا اور یہی سمجھایا گیا اور ایک عظیم تاریخی حقیقت کو نگاہوں سے اوجھل

Marfat.com

رکھا گیا ـــــــ نہیں نہیں بات یہ نہ تھی، بات یہ تھی کہ "رہنا ہے تو ہمارے بن کر رہو۔"
اور ہم کہتے تھے "ہم تو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں، تمہارے بن کر نہیں رہ سکتے"
ـــــــ یہ محبت کی آن کا مسئلہ تھا ـــــــ حریم ناز میں محبوب کی لاج کا مسئلہ تھا ـــــــ
معمولی مسئلہ نہ تھا ـــــــ بہت اہم مسئلہ تھا ـــــــ

اسلام کی نظر میں حقیقی آزادی یہ ہے کہ حکومت میں احکام الٰہیہ اور نظام مصطفےٰ کا اقتدار اعلیٰ ہو اگر یہ نہیں تو پھر انگریز کی حکومت ہو یا ہندو کی، اسلام کی نظر میں برابر ہے بلکہ اس کی زیادہ بہتر ہے جس کی حکومت میں مسلمان شعائر اسلامی پر پابند رہتے ہوئے زیادہ محفوظ ہوں ـــــــ اگر "متحدہ قومیت" کا تصور صحیح تھا تو ۱۹۴۷ء سے قبل اور بعد کے واقعات وحادثات پر نظر ڈالیے اور خود فیصلہ فرمایئے اور یہ دیکھئے کہ وہاں مسلمانوں کی حالت اب بہتر ہے یا پہلے بہتر تھی؟ لازمی طور پر بعد میں بہتر ہونی چاہئے تھی، مگر ایسا نہیں ہوا ـــــــ

اس نازک دور میں جب کہ قوم کا سیاسی شعور پختہ نہیں بعض حضرات "متحدہ قومیت" کے علم بردار علماء کے کردار کو محسن اسلام بنا کر پیش کر رہے ہیں اور شاید وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ غیر شعوری طور پر نئی نسل کے دل میں ان کی محبت قائم کر کے بالواسطہ طور پر "متحدہ قومیت" کے تصور کو پھیلا رہے ہیں، یہ طرزِ عمل نہایت ہی خطرناک ہے ـ چاہیئے تو یہ تھا کہ ان کی غلطیوں سے قوم کو آگاہ کر کے ان کے مقابلے میں علماء حق کے کردار کو روشن کرتے اور اس طرح ان کے سیاسی شعور کو پختہ تر کرتے مگر افسوس ایسا نہیں ہوا ـــــــ ان کے مقابلے میں بعض منصف مزاج اور درد مند قلم کاروں نے ایسی کتابیں پیش کی ہیں جن سے علماء حق کے اس مقدس گروہ کے کچھ احوال معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں مولوی محمود احمد قادری کی تذکرہ علمائے اہل سنت (مطبوعہ کانپور ۱۹۷۱ء) جناب محمد صادق قصوری کی اکابر تحریک پاکستان (مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء)، مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری کی تذکرہ اکابر اہل سنت (مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء) خاص طور پر قابل ذکر ہیں بعض اداروں نے بھی سنجیدہ مقالات اور رسائل شائع کئے ہیں، ان میں مرکزی مجلس رضا، لاہور، مکتبہ قادریہ لاہور، مکتبہ حامدیہ لاہور، مکتبہ رضویہ لاہور، مکتبہ

Marfat.com

نوریہ، لاہور، مکتبہ نبویہ، لاہور، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، مجلس رضا، سرائے عالمگیر، مکتبہ رضویہ، گجرات، رضا پبلی کیشنز، لاہور قابل ذکر ہیں ۔۔ چند حضرات مفید کام کر رہے ہیں، ان میں مولانا محمد مرید چشتی سیالوی، مولانا اختر الحامدی، مولانا جلال الدین، مولانا محمد یٰسین الاعظمی مبارکپور، جناب محمد صادق قصوری، جناب سید نور محمد قادری، سید محمد فاروق القادری گڑھی اختیار خاں اور جناب خواجہ رضی حیدر صاحب قابل ذکر ہیں۔

یہ کوشش گو قابل قدر ہیں مگر اس تحریک پر محیط نہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ کوئی مرکزی تحقیقاتی ادارہ اس طرف توجہ کرے کیونکہ اس تحریک میں ایسی بھاری بھرکم شخصیتیں نظر آتی ہیں جن پر انفرادی طور پر تحقیقی مقالات لکھنے کی ضرورت ہے، یہ سلسلہ مقالات آگے چل کر انسائیکلو پیڈیا کی شکل اختیار کر سکتا ہے، سر دست ایک سوانحی قاموس کی تدوین کی طرف فوری توجہ دینی چاہیئے، اس قاموس میں جدید تحقیقی قواعد و ضوابط کو سامنے رکھ کر قابل ذکر اکابرین کی مساعی کا مجمل مگر جامع جائزہ پیش کیا جائے ۔

پیش نظر مقالے میں مندرجہ ذیل امور کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں :۔

(۱) بعض اشخاص کے لیے ناموں کے بجائے ان کے مشہور و معروف القاب استعمال کئے ہیں اور ایسا اختصار کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ مثلاً مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے لئے "فاضل بریلوی"، مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی کیلئے "صدر الافاضل" اور مولانا مفتی محمد عمر نعیمی کیلئے "تاج العلماء" ـــــ کے القاب استعمال کیے ہیں۔

(۲) یہ اہتمام رکھا گیا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اصل ماخذ سے استفادہ کیا جائے۔ مثلاً وہ کتابیں، رسائل و اخبارات، اشتہارات اور فتوے جو اس دور سے متعلق ہیں اور اسی دور میں شائع ہوئے ـــــ ثانوی مآخذ سے اسی وقت استفادہ کیا گیا ہے، جب اصل مآخذ سے اس کی تائید ہوتی نظر آئی۔

(۳) مخالف و موافق سب کا احترام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، مگر واقعات کے بیان میں مؤرخانہ دیانت کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

Marfat.com

(۴) واقعات و حادثات کو اسلامی نقطۂ نظر سے پرکھا ہے، کسی عقیدے کی اس پر چھاپ نہیں، تاریخ اسلام، اسلام کے تابع ہے، آزاد نہیں اور اسلام دین فطرت ہے۔ اس لئے اسلامی نقطۂ نظر دراصل انسانی نقطۂ نظر ہے

(۵) چونکہ موضوع السواد الاعظم کے مندرجات سے بحث کرنا تھا اس لئے دوسرے علماء کی خدمات اور کارناموں کا سرسری ذکر کیا گیا ہے۔

راقم نے اپنی سی کوشش کی ہے کہ واقعات کو دلائل و شواہد کی روشنی میں بیان کر دیا جائے۔ پھر بھی اگر استدلال میں یا استنباط نتائج میں غلطی ہوگئی ہو تو محققین و مورخین دلائل و براہین کے ساتھ اپنے نقطۂ نظر سے مطلع فرمائیں، ان شاء اللہ تعالیٰ دوسرے ایڈیشن میں ضروری اصلاح کر دی جائے گی، جو کچھ کہا گیا ہے۔ تلمیذانہ ہے، استادانہ نہیں ___ بیان حقائق میں اگر کسی کی دلآزاری ہوئی ہو تو راقم معذرت خواہ ہے، راقم کا مقصود ہرگز ہرگز کسی کی تذلیل و تحقیر نہیں صرف پوشیدہ حقائق کو ظاہر کرنا ہے ___

اصل میں یہ کام ان مورخین یا محققین کا تھا جو ہمارے علمی و تحقیقی اداروں اور جامعات سے متعلق ہیں مگر یہ محسوس کرتے ہوئے کہ شاید یہ مواد ان تک نہ پہنچ سکے یا پہنچے تو بعض وجوہ کی بناء پر وہ نہ لکھ سکیں اور اس طرح تاریخ کا یہ روشن باب المناک طریقے سے فراموشی کی نذر ہو جائے، اس طرف توجہ کی گئی۔ اب یہ منصف مزاج مورخ کا ملی فریضہ ہے کہ وہ تاریخ پاکستان میں اس کو وہ مقام دے جس کا یہ مستحق ہے ___ اس مقالہ کا مقصد درجدید تاریخ کے منتشر اوراق مرتب کرنا ہے تاکہ نئی نسل اپنے اسلاف کے کارناموں سے واقف ہو کر اپنے جسموں میں نئی حرارت محسوس کرے، تحریک عمل میں اسلاف کے کارنامے اکسیر اعظم کا حکم رکھتے ہیں، جس قوم کا ماضی اس کے سامنے نہیں وہ نہ حال میں جی سکتی ہے اور نہ مستقبل کی تعمیر کر سکتی ہے اس لئے قوم میں زندگی و حرارت کے لئے ماضی کا آئینہ دکھانا ضروری ہے تو ہم صرف آئینہ دکھانا چاہتے ہیں۔

جہاں اگرچہ دگرگوں ہے قم باذن اللہ ‌ ‌ ‌ وہی زمیں، وہی آسماں ہے قم باذن اللہ

Marfat.com

کیا نولئے انا الحق کو آتشیں تونے   تری رگوں میں وہی خوں ہے قُم باذن اللہ
غمیں نہ ہو کہ پراگندہ ہے شعور ترا   فرنگیوں کا یہ افسوں ہے قُم باذن اللہ

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ
میٹھی (ضلع تھرپارکر، سندھ)

۷، مارچ ۱۹۷۷ء

Marfat.com

تقدیم

از

سیّد انور علی ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان

(۱)

قیامِ "پاکستان" سوادِ اعظم کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ اس کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ سوادِ اعظم (یعنی اہلِ سنت و جماعت) برصغیر پاک و ہند کی مسلم آبادی کا تقریباً نوّے فی صد ہے، ظاہر ہے کہ پاکستان کا حصول ان کی تائید کے بغیر ممکن نہ تھا بلکہ بعض حقائق و شواہد سے تو یہ پتا چلتا ہے کہ "تصورِ پاکستان" اور "تحریکِ پاکستان" از ابتداء تا انتہا علماءِ اہلِ سُنت و جماعت کے افکارِ عالیہ اور مساعیٔ جمیلہ کی مرہونِ منّت ہے۔

سوادِ اعظم کی رہنمائی ہمیشہ اہلِ اللہ اور علمائے حق کے ہاتھوں میں رہی ہے اور ان نفوسِ قدسیہ کا ہر کام محض رضائے الٰہی کے لئے ہوتا ہے۔ اس لئے یہ حضرات ذاتی اغراض و مقاصد اور نام و نمود سے بے نیاز رہ کر اپنا کام انجام دیتے رہے اور اس کے بعد خاموشی اختیار کرلی۔ تاریخ اسلام پر نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ بنو امیّہ اور بنو عباس سے لے کر مغل بادشاہوں تک تمام مسلم سلطنتوں میں حاکم و محکوم دونوں کی دینی اور بڑی حد تک سیاسی رہنمائی میں ان حضرات کا دخل رہا ہے مگر یہ لوگ ہمیشہ نام و نمود سے بے نیاز رہے غالباً اسی لئے ان کا ذکر کتب تاریخ میں نہیں، کتب سیر میں ملتا ہے۔ تحریک پاکستان میں بھی یہی کچھ ہوا۔ جن بزرگوں نے مسلمانانِ ہند کے لئے ایک جداگانہ مملکت کا تصور پیش کیا اور پھر اس مملکت کو حاصل کرنے کے لئے انتھک جدوجہد کی وہ اپنی فطری سادگی و خلوص، دنیوی

Marfat.com

جاہ و جلال سے بے نیازی اور شہرت ناپسندی کی وجہ سے پردہ گمنامی میں چلے گئے اور کامیابی کا سہرا چند ایسے علماء کے سر باندھ دیا گیا جو ساری عمر متحدہ ہندوستان کے لئے کوشش کرتے رہے اور بہت بعد میں اس وقت تحریک پاکستان میں شامل ہوئے جب کہ معمولی بصیرت رکھنے والا انسان بھی پاکستان کو دیکھ رہا تھا۔

حق و انصاف کا تقاضا تھا کہ تحریک پاکستان کے ان محسنوں کی خدمات کا تاریخی حقائق و شواہد کی روشنی میں جائزہ لیا جائے جنہوں نے برسہا برس کی جدوجہد کے بعد پاکستان کے لئے راہ ہموار کی — پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نے اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا اور سات ماہ کی طویل محنت کے بعد پیش نظر کتاب مکمل کی جس کی اساس ، بے بنیاد قیاسات اور خلاف حقیقت خوش فہمیوں پر نہیں بلکہ تاریخی حقیقتوں پر ہے۔

مگر یہ اصل کام کا محض ایک حصہ ہے کیونکہ اس کتاب میں اہل سنت و جماعت کی جدوجہد آزادی کی پوری داستان نہیں بلکہ ماہنامہ السواد الاعظم" (مراد آباد) کی روشنی میں صرف دو علماء اہل سنت یعنی حضرت مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی اور حضرت مفتی محمد عمر نعیمی کے سیاسی افکار و خدمات کا تفصیلی تعارف پیش کیا گیا ہے جو برصغیر پاک و ہند میں احیاء اسلام، ملت اسلامیہ کی بقا، اور تحریک پاکستان سے متعلق ہے۔

ماہنامہ السواد الاعظم ۱۹۱۸ء میں مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی کی سرپرستی اور مفتی محمد عمر نعیمی کی ادارت میں مدرسہ عالیہ اہل سنت و جماعت (مراد آباد) سے جاری ہوا۔ اس کے بنیادی مقاصد یہ تھے :-

۱۔ مسلمانوں کی عظمت رفتہ کو واپس لانا۔

۲۔ ملی وحدت کو قائم کرنا۔

۳۔ اخلاق اور طرز معاشرت کی اصلاح کرنا۔

(۲)

پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نے السواد الاعظم سے جو تاریخی مواد پیش کیا ہے اس کو برصغیر کے مکمل سیاسی پس منظر سے علیحدہ کر کے سمجھنا ذرا مشکل تھا۔ اس لئے انہوں نے

Marfat.com

کانگریس کے نظریہ متحدہ قومیت اور اس کے اجزائے ترکیبی پر پس منظر میں سیر حاصل بحث کی ہے، اور اس کے ذیل میں تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک ترک گاؤکشی کا ذکر کیا ہے اور اس ضمن میں مولانا آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، حکیم اجمل خاں اور مفتی محمد کفایت اللہ وغیرہ کی سرگرمیوں پر طائرانہ نظر ڈالی ہے، اور عجیب وغریب انکشافات کئے ہیں۔ اس مخصوص پس منظر میں ان حقائق و واقعات کو اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے جو السواد الاعظم کی روشنی میں پیش کئے گئے ہیں۔

(۳)

تحریک پاکستان میں دو قومی نظریہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اس نظریہ کا تعارف بظاہر تو قرار داد پاکستان سے ہوا جو آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ لاہور (۱۹۴۰ء) میں منظور ہوئی۔ مگر حقیقت میں اس کی بنیاد بہت پہلے پڑ چکی تھی۔

مسلمان اپنے ایمان و عمل کے اعتبار سے ایک جداگانہ قومیت کی حیثیت رکھتے ہیں برصغیر میں مسلمان اگرچہ اقلیت میں رہے مگر وہ یہاں ناصح و مصلح اور فاتح و حاکم کی حیثیت سے آئے اور صدیوں تک غیر مسلم اکثریت پر راج کیا۔ غیر مسلم اکثریت اگرچہ مسلمانوں کے جاہ و جلال اور جذبہ جہاد کے سبب سر نہ اٹھا سکی مگر اس نے سیاسی چالوں کے ذریعہ مسلم اقلیت کو غیر مسلم اکثریت میں ضم کرنے کی کوشش کی۔ اس قسم کی سب سے پہلی کوشش دسویں صدی ہجری میں اکبر بادشاہ کے ایجاد کردہ مذہب، دین الٰہی کے ذریعہ کی گئی۔ اس نئے مذہب کا مقصد یہی تھا کہ تمام مذاہب بشمول اسلام ایک مشترکہ مذہب میں ضم ہو جائیں تاکہ کفر و اسلام میں امتیاز باقی نہ رہے اور اس طرح مسلمانوں کی ملی وحدت خود بخود ہندو اکثریت میں فنا ہو جائے۔ مگر اس کوشش کو ناکام بنانے کے لئے ایک طرف حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خاموش کوشش کی۔ تو دوسری طرف خانوادۂ نقشبندیہ کے ایک باعزم عظیم المرتبت مجاہد حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ مجاہدانہ سرگرم عمل ہوئے بالآخر دین الٰہی کا شیش محل پاش پاش ہو گیا اور برصغیر سے اس کے اثرات تک زائل ہو گئے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے بعد آپ کے صاحب زادگان اور نبیرگان نے اصلاحی

Marfat.com

تحریک کو آگے بڑھایا۔ اور اس طرح ایک قومی نظریہ کے داعی اکبر بادشاہ کے بعد اس کا پوتا اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ دو قومی نظریہ کی عملی تفسیر بن کر سامنے آیا۔ غالباً اسی لئے اورنگ زیب ایک قومی نظریہ کے حامیوں کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے، کہیں اسی کھٹک نے مولانا آزاد کو سرمد کے پردے میں داراشکوہ کی حمایت اور اورنگ زیب کی مخالفت پر تو آمادہ نہیں کیا؟

برصغیر میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی تحریک، صوفیہ کے ہاتھوں چلنے والی پہلی دو قومی نظریہ کی تحریک تھی۔ اس کے بعد بارہویں اور تیرھویں صدی ہجری میں سلطنت مغلیہ کے انحطاط کے بعد مسلمانوں کو بحیثیت قوم متحد رکھنے اور ان کی دینی و دنیوی زندگی کو صحیح خطوط پر چلانے کے لئے حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے صاحبزادگان نے بالخصوص اور دوسرے علماء نے بالعموم گراں قدر خدمات انجام دیں۔

برصغیر میں مسلمانوں کی ملی وحدت کو فنا کرنے کی دوسری کوشش آل انڈیا کانگریس کے تعاون سے چلائی جانے والی تحریکِ ترک موالات اور مسلمانوں کے تعاون سے چلائی جانے والی تحریک ترکِ گاؤکشی، اور تحریکِ ہندو مسلم اتحاد کے ذریعہ کی گئی۔ یہ تحریکیں برصغیر میں چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں پورے شد و مد کے ساتھ چلیں اور اکثر مسلمان علماء اور سیاست داں کانگریسی لیڈر مسٹر گاندھی کے ہمنوا بن کر میدان میں آئے۔ اس نازک دور میں اہل سنت وجماعت کے بطل جلیل مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ آگے بڑھے۔ اور موثر دلائل سے ان تمام تحریکوں کو "اسلام دشمن" اور "مسلمان دشمن" ثابت کر کے علماء حق کی رہنمائی فرمائی اور مسلمان سیاستدانوں کی آنکھیں کھول دیں چنانچہ آپ کے فتاویٰ کی اشاعت کے بعد مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی اور دوسرے اکابرین نے اپنے سیاسی طرز عمل کا جائزہ لیا۔ اور ان تحریکوں سے علیحدگی اختیار کرلی۔ رفتہ رفتہ یہ جذباتی تحریکیں بھی ختم ہوگئیں اور مسلمانوں میں جداگانہ قومیت کا احساس ابھرنے لگا جو مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور ان کے زیر اثر علماء اہل سنت کی مساعی کا مرہونِ منت ہے۔ علماء دیوبند نے اپنے متبعین کی اکثریت کے دینی جذبہ کو اس انداز سے ابھارا

Marfat.com

کہ وہ ایک قومی نظریہ کے حامی ہو کر ہنود کے قریب چلے گئے۔ مگر مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور ان کے متبعین نے اس جذبہ کو اس طرح ابھارا کہ مسلمان ہنود سے دور ہو کر اسلام کے قریب آ گئے۔ دونوں کی دینی خدمات میں، زمین و آسمان کا فرق ہے۔ بہرکیف مولانا احمد رضا خاں صاحب اور ان کے زیر اثر علماء کی کوشش کا یہ نتیجہ نکلا کہ برصغیر کی تقسیم اور مسلمانوں کی علیحدہ مملکت کا تصور سامنے آیا جو بعد میں ایک ہمہ گیر تحریک کی صورت اختیار کر گیا۔ اس تحریک میں آل انڈیا سنی کانفرنس (موسسہ ۱۹۲۵ء) کے جھنڈے تلے اہل سنت وجماعت کے علماء و صوفیہ مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے آگے بڑھے اور پھر حصول پاکستان کی تحریک کو کامیابی کی منزل تک پہنچایا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان تمام بزرگوں کی خدمات کو روشناس کرایا جائے۔ پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب اپنی دوسری تالیف میں جو وہ اس کے بعد پیش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ برصغیر میں مسلمانوں کی آمد سے لے کر حصول پاکستان تک کی پوری تاریخ کا جائزہ لے کر اہل سنت وجماعت کے علماء و صوفیہ کی ان خدمات کا تعارف کرائیں گے۔ اور اس طرح وہ اس عظیم کام کو تکمیل تک پہنچائیں گے۔ جس کا آغاز انہوں نے اس کتاب کی تالیف سے کر دیا ہے۔

(۴)

درحقیقت اس قسم کی علمی و تحقیقی کتابیں لکھنا پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب ہی کے بس کی بات ہے۔ انہوں نے شہروں میں بیٹھ کر بھی لکھا ہے اور ویرانوں میں بھی —— ان کے عزم بلند کے سامنے نہ شہروں کے بلاخیز ہنگامے آڑے آئے اور نہ ویرانوں کے وحشت خیز سناٹے —— وہ آجکل صحرائے تھر (سندھ) کے ایک کالج کے پرنسپل ہیں اور یہیں بیٹھ کر انہوں نے —— یہ کتاب مکمل کی ہے —— "اطمینان قلب" کی یہ دولت ان کو اپنے والد ماجد حضرت مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کیمیا اثر سے ملی ہے۔ حضرت مفتی اعظم پاک و ہند کے جلیل القدر عالم اور فقید المثال عارف تھے۔

پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کو علمی اور تاریخی تحقیق کا فطری ذوق ہے۔ زمانہ طالبعلمی سے ان کی نگارشات منظر عام پر آ رہی ہیں۔ ۱۹۵۰ء سے وہ مسلسل لکھ رہے ہیں۔ گذشتہ

Marfat.com

بیس برسوں میں ان کی ۸۰ تصانیف شائع ہو چکی ہیں اور چند منتظر اشاعت ہیں۔ اس کے علاوہ پاک و ہند کے موقر جرائد میں ان کے ایک سو ۱۰۰ سے زیادہ تحقیقی مقالات و مضامین شائع ہو چکے ہیں چند مقالات انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں بھی شائع ہوئے ہیں۔

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب اپنے والد ماجد مفتی اعظم علیہ الرحمہ سے فیض یافتہ ہیں جن کے پاس علماؤ عرفاء کے علاوہ اہل سنت کے بڑے بڑے سیاستدان آتے تھے مثلاً علامہ معین الدین اجمیری۔ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی، مفتی محمد عمر نعیمی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، قائد اعظم محمد علی جناح، قائد ملت لیاقت علی خاں وغیرہ وغیرہ ـــــ پروفیسر صاحب نے ۱۹۴۷ء سے قبل اپنی نوعمری کے زمانے میں خود اپنی آنکھوں سے تحریک پاکستان کو پروان چڑھتے دیکھا ہے اور بڑے بڑے سیاستدانوں کو دیکھا بھی ہے اور سنا بھی ہے چنانچہ تحریک پاکستان کا پورا پس منظر ان کی نظر میں تھا۔ اس کے علاوہ وسیع و عمیق مطالعے سے انہوں نے ان حقائق کا پتا بھی لگا لیا جو مخالفین کے معاندانہ پروپیگنڈے کے سبب عام نظروں حتیٰ کہ مورخوں کی نگاہوں سے بھی اوجھل ہو گئے تھے چنانچہ ان کے حساس دل نے گوارا نہ کیا کہ حقیقت فراموشی کا یہ تماشا خاموشی سے دیکھتے رہتے اور ان حقائق کو واشگاف کرنے کیلئے قلم نہ اٹھاتے۔

(۵)

پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب محققانہ انداز فکر کے ساتھ ساتھ غیر متعصب قلب و نظر بھی رکھتے ہیں، ان کی تحریر کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ حقائق کو بے لاگ پیش کرتے ہیں، نہ کسی کی دلآزاری ان کا مقصود ہوتا ہے اور نہ کسی کی تذلیل و تحقیر ـــ بعض اہل قلم حقائق کو ایک طے شدہ رائے کی بنیاد پر سامنے لاتے ہیں۔ مگر پروفیسر صاحب اس کے برعکس، رائے کو حقائق کی بنیاد پر قائم کرتے ہیں اور میرے خیال میں یہی چیز ایک محقق کے شایانِ شان ہے بھی۔

اس کتاب میں جو حقائق و شواہد پیش کئے گئے ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانان ہند کے لئے ایک علیحدہ مملکت کا واضح و مفصل خاکہ سب سے پہلے ۱۹۲۰ء میں

Marfat.com

اہل سنت وجماعت کے ایک فاضل عالم محمد عبدالقدیر بدایونی نے مسٹر گاندھی کے نام ایک خط میں پیش کیا تھا یہ مفصل و مبسوط خط اخبار ذوالقرنین (بدایوں بھارت) میں مارچ و اپریل ۱۹۲۰ء میں قسط وار شائع ہوا اس کے بعد رسالے کی صورت میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ پریس سے شائع ہوا۔ اس خط میں مسلمانوں کے لئے علیحدہ مملکت کا جو تفصیلی خاکہ مختلف اضلاع پر مشتمل پیش کیا گیا تھا وہ تقریباً وہی تھا جو آگے چل کر پاکستان کی صورت میں ہمیں حاصل ہوا اس میں شک نہیں کہ یہ ایک چونکا دینے والی حقیقت ہے لیکن اس سے یہ اندازہ لگانا آسان ہو جاتا ہے کہ مؤرخین اہل سنت کی خاموشی سے تاریخ پاکستان نے کیا صورت اختیار کرلی، اور اہم واقعات و حقائق پس منظر میں چلے گئے لیکن اب بعض مؤرخین و محققین اس طرف توجہ کر رہے ہیں۔ مگر نہ معلوم کن وجوہات کی بناء پر اب بھی اظہار حقائق میں قدرے اخفا سے کام لے رہے ہیں۔ مثلاً پاکستان کے مشہور مؤرخ و محقق ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اپنی انگریزی کتاب "دی اسٹرگل فار پاکستان" میں محمد عبدالقدیر بدایونی اور ان کے محوّلہ بالا تاریخی خط کا غالباً پہلی بار ذکر کیا ہے۔ ضرورت ہے کہ ہمارے مورخین و محققین کشادہ دلی سے کام لے کر اہل سنت وجماعت کے کارناموں کو تاریخ میں محفوظ کریں تاکہ قوم اپنے حقیقی محسنوں سے واقف ہوسکے۔

(۶)

اس حقیقت کے پیش نظر کہ پاکستان کا مفصل خاکہ ۱۹۲۵ء میں جناب محمد عبدالقدیر بدایونی علیہ الرحمہ نے پیش کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ مصور پاکستان علامہ اقبال نہیں بلکہ موصوف تھے۔ علامہ اقبال نے پانچ برس بعد ۱۹۳۰ء میں آپ ہی سے روشنی حاصل کرکے سیاسی پلیٹ فارم سے یہ تصور پیش کیا۔ اس حقیقت کا اعتراف ہر انصاف پسند شخص کو کرنا چاہیئے۔

علمائے اہل سنت نے نہ صرف نظریۂ پاکستان پیش کیا بلکہ سب سے پہلے مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی نے اس مقصد کو آگے بڑھانے کے لیئے ۱۹۲۵ء میں مراد آباد میں آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد رکھی جس کے وہ خود ناظم اعلیٰ منتخب ہوتے اور حضرت پیر

Marfat.com

سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ صدر منتخب ہوئے۔ اس کانفرنس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ مسلمانان ہند کے داخلی و خارجی انتشار کو دور کر کے ان کو ایک متحدہ قوت بنایا جائے چنانچہ اس کانفرنس کے اجلاس منعقدہ ۱۹۲۷ء، ۱۹۲۸ء، ۱۹۳۰ء میں پاک و ہند کے علماء و صوفیہ نے شرکت کی اور برصغیر کے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا۔ ۱۹۳۰ء کے اجلاس میں جو حضرت مولانا محمد نعیم الدین کے شیخ طریقت شاہ ابو احمد محمد علی حسین الاشرفی الجیلانی سجادہ نشین کچھوچھہ شریف کی زیر صدارت بمقام بہرال (ضلع مالدہ بنگال) منعقد ہوا۔ یہ قرارداد منظور کی گئی :-

"موجودہ حالات میں مسلمانوں کو کانگرس کی تحریکات سے علیحدہ رہنا ضروری ہے۔ مذہب کا یہی حکم ہے اور اقتصادی مصالح کا بھی یہی تقاضا ہے۔"

۱۹۳۰ء میں علمائے اہل سنت نے جن مذہبی و اقتصادی مصالح کی بناء پر مسلمانان پاک و ہند کو کانگرس سے علیحدگی کا مشورہ دیا اور تقسیم ہند کی تائید کی۔ ۱۹۴۱ء میں انہیں مصالح کی بنا پر قائداعظم محمد علی جناح نے مطالبہ پاکستان پیش کیا۔ ان تاریخی حقائق سے علماء اہل سنت کی سیاسی بصیرت اور دور اندیشی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ۱۹۳۰ء کے بعد آل انڈیا سنی کانفرنس کے جو اجلاس ہوئے ان میں بھی کانگرس سے علیحدگی پر زور دیا جاتا رہا اور مدرسہ دیوبند کی جمعیۃ العلماء کی کانگرس نواز پالیسی کی مذمت کی جاتی رہی۔

قائداعظم محمد علی جناح ۱۹۲۰ء میں ترک موالات کے مسئلے پر کانگرس سے علیحدہ ہوئے اسی زمانے میں مولانا احمد رضا خاں صاحب نے ترک موالات کے خلاف اپنا تاریخی فتویٰ جاری کیا۔ جس نے یقینی طور پر علامہ اقبال اور قائداعظم کو متاثر کیا کیونکہ یہ دونوں حضرات عام سیاسی روش سے ہٹ کر ترک موالات کے مسئلے پر مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے ہم نوا معلوم ہوتے ہیں ـــــ قائداعظم ۱۹۳۳ء میں مسلم لیگ میں دوبارہ شامل ہوئے اور اس کو مستحکم کر کے اس کے پلیٹ فارم سے دو قومی نظریہ کو مسلمانان پاک و ہند کے نصب العین کی حیثیت سے پیش کیا، اس کے بعد ۱۹۴۰ء کے اجلاس منعقدہ لاہور میں اس مطالبہ کو آئینی شکل دے کر تحریک پاکستان کی مہم کا باقاعدہ آغاز کیا۔

Marfat.com

قائداعظم کی شخصیت میں مسلمانان پاک و ہند کو وہ مدبّرانہ قیادت مل گئی جس کی انہیں اپنی تحریک کو کامیابی کی منزل تک پہنچانے کے لئے ضرورت تھی چنانچہ علماء اہل سُنت نے اس مطالبے کی پرزور حمایت کی اور پھر آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس منعقدہ بنارس ۱۹۴۶ء میں متحدہ طور پر پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا۔ اور اس کے لئے ملک گیر مہم شروع کی اور کونے کونے میں پاکستان کا پیغام پہنچایا۔

(۷)

یہ وہ حقائق ہیں جن کو اجمالی طور پر اس کتاب میں پیش کیا گیا ہے۔ پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کی یہ خدمت قابل داد ہے کہ انہوں نے بزرگان سلف کی پرخلوص خدمات کو روشناس کرانے کے لئے قلم اٹھایا جو حیرت انگیز طریقے پر اب تک نگاہوں سے پوشیدہ رہیں، اُمید ہے کہ اس کام کو زیادہ تفصیل اور جامعیت کے ساتھ اپنی دوسری تالیف میں پیش کریں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ ــــ اللہ تعالیٰ ان کو ہمت و حوصلہ عطا فرمائے اور اس کا پورا پورا صلہ عنایت فرمائے۔ آمین۔

پاکستان کی بنیاد حضرات اہل اللہ اور علمائے اہلِ سنت و جماعت کے مبارک ہاتھوں سے رکھی گئی اور لاکھوں فرزندانِ توحید کے خون سے اس گلشن کو سینچا گیا۔ اب یہ اجاڑا نہیں جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ پچھلے ۳۰ سال سے متواتر حوادث کا شکار ہونے کے باوجود پاکستان قائم ہے اور ۱۹۷۱ء میں سقوط ڈھاکہ کا جو سانحہ پیش آیا وہ بھی اس لئے کہ ہم نے حضرات اہل اللہ و علمائے اہل سُنت کی تعلیمات سے منہ موڑ کر مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اب انشاءاللہ تعالیٰ پاکستان تاقیام قیامت قائم رہے گا اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا مرکز بن کر ابھرے گا اور اس طرح وہ مقصد پورا ہو کر رہے گا جس کے لئے اللہ کے ان برگزیدہ بندوں نے تاریخ ساز جدوجہد کی اور قائداعظم نے اسی جدوجہد کے نتیجے میں پیدا ہونے والی فضا میں اپنی حیرت انگیز قائدانہ صلاحیتوں سے "تصورِ پاکستان" کو عملی شکل دے کر عجائبات عالم میں ایک عظیم عجوبہ کا اضافہ کیا اور مسلمانان عالم کے لئے ایک مستحکم قلعہ مہیا کیا۔

سید انور علی۔ (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان)

۵ اپریل ۱۹۷۷ء۔ کراچی

Marfat.com

تعارف

السّوادُ الاعظمُ

Marfat.com

Marfat.com

تعارف السّوادالاعظم

تقریباً ۱۳۲۹ھ/۱۹۰۹ء میں مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی کی سرپرستی میں مدرسہ عالیہ اہل سنت وجماعت، مراد آباد (یو. پی - بھارت) میں قائم ہوا. ماہنامہ السواد الاعظم اسی ادارے سے ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۸ء میں جاری کیا گیا، اس کے سرپرست ونگران مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی تھے اور مدیر مولانا مفتی محمد عمر نعیمی ——— اس رسالے کی پیشانی پر جو دو اشعار نظر آتے ہیں ان سے اس کے اجرا کے اصل مقصد کا اندازہ ہوتا ہے. ملاحظہ ہوں:

زخواب اے لالۂ سیراب برخیز!
چو نرگس، خواب چند؟ از خواب برخیز!

بروں آور سر از برد یمانی!
کہ روئے تست صبح زندگانی!

ایک جگہ سرپرست سواد عظم مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی کے یہ پرسوز دعائیہ اشعار نظر آتے ہیں:-

کھول دو سینہ مرا فاتح مکّہ آکر — کعبۂ دل سے صنم کھینچ کر کر دو باہر
پردے غفلت کے نگاہوں سے اٹھا دو یکسر — مجھ سیاہ کار پہ فرما دو عنایت کی نظر

نور ایماں سے مرا سینہ منور کر دو
دل میں عشق رُخِ پُرانور کا جذبہ بھر دو[1]

---

[1] السواد الاعظم، شمارہ ذیقعدہ ۱۳۴۸ھ، ص ۲

Marfat.com

ان اشعار میں دین اسلام اور ملت اسلامیہ کے لئے بلا کا درد و سوز بھرا ہوا ہے ، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ رسالہ جس جوش و جذبہ سے نکالا گیا وہ کتنا عظیم تھا۔ ویسے اس رسالے میں اس کے اغراض و مقاصد کی صراحت کر دی گئی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے :-

اغراض و مقاصد السواد الاعظم

۱۔ مذہب مقدس کی حمایت و حفاظت۔

۲۔ دشمنان دین اور مخالفین اسلام کے حملوں کی مدافعت اور متانت و سنجیدگی کے ساتھ ان کے اعتراضات کا رد کرنا۔

۳۔ فرقہ بندی کو شکست دینا۔

۴۔ ملت اسلامیہ میں اختلاف کے اسباب پر عمیق نظر ڈال کر اتحاد و اتفاق کی کوشش کرنا اور اس کے لئے مناسب تدابیر پیش کرنا۔

۵۔ مسلمانوں کو اسلامی اخلاق اور معاشرت کی تعلیم دینا۔

۶۔ کھوئی ہوئی دولت کا پتا لگانا۔

۷۔ گزرے زمانے کو واپس لانا۔

۸۔ سوتوں کو جگانا، مردوں کو جلانا یعنی مسلمانوں کی اصلاح کر کے ان کو سابقہ حالت پر لانا۔

۹۔ ناواقف مسلمانوں کو مذہب سے واقف کرنے کی کوشش کرنا۔

۱۰۔ مسلمانوں کی دینی اور دنیوی زندگی کو کامیاب بنانا۔[1]

ان مقاصد کے علاوہ مضمون نگاروں کے لئے آدابِ تحریر کی بھی وضاحت کر دی گئی۔ ان آداب کو اس جذباتی دور کے پس منظر میں دیکھا جائے تو نہایت ہی قابلِ قدر اور سبق آموز معلوم ہوتے ہیں۔

---

[1] السوادالاعظم، شمارہ ربیع الثانی، ۱۳۳۹ھ، (ملخصاً)

Marfat.com

آداب السواد الاعظم

۱۔ فصیح و شستہ زبان رسالے کے لوازم ضروریہ میں داخل ہے۔
۲۔ علمی مباحث میں محققانہ رنگ ہو، مناظرات میں سخت وشنیع الفاظ سے احتراز کیا جائے۔
۳۔ مناظرات میں تعصب و نفسانیت کی روش سے رسالہ پاک رہے۔
۴۔ مباحثات میں عدل وانصاف کے ساتھ حکم لگایا جائے۔ [1]

راقم نے رسالہ السواد الاعظم کے بہت سے شمارے مطالعہ کئے جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا اغراض و مقاصد کو پوری طرح سامنے رکھا گیا اور آداب پر پورا پورا عمل کیا گیا، قول وعمل میں کوئی تضاد محسوس نہیں ہوتا جیسا کہ فی زمانا صحافتی دنیا کی حالت ہے ——— اور تو اور اشتہارات میں بھی نہایت حزم واحتیاط سے کام لیا گیا اور اس کے لئے یہ صراحت کردی گئی ہے :۔

لیکن یہ ملحوظ رہے کہ خلاف شرع اشتہارات کسی معاوضہ پر بھی السواد الاعظم میں ——— نہیں چھپ سکتے۔ نیز السواد الاعظم میں اشتہار دینے والے مبالغہ آمیزی سے احتیاط فرمائیں اور ان شاء اللہ العزیز سادہ اشتہارات کامیاب ثابت ہونگے۔ [2]

اس وضاحت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جو شخص اشتہارات کی اشاعت میں اتنا محتاط ہے، وہ واقعات وحادثات کے بیان کرنے اور تجزیہ کرنے میں کتنا محتاط ہوگا :۔
لیکن باوجود اس سنجیدگی و شائستگی وردمندی و دل سوزی اور حزم و احتیاط کے قوم پرست اخبارات نے اس جریدے کی بھی مخالفت کی۔ چنانچہ ۲۶، اور ۲۹، فروری ۱۳۴۵ھ کے اخبار ہند (کلکتہ) میں السواد الاعظم کے خلاف مضامین شائع ہوئے۔ جب فاضل مدیر کے پاس

---

[1] السواد الاعظم شمارہ ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ (ملخصاً)
[2] السواد الاعظم، شمارہ ربیع الاول ۱۳۴۹ھ ص ۱۸

Marfat.com

اس کا جواب لکھنے کے لیے ہر طرف سے خطوط آئے تو انھوں نے تحریر فرمایا :-

میرے بعض تلامذہ نے ایڈیٹر مذکور کو اس کی حیثیت کے لائق جواب دینے کی اجازت چاہی لیکن میں اس قسم کے کلام کو پسند نہیں کرتا جو تہذیب سے گرا ہوا ہو۔ نہ صحیفہ منیفہ السواد الاعظم کے مبارک صفحات میں ایسے مضامین شائع کئے جا سکتے ہیں۔ [۵۱]

مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی نے السواد الاعظم (شمارہ جمادی الاول ۱۳۵۰ھ) میں "دشمنان دین کی اسلام سے عداوت اور مسلمانوں کی غفلت" کے عنوان سے اظہار خیال فرمایا ہے، اس میں مدیر اخبار ہند کی مخالفت کا بھی ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس نے علمائے اہلسنت کے لئے احمق، جاہل، دشمن اسلام، سفیہ، فاسق وغیرہ جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ [۵۲]

اس زمانے میں ایسے بہت سے اخبارات نکل رہے تھے جو قوم پرستوں کے اغراض و مقاصد کی تکمیل میں لگے ہوئے تھے اور جن کو اسلام اور مسلمانوں سے من حیث الجماعت کوئی سروکار نہ تھا، ظاہر ہے ایسے اخبارات کی موجودگی میں دین اسلام کی حمیت اور مسلمانوں میں یکجہتی کا پیدا ہونا بہت دشوار تھا۔ چنانچہ فاضل مدیر مفتی محمد عمر نعیمی ایسے اخبارات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

آج کتنے اخبار نکل رہے ہیں جو بے محابا شرائع و احکام ملت طاہرۂ اسلامیہ کے خلاف زہر افشانی کرتے ہیں، اپنا نام مسلمانوں کا سا ظاہر کرتے ہیں، مسلمانوں میں ان پرچوں کی اشاعت ہوتی ہے، مسلمانوں میں اپنے خیالات فاسدہ کی اشاعت کرتے ہیں، مسلمانوں کے دین و ملت کو بگاڑتے ہیں، جن کے مطالعہ میں یہ پرچے آئیں گے، جن کے دماغوں میں یہ ناپاک مضامین گزریں گے کہاں تک وہ کسی اثر سے متاثر نہ ہوں گے، جہاں لو چلتی ہو اور باد سموم کے طمانچے

---

[۵۱] السواد الاعظم، شمارہ شعبان المعظم ۱۳۵۰ھ صـ ۲۴

[۵۲] السواد الاعظم، شمارہ جمادی الاول ۱۳۵۰ھ صـ ۲۳، ۲۴

Marfat.com

پہم صدمہ پہنچا رہے ہوں وہاں بے پناہ بیٹھنے والوں کی طرف سے کیا امن ہے کہ وہ سب کے سب محفوظ رہیں گے؟ ـــــ تندرستی عزیز ہو تو حفاظت کی ہی جاتی ہے، دین پیارا ہو تو ایسے مخرب اخلاق، دشمن تہذیب، عدو جمیت مضامین کی سمیت سے بچو اور جو پرزہ کاغذ کا ایسا ہاتھ آجائے اس کو جلا دو خاکستر کر ڈالو مبادا کسی دوسرے انسان پر اس بدترین زہر کا اثر ہو۔ [1]

اس اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ فاضل مدیر لٹریچر کی اثر پذیری سے بخوبی واقف ہیں اور اس کا شدید احساس رکھتے ہیں۔ جن ملکوں اور قوموں کی بنیاد نظریاتی ہے وہاں اسی طرح نظریہ کی حفاظت کی جاتی ہے۔

---

[1] السواد الاعظم، شمار صفر المظفر و ربیع الاول ۱۳۵۱ھ، ص ۱۹

Marfat.com

تحریکِ آزادی

اور

السّوادالاعظم

Marfat.com

حیاتِ صدر الافاضل

○

حیاتِ تاج العلماء

Marfat.com

ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

اقبالؔ

Marfat.com

صدر الافاضل

مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی

(سرپرست "السواد الاعظم")

صدرالافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کی ولادت ۲۱ صفرالمظفر ۱۳۰۰ھ (یکم جنوری ۱۸۸۳ء) کو مرادآباد (یو۔پی۔ بھارت) میں ہوئی۔ ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۰ء میں مدرسہ امدادیہ (مرادآباد) سے دستار فضیلت حاصل کی۔ استاد گرامی مولانا شاہ محمد گل رحمۃ اللہ علیہ عارف کامل اور فاضل اجل تھے، فاضل ممدوح کے عشق و محبت اور علمیت و فقاہت کی ایک جھلک ان کی تالیف "ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب مجلس میلاد مصطفیٰ" (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) میں نظر آتی ہے ــــ آپ کا سلسلہ حدیث براہ راست حجاز مقدس سے مربوط ہے، برصغیر پاک و ہند کے دوسرے سلاسل حدیث کے مقابلے میں آپ کو یہ خصوصی امتیاز حاصل ہے ــــ

صدرالافاضل ایسے جلیل القدر استاد کے تلمیذ رشید تھے، وہ علوم عقلیہ و نقلیہ کے ماہر تھے بالخصوص فن حدیث اور علم التوقیت میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ علم طب میں بھی مہارت حاصل تھی اور حکیم شاہ فضل احمد امروہوی سے شرف تلمذ تھا، شاعری میں اپنے والد ماجد استاذ الشعراء مولانا معین الدین نزہت سے فیض حاصل کیا اور نعیم تخلص فرماتے تھے۔ آپ کا دیوان ریاض نعیم شائع ہو چکا ہے۔

صدرالافاضل حضرت شاہ محمد گل علیہ الرحمہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت تھے بیعت کے بعد حضرت شاہ صاحب نے آپ کو حضرت شاہ علی حسین کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۵ھ) کے سپرد کر دیا۔ صدرالافاضل نے آپ سے استفاضہ کیا اور آپ ہی سے خلافت و اجازت حاصل

Marfat.com

کی، آپ ہی کی اجازت سے فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ (م ۱۹۲۱ء) سے بھی خلافت و اجازت حاصل کی۔ صدر الافاضل، فاضل بریلوی کے رازدار اور رمز شناس تھے، آپ نے ان کے مشن کو بڑی کامیابی کے ساتھ آگے بڑھایا اور مسلمانانِ ہند کی سیاسی اور مذہبی امور میں رہنمائی فرمائی۔

۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء میں مراد آباد میں آپ نے مدرسہ انجمن اہل سنت وجماعت کی بنیاد رکھی۔ بعد میں ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء میں اس مدرسہ کا نام جامعہ نعیمیہ قرار پایا۔ اس جامعہ کے فیض یافتہ اور صدر الافاضل کے تلامذہ پاک و ہند میں بہت سے جامعات کے بانی، بہت سی کتابوں کے مصنف اور بہت سے رسالوں کے مدیر ہیں۔ مثلاً یہ حضرات :-

۱- مولانا مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ (بانی مدرسہ بحر العلوم مخزن عربیہ، کراچی) آجکل یہ مدرسہ دار العلوم نعیمیہ کے نام سے ایک ٹرسٹ کے زیر انتظام چل رہا ہے۔

۲- علامہ ابو الحسنات مولانا محمد احمد قادری علیہ الرحمہ ـــــــــ ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان کی منظوری کے وقت اجلاس لاہور میں موجود تھے۔ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس (بنارس) میں شرکت کی۔ ۱۹۴۸ء میں تحریک آزادیٔ کشمیر میں حصہ لیا۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں سرگرمی سے جدوجہد کی جمعیۃ العلماء پاکستان کے پہلے صدر تھے آپ کی تصانیف میں یہ قابل ذکر ہیں :-
تفسیر الحسنات (چھ جلدیں)، ترجمہ کشف المحجوب، شمیم رسالت، شرح قصیدہ بردہ شریف، اوراقِ غم، صبح نور، قراطیس المواعظ، فرشتۂ رحمت، اظہار الاسقام، مظہر الاسرار، التبیان، مونس الاطباء وغیرہ وغیرہ

۳- ابو البرکات مولانا سید احمد قادری (ناظم مرکزی مدرسہ انجمن حزب الاحناف لاہور) آپ ہی کے صاحبزادے علامہ محمود احمد رضوی بخاری شریف کے شارح اور ماہنامہ رضوان (لاہور) کے مدیر ہیں ـــــ

۴- ابو الخیر مولانا مفتی محمد نور اللہ صاحب (بانی مدرسہ دار العلوم حنفیہ، بصیر پور ساہیوال) آپ فتاوی نوریہ کے مصنف ہیں۔ آپ ہی کی سرپرستی میں یہاں سے ماہنامہ نور الحبیب

Marfat.com

نکل رہا ہے۔

۵۔ علامہ پیر محمد کرم شاہ صاحب (دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف) آپ کی تفسیر ضیاء القرآن شہرت عام حاصل کر چکی ہے، آپ کی سرپرستی اور ادارت میں پنجاب کا منفرد علمی اور مذہبی مجلّہ ضیائے حرم بڑی کامیابی سے نکل رہا ہے۔

۶۔ مولانا مفتی محمد حسین نعیمی (بانی جامعہ نعیمیہ، لاہور)
آپ کی سرپرستی و ادارت میں ماہنامہ عرفات نکل رہا ہے۔

۷۔ مولانا مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمہ
آپ کی تالیف تفسیر نعیمی مقبول و معروف ہے۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل تصانیف آپ سے یادگار ہیں۔
علم المیراث، جاء الحق، شان حبیب الرحمٰن، سلطنت مصطفےٰ، دیوان سالک، علم القرآن، اسرار الاحکام، مرآۃ شرح مشکوٰۃ شریف (آٹھ جلدوں میں) نعیم الباری فی شرح البخاری، نور العرفان فی حاشیۃ القرآن، مواعظ نعیمیہ، فتاوی نعیمیہ، اسلامی زندگی وغیرہ۔

راقم الحروف ایام نوعمری میں صدر الافاضل کی زیارت سے مشرف ہوا ہے اور ان کی تقاریر سنی ہیں۔ صدر الافاضل ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء سے بہت قبل مسجد جامع فتحپوری، دہلی کی محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ۱۲ ربیع الاول کی شب کو ہر سال تقریر فرماتے تھے، پھر ۱۲ ربیع الاول کو بعد نماز ظہر بھی تقریر فرماتے تھے۔ اس محفل پاک کے بانی راقم کے والد ماجد حضرت مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء) تھے۔ صدر الافاضل اور آپ کے درمیان نہایت ہی مخلصانہ تعلقات تھے۔ بارہویں شب مبارک کو محفل میلاد میں شرکت فرمانا ہی اس خصوصی تعلق و محبت کی نشاندہی کرتا ہے۔

صدر الافاضل تبلیغ اسلام اور ناموس مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت و حمایت میں ہمہ تن مصروف رہتے۔ اس سلسلے میں آپ نے عیسائیوں اور آریوں سے کامیاب مناظرے فرمائے۔ آپ نے اپنے رسالہ السواد الاعظم میں بھی ان لوگوں کا رد کیا، مثلاً پنڈت دیانند سرسوتی

Marfat.com

کی کتاب ستیارتھ پرکاش کے اسلام اور شارع اسلام پر اعتراضات کے مسکت و مدلل جواب دیے۔ مگر تحریر و تقریر میں کسی مقام پر تہذیب و شائستگی کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ اس جذباتی دور میں یہ خوبی نہایت ہی قابلِ تحسین ہے ——— آپ نے تبلیغ اسلام کے لئے المورڑہ، نینی تال، ہلدوانی وغیرہ کے پہاڑی علاقوں کا دورہ کیا، تبلیغ اسلام کے لئے وہاں قیام فرمایا اور ایک رسالہ "پراچین کال" تحریر فرمایا جو غالباً پہاڑی زبان میں ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی ساتھ ہی ہے ——— اشاعت اسلام کے لیئے اپنے پھیری والوں کے روپ میں اپنے گماشتے بھیجے جنہوں نے گھر گھر جاکر اسلام کو پھیلایا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ علماء بالعموم تبلیغ اسلام سے بے خبر تھے۔ بلکہ ہندو مسلم اتحاد کی باتیں کر رہے تھے۔

۱۹۱۹ء/ ۱۳۳۸ھ اور ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء میں تحریک خلافت، تحریک ترک موالات کے جذباتی دور میں آپ نے تحریر و تقریر کے ذریعہ مسلمانوں تک اسلام کے سچے پیغام کو پہنچایا اور صدر جمعیۃ العلماء ہند کو ہندو مسلم اتحاد کے خطرات سے آگاہ کر کے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے سے روکا۔ ——— پھر دہلی جاکر مولانا محمد علی جوہر کو سمجھایا بالآخر وہ ہندو مسلم اتحاد کی دعوت سے دست بردار ہو کر تائب ہو گئے۔ مولانا محمد اظہر نعیمی اپنے والد ماجد تاج العلماء سے اور وہ صدر الافاضل سے روایت کرتے ہیں کہ ۱۹۳۰ء میں گول میز کانفرنس میں شرکت کیلئے لندن جانے سے قبل مولانا محمد علی جوہر، صدر الافاضل سے ملنے آئے، صدر الافاضل نے پھر ہندو مسلم اتحاد کے نتائج و عواقب کی طرف ان کو متوجہ کیا، اس پر انھوں نے فرمایا:۔

"اگر زندہ رہا تو اس کی تلافی کی کوشش کروں گا۔"

مولانا شوکت علی خود مراد آباد جاکر صدر الافاضل کے دولت کدے پر حاضر ہوئے اور ان کے سامنے ہندو مسلم اتحاد کی حمایت و تائید سے دست کش ہوئے ——— دونوں بھائیوں کو ہندوؤں کی بیوفائی کا شدید احساس تھا۔

گوکل کی تحریک چلائی گئی تو صدر الافاضل نے اس کے مقابلے کے لئے اعاظم و اکابر اہل سنت کو مراد آباد جمع کیا، جہاں ۱۹۲۵ء / ۱۳۴۴ھ میں آل انڈیا سنی کانفرنس (الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ) کی بنیاد رکھی گئی جس کے ناظم اعلیٰ صدر الافاضل منتخب

Marfat.com

ہوئے اور مستقل صدر حضرت محدث علی پوری، پیر سید جماعت علی شاہ علیہ الرحمہ (م ۱۳۷۰ھ ۱۹۵۱ء)

۱۹۲۴ء/۴۳ ۱۳۴۳ھ اور ۱۹۲۵ء/۱۳۴۴ھ کے درمیان شدھی کی تحریک چلی تو اس کی مدافعت کے لیے صدر الافاضل نے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ بریلی میں جماعت رضائے مصطفےٰ قائم کی گئی جس کے تحت اس فتنۂ ارتداد کا مقابلہ کیا گیا، صدر الافاضل نے آگرے کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا اور بالآخر شردھانند کے اس فتنے کا خاتمہ ہو گیا۔

۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء میں مراد آباد سے ماہنامہ السواد الاعظم جاری کیا اور اس کے ذریعہ مذہبی اور سیاسی میدانوں میں مسلمانانِ ہند کی رہنمائی فرمائی، ۱۹۱۲ء اور ۱۹۱۴ء کے درمیان مولوی ابو الکلام آزاد کے البلاغ اور الہلال میں بھی مستقل مضامین لکھتے رہے۔ الہلال کے قلم کاروں میں شبلی نعمانی ——— حسرت موہانی اور سید سلیمان ندوی شامل تھے

اس شعر سے آپ کے عزم و حوصلہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ؎

پھر جنوں کہتا ہے خود کو پا بہ جولاں دیکھیے!

چلیے اٹھیے اب کے پھر وحشت میں زنداں دیکھیے نعیم

۱۹۳۱ء میں دوسری گول میز کانفرنس (لندن) میں جب علامہ اقبال نے تقسیم ہند کی تجویز پیش کی تو آپ نے اس کی پرزور تائید کی اور اس تجویز کے مخالف ہندو اخبارات و رسائل کا خوب تعاقب فرمایا اور اپنے موقف کی حمایت میں نہایت معقول اور دل نشیں دلائل پیش کیے ——— ۱۹۴۰ء/۱۳۵۹ھ جب لاہور میں "قرار داد پاکستان" منظور ہوئی تو اس موقع پر آپ کے تلمیذ رشید مولانا ابو الحسنات محمد احمد علیہ الرحمہ موجود تھے اور جلسہ کے سرگرم کارکن تھے۔ ۱۹۴۶ء میں نواب محمد اسماعیل خاں (صدر یو۔پی مسلم لیگ) کے ذریعہ قائد اعظم کو تار دلوایا کہ جب تک حکومت برطانیہ پاکستان کے مشرقی اور مغربی علاقے کے درمیان ایک بین الاقوامی آزاد علاقہ تسلیم نہ کرلے، تقسیم کی تجویز منظور نہ کریں۔

۱۳۶۶ھ/۱۹۴۶ء میں صدر الافاضل ہی کی کوششوں سے بنارس (بھارت) میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے چار روزہ تاریخی اجلاس ہوئے (یعنی ۲۷ اپریل تا ۳۰ اپریل)

Marfat.com

——اس کانفرنس میں پاک و ہند کے دو ہزار علماء و مشائخ اور ۶۰ ہزار دوسرے حاضرین شریک تھے۔ "قرار داد پاکستان" کی حمایت میں جو تجویز اتفاق رائے سے منظور ہوئی۔اس کے یہ الفاظ قابلِ توجہ ہیں :۔

"آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے۔"

(خطبۂ صدارت جمہوریت اسلامیہ مطبوعہ مراد آباد ۱۹۴۶ء، ص ۲۹)

مطالبہ پاکستان کی حمایت و اشاعت کے لیے صدر الافاضل نے ہندوستان اور پاکستان کے دور دراز علاقوں کا دورہ کیا، حتیٰ کہ مراد آباد سے بنگال تک تشریف لے گئے اور وہاں مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونکی جو آگے چل کر مشرقی پاکستان کی تعمیر و تشکیل میں معین و مددگار ثابت ہوئی۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مذکورہ بالا اجلاس کے بارے میں حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء) کے تاثرات قابل توجہ ہیں——مولانا کی موصوف کی ذات تحریک آزادی ہند میں بڑی اہمیت کی حامل ہے——آپ تحریک خلافت میں علی برادران کے ساتھ رہے——تحریک شدھی میں اس کی سخت مزاحمت کی——بنگال میں مولوی حسین احمد کے مقابلے میں مسلم لیگ کے نمائندے کو کامیاب کرایا——۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء میں لاہور کے تاریخی اجلاس میں قائداعظم کے سامنے قرار داد پاکستان کی حمایت میں پرزور تقریر فرمائی——۱۹۴۵ء میں والیٔ دکن اور قائداعظم کی ملاقات کے لئے راہ ہموار کی،——۱۹۴۶ء میں علماء کا وفد حجاز لے گئے اور حکومت سعودیہ کو پاکستان کی حمایت پر آمادہ کیا——الغرض انہوں نے تنہا وہ خدمات انجام دیں جو ایک جماعت کے بس کی نہ تھیں——ایسا مجاہد جب کوئی بات کہے تو وہ بات معمولی نہیں، بہت وزنی ہے——آل انڈیا سنی کانفرنس (۱۹۴۶ء) کے بارے میں آپ فرماتے ہیں :۔

"میں نے اپنی چوالیس سالہ قومیات کی زندگی میں صدہا کانفرنسیں دیکھیں اور

Marfat.com

بیسیوں خود منعقد کیں لیکن میں کہتا ہوں کہ بنارس کی سنی کانفرنس کی طرح گزشتہ چالیس ۴۰ سالوں میں کوئی کانفرنس بھی نہ ہو سکی۔''

(غلام معین الدین ! حیات صدر الافاضل، مطبوعہ لاہور، ص ۲۰۰)

پاکستان معرض وجود میں آنے کے بعد صدر الافاضل لاہور اور پھر کراچی تشریف لائے، دستوری خاکہ کے لئے آپ سے عرض کیا گیا لیکن اچانک طبیعت ناساز ہوگئی اور واپس ہندوستان تشریف لے گئے اور پھر وہاں ممالک اسلامیہ اور خلافت عثمانیہ کے دساتیر و قوانین کو سامنے رکھ کر پاکستان کے لئے ایک اسلامی دستور کا خاکہ تیار کرنا شروع کیا، ابھی ۱۱ دفعات لکھنے پائے تھے کہ ۱۹؍ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ (۲۲ اکتوبر ۱۹۴۸ء) کو مراد آباد میں وصال فرما گئے۔ مزار مبارک جامعہ نعیمیہ (مراد آباد) کے احاطہ میں واقع ہے۔

صدر الافاضل کی اولاد امجاد میں چار فرزند ہوئے جن کی تفصیل یہ ہے:۔

(۱) مولوی ظفر الدین (۲) مولوی محمد اختصاص الدین۔ (۳) جناب ظہیر الدین (۴) جناب اظہار الدین

السواد الاعظم کے مطالعہ سے اتنا پتا چلتا ہے کہ ۲۱، و ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء کو طاعون کی وبا میں یکے بعد دیگرے دو صاحبزادیاں فوت ہوگئیں۔ اس وقت صدر الافاضل علی پور تشریف رکھتے تھے اور تدفین کے بعد دولت کدے پہنچے اس لئے یہ غم معمولی غم نہ ہوگا۔ دو صاحبزادیاں اور تھیں۔ ایک زوجہ مولوی حکیم سید یعقوب علی (مقیم کراچی) اور دوسری زوجہ حافظ سید حامد علی (مقیم مراد آباد)

صدر الافاضل متبحر عالم اور صاحب بصیرت سیاستداں تھے۔ علمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے الطاری الداری کا مسودہ آپ کو دکھایا۔ اور جب آپ نے بعض ترمیمات کی سفارش کی تو قبول کر لی گئیں ——— آپ نے بیس سال کی عمر میں الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفٰے تصنیف فرمائی۔ ڈیڑھ درجن سے زیادہ کتب و رسائل آپ سے یادگار ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:۔

تفسیر خزائن العرفان، اطیب البیان، مجموعہ فتاوی، تبرکات صدر الافاضل، سوانح کربلا،

Marfat.com

کتاب العقائد، ابتدائی، اسواط العذاب، آداب الاخیار، فرائد النور، کشف الحجاب، التحقیقات لدفع التلبیسات، زاد الحرمین، ریاض نعیم، گلبن غریب نواز، پراچین کال، احقاق حق، ارشاد الانام فی محفل المولود والقیام، القول السدید وغیرہ وغیرہ

صدر الافاضل کی تصانیف مراد آباد سے بھی شائع ہوئیں اور ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور ازہر بک ڈپو کراچی)، مکتبہ اہل سنت (کراچی) نوری کتب خانہ لاہور، اور مکتبہ فریدیہ کراچی نے بھی بعض کتابیں شائع کی ہیں۔

الغرض صدر الافاضل چودھویں صدی ہجری کے ایک جلیل القدر عالم اور ماہر سیاست داں تھے، مذہب و سیاست پران کی بہت گہری نظر تھی پنجاب یونیورسٹی لاہور سے شائع ہونے والی تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند میں پروفیسر عبدالقیوم نے بجا طور پر صدر الافاضل کے لئے ان تاثرات کا اظہار کیا ہے:۔

> مولوی سید نعیم الدین مراد آبادی ایک جلیل القدر عالم دین اور نامور فاضل تھے اور ہزاروں لوگ آپ کے فیض سے بہرہ ور ہوئے، آپ نے خزائن العرفان کے نام سے قرآن کریم کی ایک عمدہ تفسیر لکھی ہے۔ (جلد دوم۔ ص ۴۲۳)

ماخذ و مراجع

احمد رضا خاں : الاستمداد، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۹۱

اقبال احمد فاروقی : حواشی الاستمداد، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۶ء ص ۹۱، ۹۲

سید محمد محدث کچھوچھوی : خطبۂ صدارت جمہوریت اسلامیہ، مطبوعہ بریلی ۱۹۴۶ء ص ۲۹

سید محمد جیلانی : المیزان، امام احمد رضا نمبر، مطبوعہ بمبئی ۱۹۷۶ء ص ۱۸۸

عبدالقیوم پروفیسر : تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، جلد دوم مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء، ص ۴۲۳

غلام معین الدین نعیمی : حیات صدر الافاضل، مطبوعہ لاہور

محمد صادق قصوری : اکابر تحریک پاکستان، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۲۶۶ تا ۲۷۴

Marfat.com

محمد عبدالحکیم شرف قادری : تذکرہ اکابر اہل سنت، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۶ء
محمد مسعود احمد : فاضل بریلوی اور ترک موالات، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، صد ۷۷تا ۸۰
محمد مسعود احمد : مقالہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور) جلد دہم جز پنجم
محمد نعیم الدین مراد آبادی : کتاب العقائد، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۳ء
محمد نعیم الدین مراد آبادی : سوانح کربلا، مطبوعہ کراچی
محمود احمد قادری : تذکرہ علمائے اہل سنت، مطبوعہ کانپور، صد ۲۵۳
السواد الاعظم (مراد آباد) ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء صد ۹تا ۵۷
السواد الاعظم " ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۸ء،
السواد الاعظم " صفر المظفر ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء
السواد الاعظم " رمضان وشوال ۱۳۵۳ھ / ۵-۱۹۳۴ء، صد ۱۳
الہام (بہاولپور) ۲۱ نومبر ۱۹۷۶ء صد ۵، ۶

نوٹ : بعض معلومات مندرجہ ذیل علماء سے حاصل کیں

۱۔ مولانا غلام محی الدین فریدی نعیمی (ابن حکیم غلام احمد فریدی خلیفہ فاضل بریلوی و برادر عم زاد صدر الافاضل)
۲۔ مولانا محمد اطہر نعیمی (ابن مفتی محمد عمر نعیمی تلمیذ رشید صدر الافاضل و مہتمم جامعہ نعیمیہ، مراد آباد)

Marfat.com

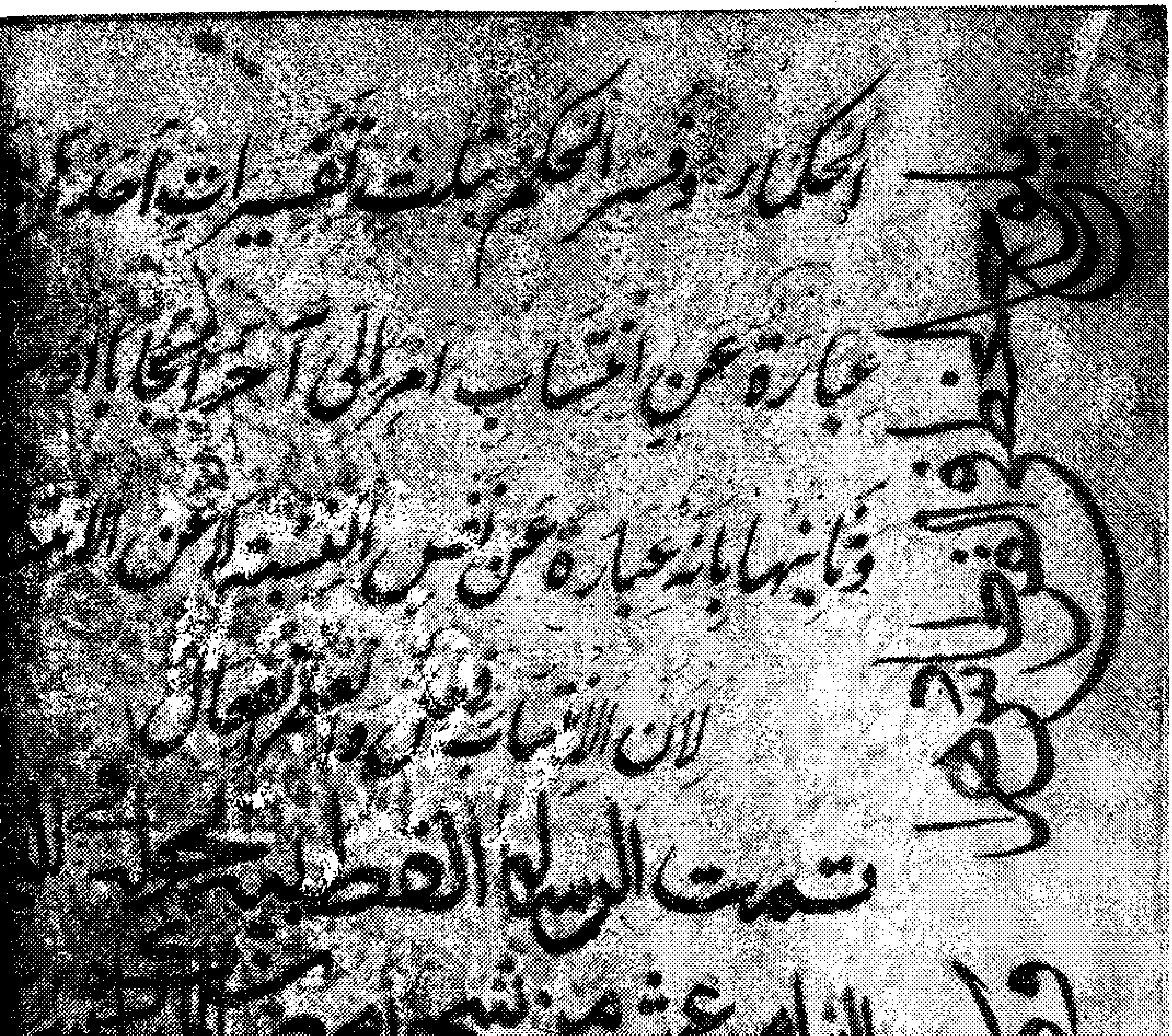

حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ کے خودنوشت رسالہ "قطبیہ" کا آخری صفحہ، محررہ ۲۸، رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء

Marfat.com

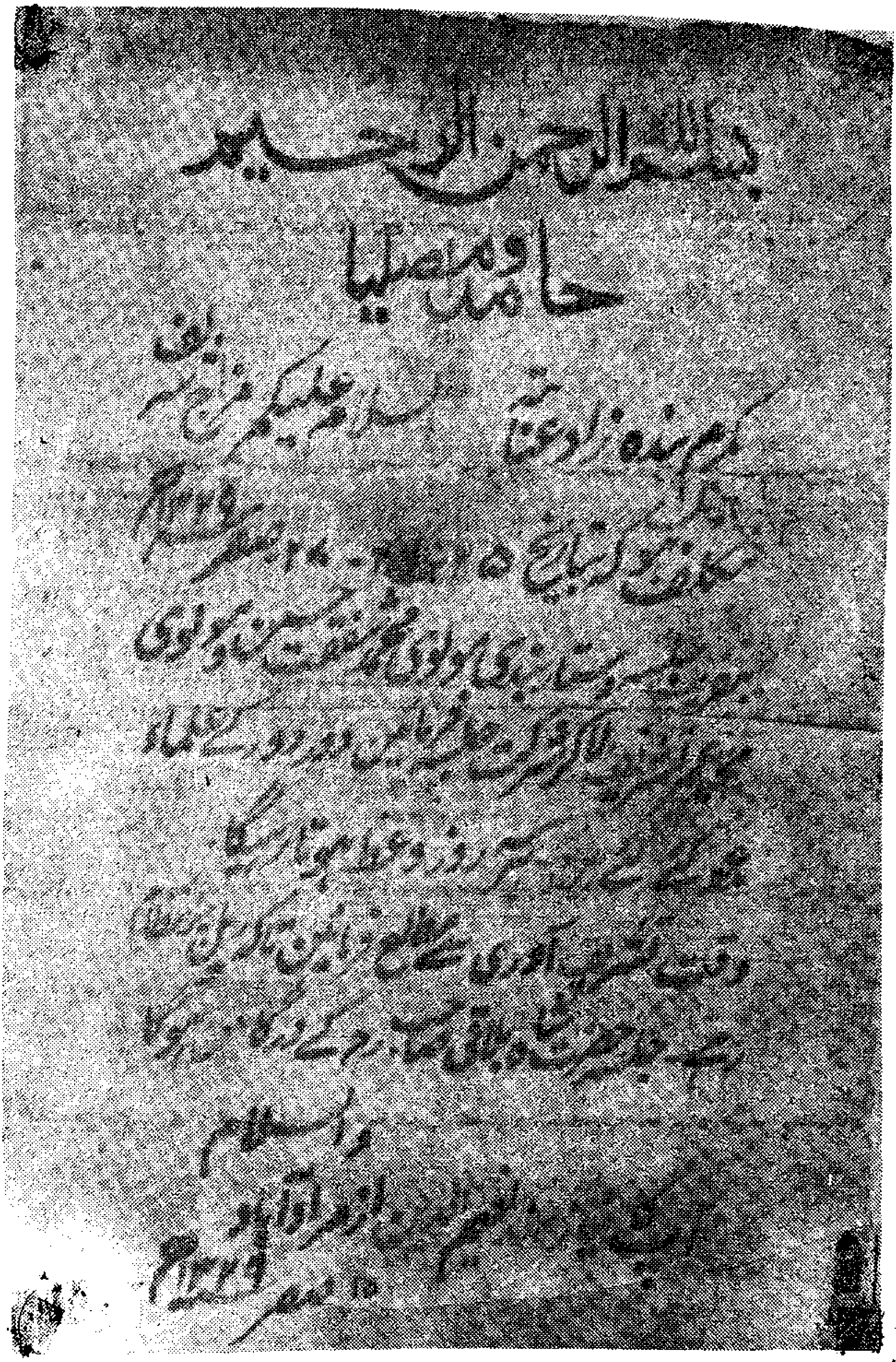

عکس تحریر : صدرالافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ
محررہ ۱۰، صفر المظفر ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء

Marfat.com

تاج العلماء

مولانا مفتی محمد عمر نعیمی

(مدیر "السواد الاعظم")

تاج العلماء مولانا محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ ۲ ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ (اکتوبر ۱۸۹۳ء) کو مراد آباد (یو۔پی۔ بھارت) میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء میں صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ (۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) کی خدمت میں جامعہ نعیمیہ (مراد آباد) حاضر ہوئے اور ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء میں سند فضیلت حاصل کی۔ دستار بندی فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ (م ۱۳۴۰ھ) نے فرمائی۔ اس کے بعد آپ جامعہ نعیمیہ ہی میں مہتمم ہو گئے اور بعد میں شیخ الحدیث بھی ہو گئے ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء سے ۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۱ء تک مسلسل ۴۰ سال مہتمم رہے جس سے آپ کی دیانت اور صدر الافاضل کی نظر میں آپ کی عزت و وقعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء میں حضرت سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمہ (م ۱۳۵۵ھ) کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء میں آپ ہی سے اجازت و خلافت حاصل کی۔

فن فتویٰ نویسی میں تاج العلماء کو ید طولیٰ حاصل تھا، نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک آپ نے درس و تدریس اور فتوی نویسی کے فرائض انجام دیئے۔ اخلاص کا یہ عالم تھا کہ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں بحیثیت وائس پرنسپل تقرر ہو رہا تھا مگر جامعہ نعیمیہ میں معمولی مشاہرہ پر خدمت دین کو اس عہدۂ جلیلہ پر فوقیت دی اور یک سوئی کے ساتھ کام کرتے رہے۔

۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء میں صدر الافاضل کے ساتھ مراد آباد سے اور ۱۳۸۳ھ/ ۱۹۶۳ء

Marfat.com

میں کراچی سے حج بیت اللہ شریف کی سعادت سے مشرف ہوتے ——— ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۸ء
میں ماہنامہ السواد الاعظم (مراد آباد) کے مدیر ہوتے اور بڑی کامیابی اور وقار کے ساتھ
اس کو چلاتے رہے ——— ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء میں جب مراد آباد میں آل انڈیا سنی
کانفرنس قائم ہوئی تو آپ اس کے نائب ناظم ہوتے ——— پھر ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۶ء میں
بنارس کے تاریخی اجلاس میں تحریک پاکستان کی پرزور تائید کی۔

تقسیم ہند کے بعد ۱۹۵۱ء میں ترک وطن کر کے پاکستان آگئے اور کراچی میں سکونت
اختیار کر لی۔ یہاں آپ نے ایک دینی مدرسہ دارالعلوم مخزن عربیہ بحرالعلوم کے نام سے قائم کیا
جس میں آپ خود درس دیتے رہے اور جامعہ مسجد آرام باغ میں اعزازی طور پر خطابت فرماتے
رہے۔ مدرسہ مذکور اب مولانا مفتی سید شجاعت علی قادری کی زیر نگرانی دارالعلوم نعیمیہ کے نام
سے ایک ٹرسٹ کے ماتحت چل رہا ہے اور جامعہ مسجد میں تاج العلماء کے صاحبزادے مولانا
محمد اطہر نعیمی صاحب خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

راقم الحروف تاج العلماء کی زیارت سے مشرف ہوا ہے اور ملاقات بھی کی ہے، تقسیم
ہند سے قبل دہلی میں اور تقسیم ہند کے بعد حیدر آباد سندھ اور کراچی میں ——— ۱۹۵۳ء میں
تحریک ختم نبوت کے دوران جب آپ سنٹرل جیل میں نظر بند تھے تو راقم ہی آپ کا پروانہ رہائی
لے کر جیل پہنچا تھا۔ آپ نے بے حد مسرت کا اظہار فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔

۲۴ ذیقعدہ ۱۳۸۵ھ (۳، مارچ ۱۹۶۶ء) کو آپ نے کراچی میں وصال فرمایا اور مسجد
دارالصلوٰۃ ناظم آباد (کراچی) میں مدفون ہوتے۔

آپ کی اولاد امجاد میں مندرجہ ذیل صاحبزادگان کراچی میں مقیم ہیں :-

(۱) مولانا محمد اطہر نعیمی (۲) حافظ محمد ازہر نعیمی (۳) جناب محمد اطیب نعیمی۔
(۴) مولانا محمد طیب نعیمی (۵) جناب محمد طاہر نعیمی۔

ان کے علاوہ صاحبزادیاں ہیں، زوجہ محمد یوسف علی صاحب (مقیم کراچی) اور زوجہ
محبوب حسین صاحب (مقیم کراچی)

چونکہ تاج العلماء تدریسی، صحافتی اور فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیتے رہے اس لئے

Marfat.com

تصنیف و تالیف کے لئے فرصت نہ مل سکی۔ لیکن اگر السواد الاعظم میں آپ کے مطبوعہ مضامین اور اداریوں کو جمع کیا جائے تو کئی ضخیم مجلدات مرتب ہو سکتی ہیں، اسی طرح اگر آپ کے فتوؤں کو جمع کیا جائے تو وہ بھی کئی جلدوں میں سمائیں۔ سر دست ایک کتاب تفرقہ

اقوام کے عنوان سے ملی ہے جو مراد آباد سے ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء میں شائع ہوئی تھی۔ یہ اگرچہ مختصر ہے لیکن سیاسی حیثیت سے نہایت اہم ہے۔ حضرت تاج العلماء نہایت متوازن اور سلجھی ہوئی تقریر فرماتے تھے، جو دلنشین بھی ہوتی اور دلپذیر بھی، راقم الحروف ان کے ارشادات سے مستفیض ہوا ہے۔ یہ تقاریر بھی جمع کی جاتیں تو ایک قابلِ قدر علمی سرمایہ محفوظ ہو جاتا۔

تاج العلماء نے مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کا ترجمۂ قرآن کنزالایمان اپنے نعیمی پریس مراد آباد سے پہلی بار چھپوا کر شائع کیا۔ پھر صدر الافاضل کے تفسیری حواشی خزائن العرفان کو بھی آپ ہی نے قلم بند کیا۔ صدر الافاضل ارشاد فرماتے رہے اور آپ لکھتے رہے، اس کے بعد یہ بھی چھپوا کر شائع کئے —— پاکستان آنے کے بعد کراچی میں ازہر بک ڈپو کے نام سے ایک کتب خانہ قائم کیا جو تاج العلماء کے انتقال کے بعد قائم نہ رہ سکا —— الغرض تاج العلماء کی ساری زندگی مذہب و ملت کی خدمت میں گزر گئی اور اس شعر کا مصداق بن گئی ؎

شمع کی طرح جئیں بزم گہِ عالم میں
خود جلیں دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

مآخذ و مراجع

۱۔ جمیل احمد نعیمی، مولانا : ترجمانِ اہلسنت (کراچی) شمارہ مارچ ۱۹۷۶ء

۲۔ عبدالحکیم شرف قادری، مولانا : تذکرہ اکابر اہلسنت، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۴۹۶ تا ۴۹۷

۳۔ محمد اطہر نعیمی، مولانا (ابن تاج العلماء علیہ الرحمہ) سے ذاتی طور پر بہت سی معلومات حاصل ہوئیں۔

Marfat.com

سند خلافت و اجازت
مولانا مفتی محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ـــ
جو ۱۶ جمادی الاول ۱۳۴۷ھ ، ۱۹۲۸ء کو حضرت مولانا شاہ محمد حسین الاشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے عنایت فرمائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی سارت هممم اولیائه فی الارض وملکوت السموات من الکون الی الاکوان واعتکفت همومهم بالواحد الحنان المنان الذی لاموجود غیره فی عالم الغیب والامکان فلا یزال منهم کل یوم من یتمم محاسن الاخلاص وبصائر العرفان بالتجلیات من الکشف والعیان داعیا للخلق الی اللہ لیخرجهم من الظلمات الی النور ویقربهم الرب الغفور فی کل آن والصلوۃ والسلام الاتمان الاکملان علی نبی الرحمة شفیع الامة المخصوص بخلافة ربه فی مقام البیعة سیدنا ومولٰنا محمد انسان العیون وعین عیون الانسان خلیفة اللہ الاعظم الی کافة مایکون وماکان وعلی خلفائه الراشدین الذین فازوا بکل مقام الدین المرضی وسعدوا معارج الفضل والاحسان وعلی آله وخلفه الذین یدعون ربهم بالغداوة والعشی وسعدوا فی مناهج الصدق والایقان اما بعد فیقول عبده اضعف [illegible] الاشرفی الجیلانی اصلح اللہ تعالی حاله واحسن عاقبته ومآله ان الدعوة الی الواحد العلام من ارفع طرق الاسلام واوثق عروة الایمان التام ربنا هب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرة اعین واجعلنا للمتقین اماما ربنا واجعل نار النفس علی عبادک بردا وسلاما فانّ الاخ الاعز الطلی التقی العالم الباذل الصادق الزاهد العابد العاشق الطالب المرضی المتوجه الی اللہ [illegible] علیه لما صح تقواه وطلب الاجازة والخلافة منا واستوفر الحظ من صحبتنا توجته بتاج الخلافة واجزت له فی السلسلة العلیة الاشرفیه بانه اذا استقام علی اتباع سید الکائنات علیه افضل الصلوات والتسلیمات واخلص الاوقات للطاعات وتراق عن هواجس النفس والخطرات واعرض عن الدنیا واسبابها ولم یرکن الی ابنائها وابوابها وانقطع من الوساوس بالکلیة واشرق فی قلبه الانوار القدسیه والاسرار الملکوتیه وفتح باب النعم فی التفریعات الالٰهیه آن یتوج بتاج الخلافة الطالبین الصادقین ویلقن التوبة للمریدین المخلصین ویاخذ البیعة علی یدیه ممن طلب منه الطریق المبین ویجلسهم فی الاربعین ویعمم برکات الذکر والفکر والمراقبة والشغل والورد والوعظ والنصح لکافة المحبین کما اجازنی والبسنی لباس الخلافة وتوجنی بتاج السعادة واعطانی ما اعطانی شیخنا آیة من الآیات الالٰهیه والبینات الربانیه فاحت فی الاقطار نفحاته ولاحت فی الآفاق کراماته شیخ المشایخ مرشد الانام حامی الحرمین الشریفین ابن غوث الثقلین سیدنا ومولٰنا [illegible] الاشرفی الجیلانی صاحب السجادة الاشرفیه فی حضرة کچھوچھه المقدسه دامت برکاتهم العلیه بسنده الشریف المتصل الی غوث العالم قارن السلطنة السمنانیه سلطان المملکة الربانیه "محبوب یزدانی" المخدوم السلطان السید اشرف "جہانگیر" السمنانی قدس سره النورانی رضی اللہ تعالی عنه وارضاه عنی فی السلاسل العلیة القادریة والچشتیة والنقشبندیه وغیرها من سلاسل اولیاء اللہ تعالی خصوصاً فی السلسلة القادریة المنوریة التی قلیلة الواسطة فی السلاسل الموجودة القادریه فنذکر اسماء اکابرها لیکون وسیلة لوصالها فوصل الی هذا الفقیر المعترف بالعجز والتقصیر عن شیخ الطریقة الشیخ محمد امیر الکابلی رحمة اللہ علیه عن غوث الکاملین عبد الکریم الملقب بصاحب جی المعروف بملّا اخوند فقیر رامپوری عن شیخ الطریقة سید السادات سیدنا السید منور المعمر الٰه آبادی وهو بوسیلة حضرت شاه دوله خلیفة غوث الثقلین سیدنا الشیخ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ تعالی عنهم الی حضرة النبی الکریم علیه الصلوة والتسلیم وغیرها من السلاسل العلیه المفخمة والشجرات العظیمه سندا الی حضرة هذا النبی الکریم الرؤف العزیز الرحیم

شجرة طیبة اصلها ثابت وفرعها فی السماء

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب السماء والصلوۃ والسلام علی اعظم خلفائه سیدنا محمد نبی الانبیاء

والحمد للہ رب العٰلمین فقط

Marfat.com

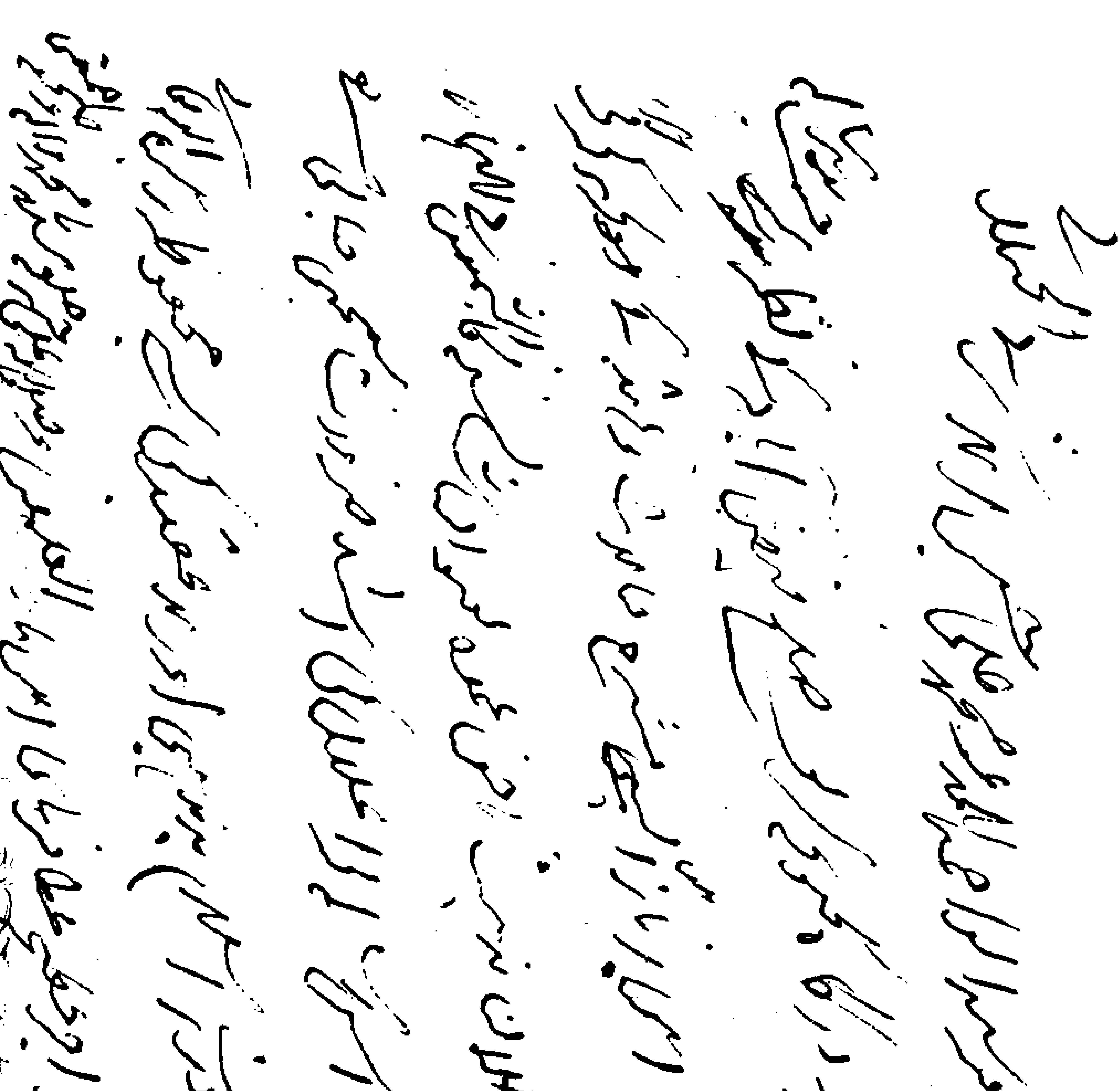

عکس تحریر : حضرت مولٰنا شاہ محمد علی حسین الاشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین آستانہ روح آباد درگاہ کچھوچھہ شریف (ضلع فیض آباد ۔ یو ۔ پی ، بھارت)

Marfat.com

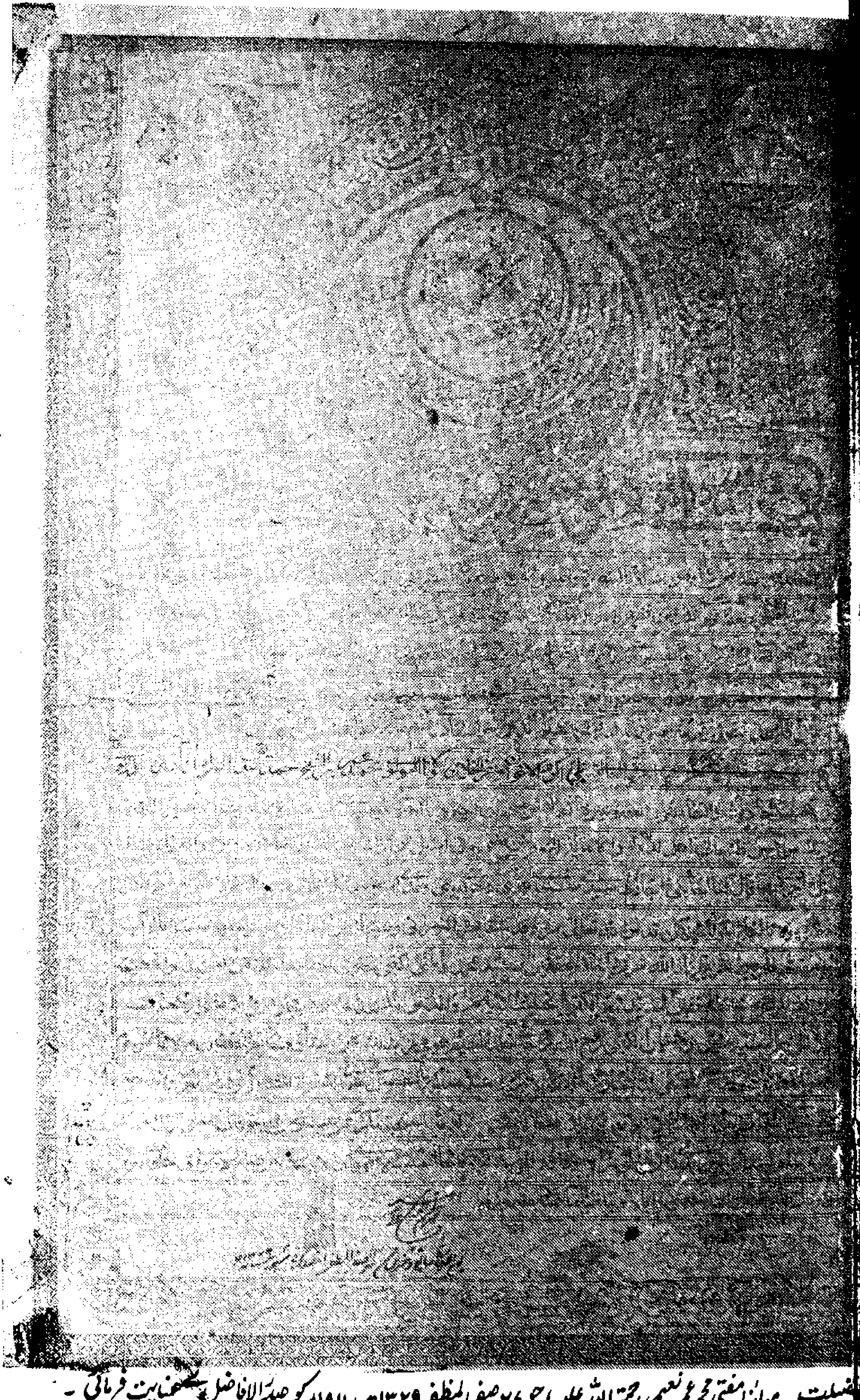

ضیلت : مولنا مفتی محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، جو ۲، صفر المظفر ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء کو صدر الافاضل نے عنایت فرمائی ۔

Marfat.com

الحمد للہ

رسالہ مبارکہ

تفرقہ اقوام

مصنفہ

حضرت مولنا مولوی عمر نعیمی صاحب دامت برکاتہم

مرادآبادی

مطبوعہ نعیمی پریس مرادآباد

سنہ ۱۹۲۶ء

سرورق : رسالہ "تفرقۂ اقوام" مصنفہ مولنا مفتی محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ مرادآباد ۱۹۲۷ء

Marfat.com

پس منظر

ماہنامہ "السوادالاعظم" نے پاک و ہند میں اسلام کی نشاۃِ ثانیہ اور مسلمانوں کی ملّی وحدت کے لئے جن سیاسی حالات میں اپنی ہمہ گیر تحریک کا آغاز کیا، اُن کا ایک مختصر تاریخی جائزہ۔

Marfat.com

Marfat.com

متحدہ قومیّت

۱۔ مقاصد

انڈین نیشنل کانگرس کے اجلاس منعقدہ ۱۸۸۵ء میں کانگرس کے مقاصد جلیلہ میں ایک مقصد یہ بتایا گیا تھا کہ ہندوستان کی ساری آبادی کو ایک قوم بنایا جائے یعنی ایک ایسی "قومیت" کی تشکیل کی جائے جس کی بنیاد جغرافیائی حدود پر ہو[ا] ــــــ ۱۹۲۶ء میں پنڈت جواہر لال نہرو نے اس خواہش کا اعادہ کرتے ہوئے کہا :۔

"ہندوستان ایک متحدہ قومیّت ہو" [۲]

اور اسی "متحدہ قومیت" کے بارے میں مسٹر گاندھی نے کہا تھا کہ ہندو مسلم تہذیبوں کے امتزاج سے "متحدہ قومیت" کی تہذیب مرتب ہو گی۔" [۳]

لیکن حقیقت میں یہ "متحدہ قومیت"، "ہندو قومیّت" کی ایک دل ربا شکل تھی جس کی بنیاد ان چھ ستونوں پر رکھی گئی :۔

[ا] غالباً اسی خیال کے زیر اثر مولانا عبید اللہ سندھی نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا تھا :۔

"میرا یہ فیصلہ قطعی ہو گیا ہے کہ مجھے اسلام کی حفاظت کے لئے ہندی مسلمانوں کے اسلام کو نیشنل کانگرس کا جزو بنا دینا چاہیئے۔"

(بنام ڈاکٹر چوتھ رام، مطبوعہ نقوش، مکاتیب نمبر، حصہ اول، صہ ۳۱۲)

مولانا حسین احمد نے جنوری ۱۹۳۸ء کے ایک اجلاس میں دہلی میں فرمایا تھا :۔

"موجودہ زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں۔"

(اخبار مدینہ، بجنور، ۲۱ فروری ۱۹۳۸ء)

ڈاکٹر اقبال نے اس تصور کو اسلام کے منافی خیال کیا اور وہ مشہور اشعار ارشا

Marfat.com

۱۔ ایک ملک (یعنی بھارت ورش)

۲۔ ایک قوم (یعنی ہندوستانی یا ہندو)

۳۔ ایک زبان (یعنی ہندی بخط ناگری)

۴۔ ایک تہذیب (یعنی ہندو تہذیب)

۵۔ ایک مذہب (یعنی ہندو مذہب یا دینِ الٰہی جیسا کوئی نیا مذہب)

۶۔ ایک آئین (یعنی فلسفۂ گاندھی)

ان ارکان ستہ کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ "متحدہ قومیت" کا اصل مقصود اسلامی آثار اور نشانیوں کو مٹانا، اسلامی تہذیب و تمدن، اسلامی دستور شریعت اور اسلامی اخوت و محبت، کو ضعیف کرنا تھا ـــــ مگر اس کا ایک نفسیاتی سبب ہے، جس کو فرانس کے مشہور مستشرق گارسین دیتاسی نے اس طرح بیان کیا ہے:۔

ہندو تعصب کی وجہ سے ہر ایک ایسے امر کے مزاحم ہوتے ہیں۔ جو ان کو مسلمانوں کی حکومت کا زمانہ یاد دلاتے۔ [۱]

اور اس حقیقت کی تصدیق ایک جن سنگھی لیڈر کے بیان سے ہوتی ہے، اردو زبان پر تبصرہ کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں:۔

اردو ایک غیر ملکی زبان ہے، اور یہ ہماری غلامی کی مظہر ہے، اسے صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہیئے۔ [۲]

بقیہ حاشیہ ص۶۹ فرمائے جو ارمغان حجاز کے آخر میں شامل ہیں۔ پھر جغرافیائی حدود اور مسلمان کے عنوان سے مقالہ لکھا جو اخبار احسان میں شائع ہوا۔ بعد میں سوانح قائد اعظم محمد علی جناح (مرتبہ عبدالعزیز، مکتبہ لیگ، بمبئی) میں شامل کیا گیا۔ مولانا حسین احمد نے اس کے جواب میں ایک مضمون متحدہ قومیت اور اسلام لکھا جو ڈاکٹر اقبال کے انتقال کے بعد شائع ہوا۔ (مسعود)

[۲] رسالہ جامعہ، اکتوبر ۱۹۲۶ء [۳] اخبار ہریجن ۲۹ اکتوبر ۱۹۳۸ء

---

[۱] عبدالستار صدیقی: گارساں دتیاسی کے تمہیدی خطبے، ص ۳۱

[۲] کیپٹن محمد حامد، "اپنے دشمن کو پہچانئے" مشمولہ ضیائے حرم لاہور۔ اکتوبر ۱۹۷۶ء، ص ۸۲

Marfat.com

اب ہم مندرجہ بالا ارکان ستہ کے بارے میں بالترتیب حقائق و شواہد پیش کرتے ہیں تاکہ جس نتیجے پر ہم پہنچے ہیں اس کو سمجھنے میں آسانی ہو اور ہر بات تاریخ کی روشنی میں واضح ہو جائے ۔

۱۔ ایک مُلک

"متحدہ ہندوستان" کانگرس کے اہم مقاصد میں سے ایک تھا جس کے لئے وہ اب تک کوشاں ہے، یہ بات ڈھکی چھپی نہیں بلکہ اتنی واضح ہے کہ اس کے لئے کسی دلیل و برہان کی حاجت نہیں ـــــ مسٹر گاندھی نے بھارتیہ ساہتیہ پریشد کے اجلاس منعقدہ ۲۴ اپریل ۱۹۳۵ء کی صدارت کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا وہ ابتدا سے انتہا تک کانگرس کی مساعی کا نچوڑ ہے، انہوں نے فرمایا :-

> ہم سری نگر سے کنیا کماری تک اور کراچی سے لے کر
> ڈبرو گڑھ تک جو پردیش ہے اسے ایک مانتے ہیں
> اور اس کے لوگوں کو ایک پرجا سمجھتے ہیں ۔ ؎۱

اس ذہنیت کا اظہار تقسیم ہند کے بعد بھی بار بار ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ ۱۹۶۵ء میں جب لال بہادر شاستری (وزیر اعظم ہند) کے لئے رام لیلا گراؤنڈ دہلی میں تعزیتی جلسہ ہوا اور جس میں پاکستانی وفد بھی موجود تھا، دہلی کے میئر جناب نورالدین بیرسٹر مرحوم نے بے ساختہ فرمایا کہ "جغرافیائی اعتبار سے ہندوستان اور پاکستان ایک ہی ہیں" ـــــ یعنی تقسیم غیر فطری اور ذہنی طور پر ناقابلِ تسلیم ہے ـــــ بہر کیف اس قسم کے خیالات کا اظہار ذمہ دار حضرات کی طرف سے کیا جاتا رہا ہے۔ یہ حقائق اس بات کی شہادت دیتے کہ مسٹر گاندھی جس "متحدہ ہندوستان" اور "متحدہ قومیت" کا پرچار کرتے تھے وہ دلوں سے اب تک محو نہیں ہوا ـــــ اور حقیقتوں کو اب تک تسلیم نہیں کیا گیا ۔

؎۱ ماہنامہ جامعہ (دہلی) مئی ۱۹۳۹ء

Marfat.com

۲۔ ایک قوم

بعض متشدد ہندو لیڈروں کے بیان سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کے لئے ہے، مسلمانوں کی حیثیت ثانوی ہے، چنانچہ مشہور ہندو مہاسبھا لیڈر پرمانند نے اجمیر شریف کے مہاسبھا سیشن میں کہا:۔

"ہندوستان صرف ہندوؤں کی سرزمین ہے، یہاں رہنے والے مسلمان اور عیسائی صرف مہمان کی حیثیت رکھتے ہیں انہیں اس وقت تک یہاں رہنے کی اجازت دی جا سکتی ہے جب تک مہمان بن کر رہیں۔" [1]

اسی طرح راشٹریہ سیوک سنگھ کے کیمپ کا افتتاح کرتے ہوئے مسٹر کیشور آپٹے نے کہا:۔

"ہندوستان کے اصل باشندے صرف ہندو ہیں، مسلمان ہندوستان کے شہری نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ عرب سے آئے ہیں اور آج بھی اسی مذہب اور عقیدے پر قائم ہیں مسلمانوں کو اگر ہندوستان میں رہنا ہے تو ہندوستانی تہذیب و تمدن کو اپنانا ہوگا، ہندوستان، ہندوؤں کا ملک ہے اور ہندی، ہندوؤں کی زبان۔" [2]

اس میں شک نہیں کہ یہ خیالات متشدد ہندوؤں کے ہیں، جو اعتدال کے راستے پر چل رہے تھے ان کے یہ خیال نہ تھے، لیکن اس میں خلوص سے زیادہ مصلحت کو دخل تھا، جس کا اندازہ آگے چل کر تاریخی شواہد سے ہو جائے گا۔

---

[1] ایضاً ، ۸۰
[2] کوہستان (راولپنڈی) ۲۱ جولائی ۱۹۶۷ء

Marfat.com

دسمبر ۱۹۴۸ء میں جن سنگھ لیڈر کھارے نے ایک تقریر میں کہا :-

> پاکستان کو ختم کر کے اسے دوبارہ بھارت دیش کا ایک حصہ بنایا جائے۔ [1]

ان خیالات کی روشنی میں ۱۹۷۰ء میں ہونے والے مشرقی پاکستان کے سانحہ کو دیکھا جائے تو بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے —— کہنے والے تشدد پسند تھے مگر کرنے والے اعتدال پسند —— اس سانحہ سے اعتدال پسندی کا راز معلوم ہو سکتا ہے۔

---

[1] کیپٹن محمد حامد" اپنے دشمن کو پہچانیے" مشمولہ ضیائے حرم (لاہور) اکتوبر ۱۹۷۶ء ص ۸۱

Marfat.com

۴- ایک زبان

ملک و قوم کی تعمیر و تشکیل میں "زبان" جو اہم کردار ادا کرتی ہے، اس سے ہندوستان کے ہندو روزِ اول سے بخوبی واقف تھے۔ اور یہ ان کے سیاسی شعور کی پختگی کی دلیل ہے۔ زوال و سقوطِ سلطنت مغلیہ (۱۸۵۷ء) ہندوؤں کے ملی عروج کا نقطۂ آغاز تھا۔[۱] انہوں نے اس انقلاب کے فوراً بعد اپنی ملی تعمیر و تشکیل کے لئے کوششیں شروع کر دی تھیں، چنانچہ ۱۸۶۷ء میں صوبہ بہار میں سرکاری دفاتر میں اردو کی جگہ کیتھی رسم الخط اور پھر اترپردیش میں ناگری رسم الخط جاری ہوا۔ اور ہندی زبان کی تحریک شروع ہوئی، جس کو دیکھ کر بنارس کے کمشنر شیکسپیر سے سرسید احمد خاں نے یہ بات کہی:

> یہ پہلا موقع تھا جب مجھے یقین ہو گیا کہ اب ہندو مسلمان کا بطور ایک قوم کے ساتھ چلنا اور دونوں کو ملا کر ایک قوم بنانے کی کوشش کرنا محال ہے۔[۲]

اس کے علاوہ نواب محسن الملک کے نام ایک خط میں سرسید احمد خاں نے یہ پیشن گوئی کی تھی کہ ہندوؤں کا یہ رجحان ایک دن ہندوؤں اور مسلمانوں کو الگ الگ کر دے گا۔[۳]

---

[۱] جس طرح سیاسی سطح پر انقلاب ۱۸۵۷ء ہندوؤں کے لئے پیغام حیات ثابت ہوا۔ اسی طرح مسلمانوں کے ایک خاص مکتبِ فکر کے لئے (جس کو سلطنت مغلیہ میں سازگار ماحول نہ مل سکا۔) مذہبی سطح پر پیام زندگی لے کر آیا ——— اسی طرح ۱۹۲۴ء میں زوال و سقوط خلافت عثمانیہ سے ایک طرف ہندوستان میں ہندوؤں کی سیاست پروان چڑھی تو دوسری طرف ہندوستان اور ممالک اسلامیہ میں اس مکتبِ فکر کو عروج ملا۔ مسعود

[۲] صلاح الدین ناسک: تحریک آزادی ص ۱۷۲

[۳] قومی زبان (کراچی)، دسمبر ۱۹۷۶ء ص ۲۹

Marfat.com

اردو کو ختم کرنے کے لئے ہندوؤں نے بنارس میں ایک قومی مجلس قائم کی، بابو فتح نرائن سنگھ کا مکان اس تنظیم کا مرکز تھا، مختلف شہروں میں اس تنظیم کی ذیلی کمیٹیاں اور سبھائیں قائم کی گئیں ـــــ ۱۸۸۲ء میں اردو کے خلاف بھرپور کوشش کی گئی، شمال مغربی اضلاع اور پنجاب کے ہندوؤں نے اردو زبان اور فارسی خط کے خلاف اپنی سعی کوشش کی جس کے جواب میں پنجاب میں انجمن حمایت اردو قائم کی گئی ـــــ ۱۸۹۸ء میں گورنر اضلاع شمال مغرب و اودھ سر انٹونی میکڈانل کی خدمت میں سربر آوردہ ہندوؤں نے ایک محضر نامہ پیش کیا جس میں کہا گیا تھا کہ عدالتوں، کچہریوں اور سرکاری دفتروں میں اردو زبان اور فارسی رسم الخط کے بجائے بھاشا اور ناگری رسم الخط کو جاری کیا جائے [۱]

اس پس منظر میں اب ان حقائق کو دیکھا جائے ـــــ ۱۹۲۰ء کے لگ بھگ مسٹر گاندھی نے مدارس میں ہندی زبان کو رائج کرنے کی کوشش کی اور مارواڑیوں نے اس کام کیلئے ان کو پچاس ہزار روپیہ فراہم کیا۔ مسٹر گاندھی کے بیٹے مسٹر دیوداس گاندھی نے ہندی کی ترویج کے لئے مدتوں صوبہ مدراس میں قیام کیا اور شہر مدراس میں ہندی پرچار کا ایک مستقل مرکز قائم کیا ـــــ [۲]

مسٹر گاندھی نے یہی کچھ نہیں کیا بلکہ مدیر معارف لکھتے ہیں :-

مسٹر گاندھی فرماتے ہیں کہ اردو اور ہندی ایک ہی ہے صرف رسم الخط کا فرق ہے، امید ہے ہندوستان کے مسلمان، بڑی آبادی کی سہولت کیلئے بہ تکلیف گوارہ کر لیں گے اور دیوناگری بہ مسرت تمام سیکھ لیں گے [۳]

---

[۱] الطاف حسین حالی، حیات جاوید صـ ۱۶۵، ۱۶۶

[۲] معارف (اعظم گڑھ) جون ۱۹۲۰ء، صـ ۳۲۸

[۳] کہا جاتا ہے کہ مسٹر گاندھی نے یہ بھی فرمایا کہ "اردو مسلمانوں کی مذہبی زبان ہے، قرآن کے حروف میں لکھی جاتی ہے۔ مسلمان بادشاہوں نے اسے اپنے زمانہ حکومت میں بنایا اور پھیلایا تھا۔" (قومی زبان کراچی) دسمبر ۱۹۷۶ء، صـ ۲۰

Marfat.com

مسٹر گاندھی نے مسلمانوں سے یہ توقع اس لئے کی کہ وہ اس سے پہلے ہندوؤں کی خوشنودی کی خاطر گائے کی قربانی چھوڑنے کے لئے تیار ہو گئے تھے، اور نہ معلوم کن کن باتوں کے لئے تیار ہو گئے تھے اور بہت کچھ کر کے بھی دکھا دیا تھا، اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

ایک طرف تو مسٹر گاندھی واشگاف الفاظ میں اپنے مدعا کا اظہار فرماتے ہیں اور دوسری طرف مولانا ابو الکلام آزاد اس کی بڑی حسین تاویل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:-

زبان کی تعلیم سے مقصود یہ ہے کہ جس قدر مسلمان طلبہ ہیں ان کو ہندی یعنی دیوناگری رسم الخط اور اس کے خاص لٹریچر کی تعلیم دی جائے اور اسی طرح جس قدر ہندو ہوں ان کو اردو زبان رسم الخط کی تعلیم دی جائے تاکہ زبان کا تفرقہ دور ہو جائے۔ [1]

واردھا اسکیم بنائی گئی جس نے مخلوط تعلیم کی سفارش کی، موسیقی کو لازمی مضمون قرار دیا گیا، اسکولوں کا نام ودیا مندر تجویز کیا گیا، اور بقول شیر بنگال فضل الحق مرحوم ہر تقریب میں ہندوستان کا ترانہ وندے ماترم گایا گیا۔ [2] ہندی زبان کو رائج کیا گیا اور مدراس میں اس کو

---

[1] محمد ابرار صدیقی؛ ترک موالات، مدینہ پریس بجنور ۱۹۲۰ء ص ۳۶

[2] اس ترانے کے مطالعہ سے کانگرس کی آرزوؤں، تمناؤں، ارادوں اور سیاسی حکمت عملی ——— کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ بھی پتا چلتا ہے کہ یہ حکمت عملی اسلامی روح سے کس قدر متضاد تھی ——— مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس ترانے کے چند بول پیش کر دیے جائیں ——— اس میں زمین وطن کو خطاب کر کے کہا گیا ہے۔

ا۔ کیا اتنی قوت ہوتے ہوئے بھی
اے ماں تو کمزور ہے
تو ہی ہمارے بازوؤں کی قوت ہے
میں تیرے قدم چومتا ہوں

باقی اگلے صفحہ پر

Marfat.com

لازمی مضمون قرار دیا گیا[1] ـــــــ اسی زمانے میں ۸، ۹، اکتوبر ۱۹۳۸ء کو قائداعظم کی صدارت میں مسلم لیگ کا اجلاس ہوا تو اس میں انہوں نے اس خطرے سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا :-

"اردو کا خاتمہ کر کے سنسکرت آمیز ہندی، ہندوستان کی عام زبان قرار دی جا رہی ہے۔"[2]

بقیہ حاشیہ ص۷۶

تو دشمن کے لشکر کی غارت گر ہے، میری ماں

ب۔ تو ہی میرا علمؒ ہے، تو ہی میرا دھرم ہے
تو ہی میرا باطن ہے، تو ہی میرا مقصد ہے
تو ہی جسم کے اندر کی جان ہے
تو ہی بازوؤں کی قوت ہے
دلوں کے اندر تیری ہی حقیقت ہے
تیری ہی محبوب مورتی ہے
ایک ایک مندر میں

ج۔ لہلہاتے کھیتوں والی مقدس
موہنی آراستہ و پیراستہ
بڑی قدرت والی، قائم و دائم ماں
میں تیرا بندہ ہوں

(صدیق علی خاں : بے تیغ سپاہی، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۱ء ص ۲-۱۴۱)

[1] قومی زبان (کراچی) دسمبر ۱۹۷۶ء

[2] قومی زبان (کراچی) دسمبر ۱۹۷۶ء ص ۲۵

نوٹ :- ۱۹۳۷ء میں لکھنؤ میں مسلم لیگ کونسل کے اجلاس منعقدہ ماہ اکتوبر میں قائداعظم نے بابائے اردو مولوی عبدالحق مرحوم کو دعوت دی تھی۔ اس اجلاس میں مولوی

باقی اگلے صفحہ پر

Marfat.com

یہ بات غلط نہیں کہی تھی، تقسیم ہند کے بعد جو کچھ ہوا ہمارے سامنے ہے، اور ہندوستان سے جس زبان میں ہم خبریں سنتے ہیں، تقسیم سے قبل وہ زبان سننے میں نہیں آئی تھی۔

مشہور ہندو لیڈر گوالکر نے واضح الفاظ میں کہا:-

"ہندوستان میں رہنے والے غیر ہندو افراد کو ہندو تہذیب اور زبان کو اپنا لینا چاہیئے" ۔ ؎۱

اسی طرح جن سنگھ کے ایک لیڈر نے کہا:

"اردو ایک غیر ملکی زبان ہے اور یہ ہماری غلامی کی مظہر ہے، اسے صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہیئے، اردو ملیچھوں (نجس اور گندے لوگوں) کی زبان ہے جس نے ہمارے قومی مقاصد کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ کیونکہ یہ ہندوستان میں مقبول ہوتی جا رہی ہے" ؎۲

مندرجہ بالا اقتباسات سے ہندی کے مسئلے پر اعتدال پسند اور تشدد پسند دونوں حضرات کی آراء کا اندازہ ہو جاتا ہے اور ان کی نیتوں کا پتا چل جاتا ہے ــــــ یہ عجیب اتفاق ہے کہ پاکستان کے جن صوبوں میں اردو کے خلاف نفرت کی مہم چلائی گئی وہاں ہندو موجود ہیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جو ذہنیت پاکستان وجود میں آنے سے قبل مصروف کار تھی ــــــ بعد میں بھی اپنے مشن کی تکمیل کے لئے کوشاں رہی ـــ

بقیہ حاشیہ ص۷۳

صاحب کی یہ قرارداد ضروری ترمیم کے بعد پاس ہوئی:-

"ہر ممکن کوشش کی جائے گی کہ اردو تمام ہندوستان کی عام زبان ہو جائے۔

(قومی زبان، دسمبر ۱۹۷۶ء، ص ۱۲)

؎۱ ضیائے حرم (لاہور)، اکتوبر ۱۹۷۶ء، ص ۸۱

؎۲ ایضاً، ص ۸۲

Marfat.com

اردو کے بارے میں سندھ کے جلیل القدر عالم اور سابق وائس چانسلر سندھ یونیورسٹی، سندھ علامہ آئی۔آئی قاضی مرحوم نے ۱۹۳۸ء میں یوم اردو کے موقع پر کراچی میں جن افکار و خیالات کا اظہار فرمایا وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ پاکستان کے تمام محبانِ وطن ان خیالات کو اپنے سینے سے لگائیں۔ علامہ مرحوم فرماتے ہیں :-

> ان لوگوں کے نزدیک جن کے پاس آنکھیں ہیں، اردو ایک علامت ہے، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، آفاقیت کی بین الاقوامیت کی اور دنیا کے تین عظیم تمدنوں کے نقطۂ اتصال کی ——— ہندی الہانوی تمدن، سامی تمدن اور منگول تمدن ——— اور یوں یہ ایشیا کی عوامی زبان ہونے کی حیثیت رکھتی ہے، یہ ایسی اساسی زبانوں میں سے ایک ہے کہ جس سے بول چال کی عالمی زبان پیدا ہونی چاہیے[۱]

علامہ مرحوم جس زبان کو "ایشیا کی عوامی زبان" کہہ رہے ہیں اور جس کے متعلق مستقبل میں "عالمی زبان" ہونے کی پیش گوئی فرما رہے ہیں، اس کا پاکستان میں ناگفتہ بہ حالات سے دوچار ہونا اسی ذہنیت کی کار فرمائی کا نتیجہ ہو سکتا ہے جس کو ہم نے شرح و بسط کے ساتھ اوپر بیان کیا ہے ——— یہ ذہنیت خالص ہندوستانی ہے، اس کو نہ پاکستان سے کوئی تعلق ہے اور نہ نظریہ پاکستان سے ——— لیکن علاقائی زبانوں کی اپنی جگہ پروان چڑھنے والی بات معقول ہے، نامعقولیت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ان کو اردو کے مقابل لایا جاتا ہے!

---

[۱] فکر و نظر (اسلام آباد)، ستمبر و اکتوبر ۱۹۷۶ء، ص ۱۸۴-۱۸۵

Marfat.com

۴۔ ایک تہذیب

مسٹر گاندھی نے متحدہ قومیت جدید تہذیب و تمدن کے بارے میں کہا تھا کہ ہندو مسلم

تہذیبوں کے امتزاج سے متحدہ قومیت کی تہذیب مرتب ہو گی۔[۱]

تین پاؤ دودھ میں اگر ایک پاؤ پانی ملایا جائے تو پھر اس کو دودھ ہی کہیں گے۔ نہ کوئی اس کو پانی کہے گا اور نہ شربت۔ ظاہر ہے جس تہذیب میں غالب عنصر ہندو تہذیب کا ہوتا وہ تہذیب ہندو تہذیب نہ ہوتی تو کیا ہوتی؟ —— مگر بعض مسلمان غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔ چنانچہ اخبار الجمعیۃ نے لکھا ہے:۔

اس اعتبار سے آج ہم ایک نئے اور زندہ تمدن کی تعمیر میں مصروف ہیں، ہماری سیاسی اور سماجی جدوجہد اس نئے تمدن کا پیش خیمہ ہے۔[۲]

یو۔ پی کے وزیر تعلیم سوامی سمپورنانند نے بھی اس نئے تمدن و تہذیب کا ذکر کیا تھا[۳] لیکن حقیقت میں یہ ہندو تہذیب و تمدن ہی کا دوسرا نام ہے۔ چنانچہ متشدد ہندو لیڈروں نے واضح الفاظ میں اس حقیقت کو بیان کر دیا ہے۔ مسٹر گوالکر کہتے ہیں:۔

"ہندوستان میں رہنے والے غیر ہندو افراد کو ہندو تہذیب اور زبان کو اپنا لینا چاہیئے۔"[۴]

اسی طرح مسٹر کشور آپٹے کہتے ہیں:۔

مسلمانوں کو اگر ہندوستان میں رہنا ہے تو انہیں ہندو بن کر رہنا ہے اور ہندو تہذیب و تمدن کو اپنانا ہو گا۔[۵]

[۱] اخبار ہریجن ۲۹ اکتوبر ۱۹۳۸ء

[۲] اخبار الجمعیۃ (دہلی) رجب ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء

[۳] مولانا رازی، متحدہ قومیت اور اسلام، مطبوعہ لاہور ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء (بحوالہ پرطبیبون و مدینہ) ص ۶،۷

[۴] ضیائے حرم (لاہور)، اکتوبر ۱۹۷۶ء ص ۱۸ [۵] ایضاً، ص ۸۳

Marfat.com

ان واضح بیانات سے معلوم ہو گیا کہ جس تہذیب کو مسٹر گاندھی نے احتیاط سے کام لیتے ہوئے ہندو مسلم تہذیبوں کا امتزاج قرار دیا اور جس کو قوم پرست اخبارات نے نئے اور زندہ تہذیب و تمدن سے تعبیر کیا وہ حقیقت میں وہی تہذیب و تمدن تھا جو ہندوؤں کو جان سے زیادہ عزیز ہے اور جس کے اندر ہزار سالہ اسلامی دور حکومت میں بھی خاطر خواہ تبدیلی نہیں آئی جس کو فرانس کے مورخ ڈاکٹر گستاؤلی بان نے محسوس کیا اور خصوصیت سے اپنی کتاب تمدن ہند میں ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

۵۔ ایک مذہب

پنڈت جواہر لال نہرو کو نہ معلوم کیوں مذہب سے پرخاش تھی۔ انہوں نے اپنی آپ بیتی میں مذہب کو مٹا ڈالنے کی آرزو کی ہے[1] ـــــ مگر مسٹر گاندھی کا ظاہر و باطن خالص مذہبی تھا بظاہر وہ ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالنا چاہتے تھے لیکن حقیقت میں وہ ہندو مذہب تھا۔ ـــــ ۲ رجون ۱۹۲۰ء کو الٰہ باد میں خلافت کمیٹی کا جلسہ ہوا۔ اس کی رپورٹ میں مولوی شوکت علی مرحوم فرماتے ہیں:

> الٰہ باد میں ایک ایسا فیصلہ صادر کیا گیا ہے جو ایثار و رفاقت کی اسپرٹ کو ان شاء اللہ ترقی دے گا بلکہ ایک نئے مذہب کو جو ہندو مسلمانوں کا امتیاز موقوف کرتا ہے اور پریاگ یا سنگھ کو ایک مقدس علامت بناتا ہے۔[2]

۱۹۳۳ء میں سیرت کمیٹی کے نام[3] سے ایک تنظیم بنائی گئی جس میں تمام مسلمانوں، ہندوؤں

---

[1] جواہر لال نہرو: میری کہانی، ص ۱۶۱

[2] اخبار ہمدم (لکھنؤ) ۸ رجون ۱۹۲۰ء

[3] مولوی حشمت علی خاں نے راز سیرت کمیٹی (۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء) مطبوعہ بمبئی اور سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں قادری سجادہ نشین، مارہرہ نے بھی ردّ سیرت کمیٹی (۱۳۵۴ھ) کے عنوان سے ایک رسالہ لکھا تھا۔

Marfat.com

سکھوں اور پارسیوں وغیرہ کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ بظاہر مقصد یہ بتایا گیا کہ اس تنظیم کے تحت ۱۲ ربیع الاول کو جلسے کیے جائیں گے مگر اندرون خانہ ایک نئے مذہب کی تشکیل کی جا رہی تھی ——

اہل سنت وجماعت، سواد اعظم کی نمائندگی کرتی ہے۔ اس لئے ہر جدید فرقہ کی نظر اسی کی طرف ہوتی ہے۔ انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانوں میں جتنے نئے فرقے اور مذاہب پیدا ہوئے ان کے محلات اہل سنت وجماعت ہی کے سنگ وخشت سے بنے

مولود خوانی اہلِ سنت کا محبوب مشغلہ ہے اور ذکر حبیب خدا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم قرار جسم وجاں ہے، اس لئے جدید مذہب کے بانیوں نے اس راہ سے اہل سنت کی صفوں میں داخل ہونا چاہا

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو جلسے سیرت کمیٹی نے ترتیب دیے ان کی خصوصیت کا اس طرح ذکر کیا گیا ہے :-

> ان جلسوں کی کامیابی کا واحد معیار یہ ہے کہ ان میں حاکم ومحکوم اچھوت وبرہمن، رنگ ونسل اور ملک وزبان کی تمام تفریق وتمیز اٹھائی جائے اور تمام قومیں اخوت ومساوات کے دعوے سے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوں اور سیرت نبوی پر تقریریں کریں —— ؎

اس اقتباس میں یہ جملہ خاص طور پر قابلِ غور ہے :-

"اور تمام قومیں اخوت ومساوات کے دعوے سے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوں۔"

اس جملے کی وضاحت سیرت کمیٹی کے ایک مصنف کے رسالہ نور کامل (مطبوعہ آفتاب پریس، امرتسر) کی مندرجہ ذیل آیت قرآنی کی تشریح وتفسیر سے ہو جاتی ہے۔

؎ ضمیمہ اخبار ایمان نمبر ۱۶ جلد ۳، جولائی ۱۹۳۲ء ص ۲،۲

Marfat.com

ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصریٰ والصابئین من اٰمن باللّٰہ والیوم الاخر وعمل صالحا فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ٥

اس آیت کریمہ کی تشریح و تفسیر علوم قرآن سے بعض ناآشنا حضرات آج بھی وہی کرتے ہیں جو سیرت کمیٹی کے ارکان نے کی تھی۔ چنانچہ ہمارے ملک کے ایک تحقیقی ادارے کے مجلہ میں اسی قسم کے ایک عالم نے یہی تفسیر و تشریح کی تھی۔

• مصنف نور کامل نے آیت مذکورہ بالا کا یہ ترجمہ کیا ہے۔

"ایمان والے ہوں، یہودی ہوں، نصاریٰ ہوں، صابی ہوں اکوئی ہوں، جو بھی خدا اور آخرت پر ایمان لایا اور نیک کام کئے اس کے لئے خدا کے ہاں اجر ہے، اس کے لئے کوئی خوف و غم نہیں"[1]

لیکن علوم قرآنی سے آشنا حضرات نے یہ ترجمہ کیا ہے:۔

"بیشک ایمان والے نیز یہودیوں اور نصرانیوں اور ستارہ پرستوں میں سے وہ کہ سچے دل سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں اور نیک کام کریں) ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم۔"[2]

ان دونوں ترجموں میں زمین و آسمان کا فرق ہے، پہلے ترجمے سے اس نئے مذہب کی تائید ہوتی ہے جو سیرت کمیٹی یا کانگرس تشکیل دینا چاہتی تھی اور دوسرے ترجمے سے اس خیال باطل کی تردید ہوتی ہے۔

مصنف نور کامل نے جدید مذہب کے عقائد و اصول پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:۔

رہنمایان ہند میں رام چندر جی، گوتم بدھ اور سری کرشن اور دوسرے رشی منی اور ہادیان عجم میں فریدوں، زرتشت اور دوسرے وخشور وغیرہم کو مامور

---

[1] حشمت علی خاں: راز سیرت کمیٹی (۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء) مطبوعہ بمبئی صـ۱۸

[2] ایضاً، صـ۱۷

Marfat.com

من اللہ مان کر ان روایات کو جو ان کی شان کے منافی ہیں، غلط فہمی پر محمول کرنا چاہیئے ـــــــ ہندوستان اور ایران کے ہادیان ملت پر ایسا ہی ایمان لانا چاہیئے جیسا کہ اہل کتاب کے پیغمبروں پر۔[1]

مسٹر گاندھی بھی یہی سمجھتے تھے کہ قرآن نے نجات و سعادت کے لئے صرف اسلام ہی کو واحد ذریعہ قرار نہیں دیا بلکہ ہر دین و مذہب نجات و سعادت کی نشاندہی کرتا ہے، ان کے بقول ان کے اس عقیدے کو ابوالکلام آزاد نے اپنی تفسیر ترجمان القرآن (جلد اول) میں ثابت کیا ہے۔ چنانچہ مسٹر گاندھی نے اس حصے کا گجراتی میں ترجمہ کرا کے تقسیم کرایا ـــــــ یہ انکشاف مسٹر گاندھی نے جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی کے ایک جلسے میں تقریر کرتے ہوئے ۱۹۴۰ء سے پہلے فرمایا ـــــــ[2]

سیرت کمیٹی کے قیام سے بہت پہلے اس ذہنیت کی پرورش ہونے لگی تھی، غالباً اس وقت سے جب تحریک موالات کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا ـــــــ چنانچہ ۱۹۱۶ء میں پنڈت دینا ناتھ معجز دہلوی نے مخزن الاسرار کے نام سے گیتا کے اٹھارہ ۱۸ آدھیاؤں کا منظوم ترجمہ لکھا، جو متفرق اسے چھپ کر شائع ہوا[3] ـــــــ ۱۹۱۷ء میں حسن نظامی نے کرشن بیتی لکھی جس پر اکبر الٰہ آبادی نے ارشاد فرمایا ؎

خوب ہے اردو میں لکھے جس نے حالات کرشن
اس مصنف کو مگر دلی ہی پیدا کر سکی[4]

۱۹۱۹ء میں شیعہ سنی اتحاد کے لئے خواجہ حسن نظامی نے یزید نامہ لکھا[5] ـــــــ بہر کیف مسلمانوں کی غیر محتاط رواداری نے اس مذہب کے عناصر اربعہ تیار کئے ـــــــ

---

[1] رسالہ نور کامل، مطبوعہ آفتاب پریس امرتسر، ص ۱۶

[2] رسالہ ایمان ، پٹی (ضلع لاہور) ۱۵ر اپریل ۱۹۴۰ء

[3] مکتوب اکبر الٰہ آبادی محررہ ۱۵ر جولائی ۱۹۱۶ء

[4] ایضاً محررہ ۲۷ر جنوری ۱۹۱۷ء

[5] ایضاً محررہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۱۹ء

Marfat.com

مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سیرت کمیٹی کے اراکین اہل سنت وجماعت کو جس راہ پر لگانا چاہتے تھے وہ اس راہ پر نہ لگے، مخفی حکمتوں سے واقف ہوگئے اور اس طرح نئے مذہب کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا، اسی طرح ختم ہوگیا جس طرح دورِ اکبری میں "دین الٰہی" ختم ہوگیا تھا ——— بلکہ واقعات وشواہد سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کوششوں کا الٹا اثر ہوا اور اہل سنت وجماعت پہلے سے زیادہ اہتمام اور مستعدی سے :-

۱- میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موقع پر جلوس نکالنے لگے۔

۲- ۱۲ ربیع الاول اور اس کی شب کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلیں سجانے لگے

۳- اشتہارات میں ان مجالس ومحافل کے لیے جشن عید میلاد النبی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اصطلاح اپنائی گئی۔

۴- دل کھول کر چراغاں کیا گیا اور فقراء کو کھانا کھلایا گیا۔

سیرت کمیٹی کے اراکین جب اپنے مشن کی تکمیل سے مایوس ہوگئے اور بجائے نفع کے ان کی نظر میں نقصانات ظاہر ہونے لگے تو انہوں نے مسلک دیوبند کے مفتی محمد کفایت اللہ مرحوم سے فتویٰ لیا اور اس کو عنوان ذیل سے شائع کیا :-

"میلاد النبی کی شرعی حیثیت پر مولانا مفتی محمد کفایت صاحب کا اہم فتویٰ"۔ اس فتوے میں مفتی صاحب نے مسلمانوں کو مندرجہ ذیل ہدایات دیں، جو مرکزی سیرت کمیٹی نے جاری کیں :-

۱- جلوس بند کر دیے جائیں۔

۲- ۱۲ ربیع الاول سے پہلے یا بعد سیرت کے جلسے کیے جائیں اور ۱۲ ربیع الاول کو نہ کیے جائیں۔

۳- اشتہاروں میں "عید میلاد" یا "جشن میلاد" کی اصطلاح استعمال نہ کی جائے۔

۴- ہر کام کو نہایت کفایت شعاری سے کیا جائے۔ [1]

اس طرح نئے مذہب کو قائم کرنے کے لئے کی جانے والی کوششیں ۱۹۳۷ء میں بے اثر ہوکر رہ گئیں۔ [2]

---

[1] اخبار ایمان نمبر ۹ جلد ۷، ۲۳ مئی ۱۹۳۷ء، ص ۳ (ملخصاً) حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر

Marfat.com

۶- ایک آئین

اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال (۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) اور زوالِ سلطنت مغلیہ سے ہندوستان میں اسلامی مفادات کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا۔ کمزور مرکز کی وجہ سے بہت سے نشیب و فراز آئے جس سے ہندوستان کی غیر مسلم رعیت نے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اسی وقت سے سوراج کی منصوبہ بندی شروع ہو چکی تھی۔ انقلاب ۱۸۵۷ء نے رہی سہی کسر پوری کر دی اور سوراج کا چھپا ہوا منصوبہ رفتہ رفتہ ظاہر ہونے لگا۔ اس قسم کی آوازیں آنے لگیں "مسلمان عرب سے آئے تھے، عرب جائیں" "ہندوستان کی سرزمین صرف ہندوؤں کے لئے یا ان لوگوں کے لیے جو ہندو بن کر یہاں رہنا چاہیں" "یہاں اس اسلامی آئین اور شریعت محمدی کی گنجائش نہیں جو اورنگ زیب علیہ الرحمہ کے ایام حکومت میں نافذ رہا" ــــ وغیرہ وغیرہ

سبحان اللہ! دنیا والے یہ کہیں کہ تم زمین پر تھے ہی نہیں، تم تو آسمان سے آئے ہو، آسمان پر جاؤ ــــ کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ مینہ آسمان ہی سے برستا ہے مگر گل بوٹے تو زمین ہی پر کھلتے ہیں ــــ کس باغبان نے محض اس بنا پر پھولوں کا دامن چاک کیا

---

۵۲ جناب عبد الرشید ارشد نے ماہنامہ الرشید (لاہور) کے دار العلوم دیوبند نمبر مارچ ۱۹۷۶ء کے صـ۶ پر لکھا ہے کہ قاضی عبد المجید قریشی نے سیرت کمیٹی کے نام سے ایک مرکزی کمیٹی بنائی، مولوی حشمت علی لکھنوی نے اس کی پر زور مخالفت کی۔ جناب ارشد صاحب نے نہ معلوم کیوں سیرت کمیٹی کی بد اعمالیوں پر پردہ ڈال کر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ یہ بڑی اچھی تحریک تھی۔ مولوی حشمت علی نے ازراہ عناد اس کی مخالفت کی۔ اس طرح ارشد صاحب نے مسلک اہل سنت کے اکابر کو بدنام کرنے کی غیر مؤرخانہ کوشش کی ہے اور قارئین کو اندھیرے ہی میں رکھا۔ علمی حیثیت سے یہ بات نہایت ہی تکلیف دہ ہے۔ ساری خرابیاں اس قسم کی تاریخی خیانتوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں

مسعود

بقیہ حاشیہ صـ۸۸

Marfat.com

ہے یا پودوں کو اکھیڑا ہے کہ تم زمین پر تھے ہی نہیں، آسمانی بارش نے تم کو جنم دیا ہے
——— تم ہمارے نہیں، تم خدا کے ہو، جاؤ خدا کے پاس جاؤ، زمین پر تمہارے لئے
جگہ نہیں !

ذرا غور تو کیجئے وہ مسلمان جس نے سرزمین ہند میں قریباً ہزار سال نہایت عدل وانصاف اور رواداری کے ساتھ حکومت کی ——— بقول ایک ہندو مورخ، "رواداری کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہوگی کہ ہندوستان کے اسلامی دورِ حکومت میں جو شہر دار السلطنت رہے وہاں مسلمانوں کی نہیں، ہندوؤں کی اکثریت رہی" ——— لیکن اس کے باوجود اسی محسن کے لئے اب اسی ہندوستان میں کوئی جگہ نہ رہی تھی ماسوائے اس کے کہ وہ اپنی ہندو رعایا کا زیر نگر ہو کر رہے۔ محسن کو بھلا دیا گیا، اور اس کے بیکراں احسانات کو فراموش کر دیا گیا۔ شاید چشم عالم نے احسان فراموشی کا اس سے بڑا حادثہ نہ دیکھا ہوگا ———! بہرکیف اسلامی سلطنت کے زوال کے بعد، ہنود نے پوری قوت سے اپنے آئین اور دستور کے نفاذ کے لئے جدوجہد شروع کر دی، لیکن وہ اس کو پورے ہندوستان میں نافذ نہ کر سکے ———

ہندو اسٹیٹ اور سوراج کے قیام کی ایک بڑی وجہ یہ نظر آتی ہے کہ مذہبی حیثیت سے ہنود کا کسی گوشۂ عالم میں نہ حق ہے نہ گنجائش اور نہ تعلق، اس لئے ان کے لئے اس کائنات ارضی میں جو کچھ ہے یہی سرزمین ہے، برخلاف مسلمان کے کہ اس کے لئے مذہبی حیثیت سے دنیا کے بہت سے گوشوں میں جگہ ہے اور اپنے عقیدے کے لحاظ سے وہ ایسا وسیع النظر ہے کہ جہاں جاتا ہے اس کو اپنا ہی ملک سمجھتا ہے کہ ؏

ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

بقول پروفیسر سید سلیمان اشرف (م ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء) ہندوؤں کو سوراج کی تصویر آربند وگھوش نے دکھائی تھی[1] ——— تحریک خلافت ہو یا تحریک ترک موالات

---

[1] محمد سلیمان اشرف: النور، مطبوعہ علی گڑھ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء، ص ۲۳

Marfat.com

جہاں تک ہندوؤں کا تعلق ہے وہ اس تحریک کے پردے میں سوراج کے حصول کی انتھک کوشش کر رہے تھے، بلکہ یہ بات تو قوم پرست علماء کو بھی اچھی طرح معلوم تھی، چنانچہ :-

مسٹر ابوالکلام آزاد نے کہا کہ کوشش اور لڑائی صرف اماکن مقدسہ اور خلافت کے لیے نہیں ہے بلکہ ہندوستان کو خود اختیاری حکومت دلانے کے لیے ہے، اگر خلافت کا خاطر خواہ فیصلہ ہو بھی جائے تاہم ہماری جدوجہد جاری رہے گی، اس وقت تک کہ ہم گنگا اور جمنا کی مقدس زمین کو آزاد نہ کرالیں۔[1]

"خود اختیاری حکومت"، اور گنگا جمنا کی مقدس زمین کو آزاد کرانے" کا مقصد ممکن ہے مولانا آزاد کے ذہن میں واضح نہ ہو ورنہ ہندوؤں کے ذہن میں اس کا یہ مطلب تھا جو لالہ ہردیال (ایم۔اے) نے اپنے ایک طویل مضمون میں بیان کیا ہے، انہوں نے لکھا ہے:

"ہندو کا اسلام سے ہرگز اتفاق نہیں ہو سکتا، اس لیے تمام مسلمانوں کو ہر جائز و ناجائز کوشش سے ہندو بنا کر ہندو کے کسی نہ کسی فرقے میں داخل کر لو اور اس طرح سوراجیہ حاصل کر لو اور بھارت ورش کو تمام غیر ہندوؤں سے پاک اور شدھ کر لو —— اگر تم یہ نہیں کر سکتے تو پہلے سوراجیہ حاصل کر لو —— اور ہندو ریاست قائم کر کے پھر سلطنت کے رعب، جاہ و حشم کی تخویف اور زر کی لالچ سے تمام مسلمانوں کو گمراہ کر کے ہندو بنا لو۔[2]

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ آئینی طور پر ہندوستان کو ایک ہندو اسٹیٹ

---

[1] اشتہار منجانب یوسف کھرگ پوری مورخہ ۲۱ دسمبر ۱۹۲۰ء مطبوعہ کل بھاسکر پریس، الٰہ آباد

[2] ا۔ اخبار ملاپ (لاہور) ۱۹۲۵ء

ب۔ اخبار زمیندار (لاہور) ۱۹۲۵ء

ج۔ اخبار تنظیم (امرتسر) ۱۹۲۵ء

Marfat.com

بنانا تھا، جہاں مسلمان کی بحیثیت مسلمان گنجائش نہ تھی ـــــ لیکن اسلامی اسٹیٹ کا تصور اس سے بالکل مختلف ہے، وہاں کا فرو مشرک سب کے لئے گنجائش ہے حتیٰ کہ دشمنوں کے ساتھ بھی رعایت کی جاتی ہے، اس لئے اسلامی اسٹیٹ چاہنے والا نہ صرف مسلمانوں کا بلکہ نوع انسانی کا خیر خواہ ہے۔

جس ہندو اسٹیٹ کا لالہ ہردیال نے ذکر کیا ہے، اس کی آئینی حیثیت کے بارے میں کانگرس کے جنرل سیکرٹری اچاریہ کرپلانی کا یہ بیان نہایت واضح ہے۔ وہ کہتے ہیں:۔

"گاندھی جی نے کانگرس کو بتایا کہ ہمارا کام صرف یہ نہیں کہ ملک کی سیاسی باگ ڈور انگریز کے ہاتھ سے چھین کر اہل ملک کے ہاتھ میں دے دیں بلکہ سب سے ضروری ہے کہ ہم تمام جدوجہد کی بنیاد کسی ایسے فلسفہ حیات پر رکھیں جس کے دائرے میں ہماری معاشرت، اخلاق، اور روحانیت سب کچھ داخل ہو۔"[۱]

ایسا فلسفہ حیات "اسلام" کی شکل میں موجود تھا لیکن ہندوؤں کا وہ مطلوب و مقصود نہ تھا، اس لئے فلسفہ حیات مسٹر گاندھی نے دیا، جس کو "فلسفہ گاندھی" کہا جائے تو بجا ہے۔ چنانچہ یہی اچاریہ کرپلانی ایک جگہ اس فلسفے کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیئے کہ کانگرس کی ہر اسکیم گاندھی جی کے فلسفے کے ماتحت چلائی جائے گی۔ یہ ہرگز ممکن نہیں کہ آپ کسی اسکیم اور کسی اور فلسفہ زندگی کے اصول پر چلا سکیں، کانگریسی اسکیموں کا قلم کسی اور فلسفہ پر نہیں لگایا جاسکتا۔ یہ فلسفہ زندگی دنیا کے کسی اور فلسفہ زندگی کے ماتحت نہیں بنایا جاسکتا ہے ـــــ گاندھی کا فلسفہ زندگی ایک ایسا مکمل فلسفہ ہے جس سے اجتماعاً قوم بھی صحیح رہبری حاصل کر سکتی ہے اور فرداً فرداً اشخاص بھی اس سے سیدھا راستہ پا سکتے ہیں۔[۲]

[۱،۲] اخبار مدینہ (بجنور) ۱۷ اگست ۱۹۳۹ء

نوٹ:۔ ظاہر ہے جن حضرات نے مسٹر گاندھی کی پیروی کی انہوں نے شعوری یا غیر شعوری

Marfat.com

کسی نئے فلسفے کے نفاذ کے لئے ضروری ہے کہ پرانا فلسفہ قلب و دماغ سے معدوم ہو جائے، تحریک شدھی سنگھٹن کے ذریعہ یہ کوشش کی گئی، چنانچہ علمائے اہل سنت نے ملت مسلمہ کو بر وقت متنبہ کیا اور ہندوستان کے طول و عرض میں اپنی سی کوشش کی۔

مولوی حشمت علی خاں صاحب[۱] کی ایک تقریر جو انہوں نے جماعت رضائے مصطفےٰ کے زیر اہتمام ایک اجلاس میں کی تھی، "تقریر منیر قلب" کے نام سے ۱۹۲۲ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی، اس میں انہوں نے جس درد و سوز اور جوش و ولولہ کے ساتھ مسلمانوں کو متوجہ کیا ہے۔ اس سے ان کی سیاسی بصیرت اور حکمت و دانائی کا اظہار ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے انہوں نے کیا کیا، اپنے مخالفین کی طرح ہنود کے ہاتھ مضبوط نہیں کئے بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے ہاتھ مضبوط کئے —— ہم یہاں ان کی تقریر کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں :-

۱۔ افسوس آج وہ وقت آگیا، پتھروں کے پجاری، پاخانے اور پیشاب کو پوتر (پاک) سمجھنے والے ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کو ماننے والے، اسلام اور مسلمین کو مٹانے کو تیار ہیں، ان کے دعوے ہیں کہ ہندوستان کے ساڑھے سات

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۰ طور پر "فلسفہ گاندھی" کو اپنایا اس طرح نظری اور عملی سطح پر اسلامی فلسفہ کو نظر انداز کر دیا گیا —— فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں بریلوی مسلم زعما اور علماء کے اس طرز عمل پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

یارب چہ کردہ ست فسونِ دمِ گاندھی   لیڈر پس رو، امام اقدم گاندھی ؟
پشتک دہ، گاندھی زن، گاندھی افگن   مشرک نہ بخود سواری باید کرد۔

(حامد رضا خاں : الطاری الداری (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) بریلی، صفحہ ۷۸، ۷۹)

[۱] مولوی حشمت علی خاں کے لئے مخالفین کی طرف سے بعض باتیں کہی جاتی ہیں، ممکن ہے وہ صحیح ہوں۔ مگر ان کی تقریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا دامن دوسرے بہت سے علماء کی طرح موالاتِ ہنود کے داغ سے داغدار نہیں، ان کی سیاست خالص اسلامی

Marfat.com

کروڑ ملکش مسلمانوں کو جلد جلد ہندو بنا ڈالو، اور اگر یہ ہندو نہ ہوں تو انہیں بھارت ورت (ہندوستان) سے نکال دو، وہ کہتے ہیں کہ ہم کعبہ کی چھت پر جا کر رِدَم کا جھنڈا گاڑیں گے۔ [1]

۲۔ اٹھو، جاگو، ہوشیار ہو، بیدار ہو! — بہت سو چکے — سونے کا نتیجہ بھی بھگت چکے، کیا تم ابھی اپنی پاداش کو نہیں پہنچے — ؟

برائے خدا، ہندوؤں سے ہوشیار ہو — ان سے اتحاد و وداد توڑو، اپنا رشتہ پیارے اسلام سے جوڑو، مشرکین سے اپنا تعلق توڑو، کیا اب اس وقت کا انتظار ہے جب معاذ اللہ اسلام کا لہلہاتا باغ، خدا نہ کردہ، تمہاری آنکھوں کے سامنے اجاڑ ڈالا جائے، اس کی بلبلوں کو ذبح کر دیا جائے، اس کے غنچوں کو مسل کر پھینک دیا جائے، اس کے پھول پتیاں سب ایک دم سے کملا جائیں ؟

اٹھو! — اللہ پھر رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھروسہ کر کے دین الٰہی کی حمایت کے لئے کمر ہمت، چست باندھو، آج اعدائے دین تمہارے پیارے مذہب اسلام کو مٹانے کے لئے، سونے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۱ سیاست تھی، اور اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھنا ہی چاہیے کہ ان کی کوششیں دینی و سیاسی سطح پر ملت کے لئے نقصان دہ ثابت ہوئیں یا سود مند ؟ مسعود

[1] حشمت علی خاں: تقریر منیر قلب، (۱۳۴۲ھ/۱۹۲۲ء) مطبوعہ یونائیٹڈ پریس لکھنؤ، ص ۳

Marfat.com

چاندی کو پانی کی طرح بہا رہے ہیں، تم بھی تیار ہو جاؤ۔! [1]

---

[1] ایضاً، ص ۲۲، ۲۳

نوٹ:۔ ابوالمسعود محمد عبدالعظیم کی تالیف مصحح دماغ مجنوں (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ مسعود علی (سیکرٹری خلافت کمیٹی بریلی) ظہور الدین و عبدالودود نے مشترکہ طور پر ایک تحریر شائع کرائی جس کا عنوان تھا۔

حب الوطن من الایمان

اس تحریر کا مفہوم یہ تھا کہ ہندوستان کی محبت ایمان ہے۔ مولوی حشمت علی لکھنوی (مناظر جماعت رضائے مصطفےٰ) نے اس کے جواب میں ایک تحریر شائع کی جس کا عنوان تھا:

حب الگاندھی ہادم الایمان

اس کے جواب میں مسعود علی اور عبدالودود نے دوبارہ ایک تحریر شائع کی جس کا عنوان تھا:۔

جماعت رضائے مصطفےٰ کے مولوی

اس میں مولوی حشمت علی پر بعض الزامات لگائے گئے ہیں۔

مصحح دماغ مجنوں کے مطالعہ سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی حشمت علی خاں لکھنوی نے کانگریس اور جمعیۃ العلماء ہند کے تعاقب اور مخالفت میں مندرجہ ذیل رسائل لکھے تھے:۔

(۱) کھلی مسلمانی چٹھی (۲) اسلامی پیغام (۳) اسلامی خط (۴) فرنگی محل ہوس میں کفر کی مشین (۵) کمیٹی کا پاکیزہ فوٹو گراف (۶) حق کا خنجر وغیرہ وغیرہ

(مصحح دماغ مجنوں (۱۳۴۰ھ)، بریلی، ص ۳)

مسعود

Marfat.com

(ب) اسباب وعوامل

اوپر جو کچھ بیان کیا گیا اس سے اندازہ ہوگا کہ ہنود، ہندوستان میں ایک ایسی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے جس کی بنیاد ان اصولوں پر ہو :-

۱- ایک وطن

۲- ایک قوم

۳- ایک زبان

۴- ایک مذہب

۵- ایک تہذیب

۶- ایک آئین

وطن[1] وہ جس میں پاک وہند کی پوری سرزمین شامل ہو بلکہ ممکن ہو تو پڑوسی ریاستوں اور حکومتوں کو بھی شامل کر لیا جائے —— قوم[2] وہ جس کا نام ہندوستانی ہو —— زبان[3] وہ جس کا نام ہندی ہو، اور جو سنسکرت آمیز ناگری رسم الخط میں لکھی جاتے —— مذہب[4] وہ جو تمام مذاہب ہند کا مجموعہ ہو مگر غالب عنصر ہندومت کا ہو —— تہذیب[5] وہ جو ہندوستان کی ساری تہذیبوں سے مرکب ہو مگر غالب عنصر ہندو تہذیب کا ہو —— آئین[6] وہ جس کو مسٹر گاندھی کے فکر و خیال نے جنم دیا ہے یعنی "فلسفۂ گاندھی" ——

ہنود کے سامنے یہ مقاصد تھے، ان مقاصد کے حصول کے لئے رفتہ رفتہ فضا سازگار ہونے لگی اور داخلی اور خارجی حوادث نے منزل کو اور قریب کر دیا —— پہلا سبب عظیم زوال وسقوط سلطنت مغلیہ ہے گویا ۱۸۵۷ء سے ان مقاصد کے حصول کی کھل کر کوشش کی جانے لگی —— پھر دوسرے نشیب و فراز آتے رہے تا آں کہ

Marfat.com

۱۹۲۴ء میں زوال وسقوط خلافت عثمانیہ نے اس منزل کو بالکل نزدیک کردیا ــــ اس سے قبل بھی کچھ حادثات رونما ہوئے مثلاً ۱۹۰۹ء میں پین اسلام ازم[1] کی تحریک چلی، ۱۹۱۱ء میں جب اٹلی اور ٹرکی کے درمیان جنگ ہوئی اور سلطنت برطانیہ غیر جانب دار رہی تو مسلمانوں کو بے حد صدمہ ہوا ــــ اس کے بعد تقسیم بنگال کی منسوخی کا اعلان کیا گیا ــــ ۱۹۱۳ء میں مسجد کانپور کا المناک واقعہ پیش آیا ــــ ۱۹۱۸ء میں کتار پور میں چودہ مسلمانوں کو زندہ جلا دیا گیا ــــ اسی زمانے میں امرتسر میں جلیانوالہ باغ کا افسوسناک سانحہ رونما ہوا ــــ اسی زمانے میں رولٹ کمیٹی نے اپنی رپورٹ شائع کی جس میں مسلمانانِ ہند پر بغاوت کا الزام لگایا گیا اور ۱۸۹۶ء سے ۱۹۱۸ء تک جو سیاسی تحریکات چلیں اس کا جائزہ پیش کیا گیا ــــ ان حادثات و واقعات اور اسی قسم کے دوسرے حادثات نے ہنود کے مقاصد کی تکمیل میں مثبت کردار ادا کیا ــــ لیکن فوری طور پر جس نے مقصد کے قریب تر کیا وہ مسئلہ خلافت عثمانیہ تھا ــــ

خلافت عثمانیہ اپنے زمانہ عروج میں ان علاقوں پر حکمراں تھی، بحر قزوین، خلیج فارس، بحر روم، بحر اسود، اناطولیہ، انگورا، قسطنطنیہ، سلیمیا، دمشق، بیروت، بیت المقدس، بصرہ، بغداد، مقدونیا، البانیہ، طرابلس، اسکندریہ، کربلا، موصل، حرمین شریفین، بحر قلزم، طائف، صنعاء، یمن، عدن، مسقط وغیرہ۔

اس عروج کے بعد زوال ہوا، جس کی ایک جھلک ایک معاصر عالم دین اور سیاستداں

---

[1] پین اسلام ازم کا نعرہ جنگ بلقان کے زمانے میں سنا گیا، اس کا مقصد مسلمانوں کو مذہبی، معاشی اور اقتصادی طور مستحکم و متحد کرنا تھا ــــ یہ مقصد نہ تھا کہ غیر مسلموں پر حکومت کر کے ان کو پامال کیا جائے، جیسا کہ عام طور پر غیر مسلم حضرات سمجھتے ہیں حقیقت میں غیر مسلم تو غیر مسلم، مسلمان بھی صحیح معنی میں اسلام سے واقف نہیں، واقف ہو جائیں تو عالم میں اس سے بہتر نظام نہ پائیں
مسعودؔ

Marfat.com

پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف[۵] (صدر شعبہ دینیات، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) کی زبانی سنیئے۔ ۱۔

اٹلی حملہ آور ہوا، جنگ طرابلس شروع ہوئی، نوجوانوں نے چندہ کی بنیاد ڈالی، جو جنگ بلقان تک جاری رہی، اس عرصے میں اٹلی کے مال کا بائیکاٹ

---

۵ سید صاحب، مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کے خلیفہ تھے. مرحوم پروفیسر رشید احمد صدیقی (صدر شعبہ اردو، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) نے ۵۴ صفحات پر مشتمل موصوف کا مفصل خاکہ پیش کیا ہے اور جن تاثرات کا اظہار کیا ہے اس سے سید صاحب کی شخصیت بہت ہی تابناک معلوم ہوتی ہے. انہوں نے اس شعر سے اپنے مضمون کا آغاز کیا ہے ؎

غزالاں تم تو واقف ہو، کہو مجنوں کے مرنے کی
وہ دانا مرگیا آخر کو، ویرانے پہ کیا گزری ؟

علامہ اقبال، سید صاحب سے بہت متاثر تھے، جب علامہ نے سید صاحب کی تصنیف المبین پڑھی تو علی گڑھ میں ایک دعوت میں سید صاحب سے فرمایا:

"مولانا آپ نے عربی زبان کے بعض ایسے پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی ہے. جن کی طرف میرا ذہن پہلے کبھی منتقل نہیں ہوا تھا۔"

(گنج ہائے گراں مایہ، مطبوعہ حیدرآباد دکن، صـ ۳۳)

بقول رشید احمد صدیقی، سید صاحب کو فن خطابت میں کمال حاصل تھا:۔

"آواز میں کڑک، اور لچک دھمک بھی ـــــ خطابت پر آتے تو معلوم ہوتا کہ صفیں الٹ دیں گے۔"

(گنج ہائے گراں مایہ، صـ ۳۱)

سید صاحب کے سوز و گداز کا ذکر کرتے ہوئے، رشید احمد صدیقی، سید صاحب کی امامت اور قرأت کا واقعہ اس انداز سے بیان کرتے ہیں :۔

Marfat.com

کیا گیا حتیٰ کہ ترکی ٹوپیاں، جو ترکوں کا نشان تھیں لیکن اٹلی سے بن کر آتی تھیں، سرِراہ جلادی گئیں ـــــ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ جب ہندوستانی فوجیں اس جنگ میں ترکوں کے خلاف لڑنے کے لئے بھیجی جانے لگیں تو کسی نے کچھ نہ کہا بلکہ مسٹر گاندھی نے فوجوں کو بھیجنے اور سپاہی بھرتی کرانے میں بڑی جدوجہد کی، حتیٰ کہ ان کی صحت خطرناک مرض میں مبتلا ہو گئی" ـــــ [1]

۲۰۔ ۱۹۱۹ء میں خلافت عثمانیہ کا جہاز منجدھار میں آگیا۔ اس موقع پر مسلمانوں کی طرف سے بڑی سرگرمی دکھائی گئی اور بے مثال جوش و جذبے کا اظہار کیا گیا۔ مسٹر گاندھی اس سے فائدہ اٹھا کر فوراً "تحریک خلافت" سے وابستہ ہو گئے بلکہ اس کے ایک اجلاس کی صدارت بھی کی۔

اس سرگرمی اور جوش و جذبے کے باوجود خلافت عثمانیہ ختم ہو گئی اور افسوسناک بات یہ ہے کہ خود ترکوں نے ختم کی ـــــ محدث علی پوری، پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء) سے اس کا آنکھوں دیکھا حال سنیئے :۔

(بقیہ حاشیہ صـ۹۶) مولانا نے کہا "اللہ اکبر!" ـــــ ایسا معلوم ہوا کہ جیسے اس صدا نے فضا کی ہر صدا کی لرزش چھین لی ـــــ اس کے بعد قرأت شروع کی تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے خالد کی تلوار میدان جہاد میں کوندتی، لرزتی، گرجتی، لچکتی، کاٹتی، سمٹتی، تیرتی، ابھرتی آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے"۔
(گنج ہائے گراں مایہ، صـ۳۲)

سید صاحب نے تحریک ترک موالات کی سختی سے مزاحمت کی جس پر اخبارات میں سید صاحب کے خلاف بہت سے مضامین چھپے۔ مگر انہوں نے کچھ پروا نہ کی اور رشید احمد صدیقی نے اظہار افسوس کیا تو فرمایا :۔
"یہ نہیں دیکھتے کون کہہ رہا ہے، یہی دیکھتے ہو کس کے خلاف کہہ رہا ہے" ؟ (صـ۳۵)

[1] محمد سلیمان اشرف : النور مطبوعہ علی گڑھ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء، صـ۱۴۷ - ۱۴۹ (ملخصاً)

Marfat.com

سینکڑوں مجلسیں قائم کی گئیں، لکچر، وعظ اور تقریریں کی گئیں، گریہ وزاری الحاح وتضرع سے بارگاہ رب العزت میں التجائیں اور دعائیں کی گئیں، غیرت مولیٰ کریم جوش میں آئی اور مصطفےٰ کمال پاشا نے اناطولیہ میں نوجوان ترکوں کی جماعت کی مدد سے ایک خود مختار ترکی حکومت کی بنیاد ڈالی، اور دول یورپ کے پنجوں سے پہلے تو خلیفۂ اسلام اور مقام خلافت کے رہا کرانے کی کوشش کی اور دوسرا خلیفہ منتخب کیا۔ مگر خدا جانے کہ اس کو کیا منظور ہے کہ ایک طرف تو تمام عالم اسلام میں خلیفہ کے تقرر اور خود مختاری کے لئے شور برپا تھا اور دوسری طرف ترکان احرار کی اسی مجلس نے سال گزشتہ (۱۹۲۴ء) خلیفۂ اسلام کو ملک بدر کر دیا۔ [1]

پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی اپنی آپ بیتی میں مسلمانوں کی ناکامیوں اور خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کا اس طرح ذکر کیا ہے:

اسی زمانے میں ہندی مسلمانوں کو پیہم صدمات پہنچے اور ان کے بہت سے خیالات جن کی پرورش بڑی تمناؤں سے کی گئی تھی، پاش پاش ہو گئے، اسلام کے غازی مرد ترک نے نہ صرف یہ کہ خلافت ہی کو ختم کر دیا جس کے لئے ہندوستان ۱۹۲۰ء میں اتنا لڑا تھا بلکہ یکے بعد دیگرے ایسے قدم اٹھائے جو مذہب سے اس کو دور ہی لے جا رہے ہیں۔ [2]

خلافت عثمانیہ کے خاتمہ سے مسلمانوں کی امیدوں اور آرزوؤں کا شیش محل چکنا چور ہو گیا، لیکن خلافت کے لئے کی جانے والی یہ کوششیں بار آور نہ ہوتے ہوئے بھی بار آور ہوئیں، ان سے سب سے زیادہ فائدہ ہنود نے حاصل کیا اور اپنے ان مقاصد

---

[1] منور حسین، ملفوظات امیر ملت مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، صہ ۱۸۱

(خطبہ صدارت آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد ۱۹۲۵ء)

[2] قومی زبان (کراچی) دسمبر ۱۹۷۶ء، صہ ۲۹ (بحوالہ میری کہانی از نہرو)

Marfat.com

کی تکمیل میں لگ گئے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

مسلمانوں کی نفسیاتی حالت تو ڈھیر ہو چکی تھی لیکن اخلاقی اور معاشی حالت بھی ابتر تھی، ایک صاحب بصیرت معاصر پروفیسر محمد سلیمان اشرف نے مسلمانوں کے حالات کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ قابل مطالعہ ہے، موصوف ہندو مسلمان کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

یہ دولت لگاڑتے تھے، وہ ثروت بنا رہے تھے —— یہ بیچتے تھے، وہ خریدتے تھے —— یہ قرض سود لیتے تھے، وہ سود در سود کے پیچ میں ان کی جائیدادیں وصول کرتے تھے —— وہ پڑھ رہے تھے، یہ پڑھا رہے تھے —— یہ تعلیم کے نام سے کانپ جاتے تھے، وہ محنت کرتے تھے، جفاکشی اٹھاتے تھے۔ —— یہ کاہلی اور تن آسانی کی لذتیں لے رہے تھے، وہ معاشرت میں کفایت شعاری ملحوظ رکھتے تھے —— یہ اپنی حیثیت سے کہیں بڑھ کر معاشرت میں رنگینی پیدا کرتے تھے، وہ باوجود باہمی مخالفت مذہبی پھر بھی ایک زبردست مرکز اتحاد رکھتے تھے —— یہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر اختلاف پیدا کرتے تھے اور عداوت کی حد تک اسے پہنچا کر کے چھوڑتے تھے، آخر اس کا نتیجہ یہی تھا کہ یہ دنیا میں باقی تو رہیں لیکن مفلس، جاہل اور بداخلاق ہو کر نمونہ عبرت و بصارت ہوں، نہ ان میں جمیت ہو، نہ غیرت، نہ صدق وصفا پایا جائے نہ عہد ووفا۔[1]

جب تک کسی قوم کی اخلاقی اور معاشی حالت نہ سدھرے، حکومت حاصل کرنا مشکل ہے، جوش وجذبہ اس وقت کام دیتا ہے جب اس کی بنیاد ٹھوس قسم کی اخلاقی اور معاشی اساس پر قائم ہو —— مسلمانوں میں یہ اساس بظاہر معدوم نظر آتی تھی، مگر ہندوؤں کا حال اس سے مختلف تھا، وہ پہلے ہی سنبھل چکے تھے، جب انہوں نے

---

[1] محمد سلیمان اشرف: النور۔ مطبوعہ علی گڑھ، ص ۳۴

Marfat.com

دیکھا کہ مسلمان انڈین نیشنل کانگرس سے علیحدہ ہیں اور شامل نہیں ہو رہے (یہ ۱۹۱۹ء سے پہلے کی بات ہے) تو انہوں نے اپنی کوششیں تینوں سمت تیز تر کر دیں :-

۱- ایک جماعت اقتصادیات کو سدھارنے میں ہمہ تن مصروف ہوگئی۔

۲- ایک جماعت تعلیم اور اس کے ثمرات کی طرف جادہ پیما ہوئی۔

۳- ایک جماعت نے سیاسیات کی طرف قدم بڑھایا۔

اس منصوبہ بندی کے ساتھ انہوں نے اپنی قوم کو بنایا ——— اور اس کے لئے ان کے حق میں سیاسی ماحول بھی سازگار ہوتا گیا ——— اور میدان سیاست میں ہر حادثہ ان کے مقاصد کی تکمیل میں ایک سبب بن گیا ———

Marfat.com

(ج) قیادت

اوپر ہم نے پہلے ــــ ہنود کے مقاصد کا ذکر کیا پھر ان کے مقاصد کے حصول میں جو اسباب ممد و معاون ثابت ہو سکتے تھے۔ ان کا ذکر کیا۔ اور اب اس قیادت کا ذکر کرتے ہیں جو حصول مقاصد کے لئے ضروری ہے۔

مقاصد سامنے ہوں اور اسباب موجود ہوں تو ایک پختہ کار قائد قوم کو منزل تک پہنچا سکتا ہے۔ چنانچہ اس مرحلے پر مسٹر گاندھی جدید قائدانہ صلاحیتوں کے ساتھ میدان میں آئے۔

قائد کی تین قسمیں ہیں :-

۱۔ پہلا وہ جس کی منزل مقصود متعین، راہیں معلوم، دشواریوں کا علم اور ان کی تدبیر سے واقف۔

۲۔ دوسرا وہ جسے راہ معلوم نہ خطرات کا علم لیکن منزل مقصود متعین، راہ کی طلب کامل اور خطرات پر غالب آنے کا حوصلہ و جرأت موجود۔

۳۔ تیسرا وہ جسے نہ منزل کی خبر نہ راستہ کی نہ دشواریوں کا علم نہ ان کو دور کرنے کی قدرت۔

مسٹر گاندھی ہنود کے پہلی قسم کے قائد تھے، لیکن مسلمانوں میں قائدانہ صلاحیتوں کا فقدان تھا مگر جذبے کی کمی نہ تھی ــــ

عمل، عمل کے پیچھے مقصد، مقصد کے پیچھے نظریہ، ــــ اور نظریہ کے پیچھے تمناؤں اور آرزوؤں کا ایک ہجوم ہوتا ہے ــــ جس کی سیاست پر گہری نظر نہیں وہ صرف عمل کو سامنے رکھتا ہے اور اس کی مدافعت یا موافقت کے لئے اپنی طاقت و قوت صرف کر دیتا ہے ــــ جو ذرا سوجھ بوجھ رکھتا ہے وہ عمل کے ساتھ مقاصد کا بھی جائزہ لیتا ہے۔ پھر بسا اوقات مقصد ہوتا کچھ ہے اور دکھایا کچھ جاتا ہے۔ اس لئے مقاصد کو معلوم

Marfat.com

کرنے کے لئے بھی بڑی بصیرت ودانائی کی ضرورت ہوتی ہے ـــــــ مقاصد کا عقدہ نظریہ سے کھلتا ہے، بہترین اور ماہر سیاستدان وہ ہے جو ہر عمل کے پیچھے مقصد اور مقصد کے پیچھے نظریہ اور نظریہ کے پیچھے ارادوں اور آرزوؤں کا پورا پورا اندازہ کر کے اپنے لئے راہ عمل کا انتخاب کرے۔ اس کے لیے بڑے تحمل و بردباری اور وقار و متانت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جوشیلا آدمی یہ نظر نہیں پیدا کر سکتا ـــــــ

ایک طرف مسٹر گاندھی اپنی جدید قائدانہ صلاحیتوں کے ساتھ سامنے آئے اور دوسری طرف مسلمان بے پناہ جوش وجذبہ کے ساتھ ان کے ساتھ ہو گئے ـــــــ قیادت ومقاصد مسٹر گاندھی کے اور جوش وجذبہ مسلمانوں کا، اس عجیب مرکب سے مسٹر گاندھی منزل کی طرف جادہ پیما ہوئے ـــــــ

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ مسلمانوں میں جوش وجذبے کی فراوانی تھی مگر قیادت کی کمی ـــــــ اور تو اور علماء کرام بھی مسٹر گاندھی کے پیرو ہو گئے۔ چنانچہ اس وقت کے جلیل القدر عالم اہل سنت مولانا عبدالباری فرنگی محلی[۱] نے اپنے ایک خط میں خواجہ حسن نظامی مرحوم کو لکھا:

ــــــــــــــــــــ

[۱] فاضل جلیل مولانا جمال الدین فرنگی محلی کے پوتے مولانا عبدالباری فرنگی محلی ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے، مولانا عبدالباقی اور مولانا عین القضاۃ سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی، ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں حج بیت اللہ شریف سے مشرف ہوئے اور وہاں حرمین شریفین کے شیوخ سے سند حدیث لی۔ آپ ہی کی کوشش سے فرنگی محل، لکھنؤ میں مدرسہ نظامیہ قائم ہوا۔ یہ دوسرا مدرسہ تھا، اس سے پہلے یہاں مدرسہ عالیہ قدیریہ (موجودہ جامعہ بحر العلوم) قائم تھا، یہ دونوں مدارس ابھی تک قائم ہیں۔

تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں بھرپور حصہ لیا، اور مسٹر گاندھی کو آپ کی ذات سے شہرت ملی۔ بلکہ اس سے پہلے خدام الکعبہ کے نام سے ایک تنظیم بنائی تھی جس کا مقصد مقامات مقدسہ کا تحفظ تھا ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء میں جمعیۃ العلماء ہند کی بنیاد رکھی۔ ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء

Marfat.com

مکرمی دام مجدہم

السلام علیکم۔ جناب کا تار موصول ہوا۔ فقیر نان کو آپریشن کے مسئلے میں بالکل پیرو گاندھی صاحب کا ہے، کیونکہ اس طریق کار کا واقف نہیں ہے، ان کو اپنا راہ نما بنا لیا ہے، جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں، میرا حال تو سر دست اس شعر کے موافق ہے ؂

عمر یکہ بآیات و احادیث گزشت
رفتی و نثار بت پرستی کردی ؎[۱]

بقیہ حاشیہ ص۱۰۱ میں حجاز مقدس میں نجدیوں کے ہاتھوں مقامات مقدسہ اور قبوں کے مسمار کیے جانے کے خلاف خدام الحرمین کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔ الغرض سیاست ہند میں بھرپور حصہ لیا۔ آخر عمر میں درس و تدریس میں مصروف رہے اور علوم قرآن و حدیث کی اشاعت فرمائی۔ ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء میں فالج گرنے سے انتقال فرما گئے۔

آپ کی علمی یادگار یہ تصانیف ہیں:۔

۱۔ حسرۃ المسترشد بوصال المرشد
۲۔ التعلیق المختار علی کتاب الآثار
۳۔ رسالہ فی حلۃ الغناء (۴) تعلیقات علی السراجیہ
۵۔ رسالہ فی ہیئۃ القدیمہ والجدیدہ (۶) مجموعہ فتاویٰ
۷۔ ملہم الملکوت شرح مسلم الثبوت (۸) الآثار المحمدیہ (۹) الآثار المتصلہ۔

(حکیم عبدالحئی لکھنوی: نزہۃ الخواطر، جلد ہشتم، کراچی ۱۹۷۶ء، ص۲۱۴، ۲۱۶)

؎[۱] خواجہ حسن نظامی: مہاتما گاندھی کا فیصلہ، مطبوعہ دلی پرنٹنگ پریس، دہلی ۱۹۲۰ء

ب۔ محمد سلیمان اشرف: النور، مطبوعہ علی گڑھ ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء ص۲۶

ج۔ محمد جمیل الرحمٰن: پاسبانِ مذہب وملت (۱۳۳۹ھ)، مطبوعہ مطبع اہل سنت، وشائع کردہ، جماعت رضائے مصطفےٰ، بریلی شریف

Marfat.com

اس مکتوب سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں :-

۱- سیاست جدیدہ سے ناواقفیت -

۲- مسٹر گاندھی کی قیادت پر مکمل اطمینان و یقین -

جب جلیل القدر علماء کا یہ حال تھا تو غور کیا جا سکتا ہے کہ عام مسلمانوں کا کیا حال ہوگا ـــــ علماء حق ۱۸۵۷ء تک سیاست ملکی میں شریک رہے اور ان کو سیاسی بصیرت حاصل رہی۔ مگر اس حادثہ کے بعد ان کا شیرازہ منتشر ہو گیا اور عرصہ دراز تک وہ بات پیدا نہ ہو سکی۔ جو ہونی چاہیئے ـــــ ۱۹۱۹ - ۲۰ء کے دور پُر آشوب میں جبکہ علماء دیوبند کے ساتھ ساتھ بہت سے بدایونی، بریلوی اور برکاتی، قادری علماء اہلسنت مسٹر گاندھی کے ہم نوا ہو گئے، فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے جس مومنانہ فراست کا ثبوت دیا ہے۔ وہ اب تک مورخین کی نگاہوں سے اوجھل رہی ـــــ آپ نے شدید علالت اور مرض الموت میں مبتلا ہونے کے باوجود علماء کی اس روش کا سخت محاسبہ کیا اور ایک فاضلانہ رسالہ تالیف فرمایا، یہ ۱۹۲۰ء کی بات ہے۔ ۱۹۳۸ء میں علامہ اقبال نے اسی طرح بستر مرگ پر ہوتے ہوئے مولوی حسین احمد کا تعاقب فرمایا تھا ـــــ فاضل بریلوی کے علاوہ ایک اور عالم اہلسنت علامہ معین الدین[۱] اجمیری جو اگرچہ راجپوت نو مسلم گھرانے سے تعلق رکھتے تھے لیکن بلا کا

---

[۱] مولانا معین اجمیری ۲۵ صفر ۱۲۹۹ھ / ۱۸ دسمبر ۱۸۸۱ء کو پیدا ہوئے۔ والدین نو مسلم راجپوت تھے مگر حرارت ایمانی سے معمور۔ مولانا اجمیری نے اساتذہ وقت ـــ مولانا برکات احمد ٹونکی اور مولانا لطف اللہ علی گڑھی سے کسب فیض کیا۔ طب بھی پڑھی، آپ کا سلسلہ طبابت شیخ بو علی سینا تک منتہی ہوتا ہے۔

۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء میں مولانا اجمیری نے مدرسہ معین الدین کے نام سے ایک عربی مدرسہ اجمیر شریف میں قائم کیا جو بعد میں جامعہ معینیہ عثمانیہ کہلایا ـــــ ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء میں ایک مدرسہ دارالعلوم حنفیہ کے نام سے اجمیر ہی میں قائم کیا اور ایک عرصہ درس و

Marfat.com

—— جذبۂ ایمانی رکھتے تھے۔ موصوف اگرچہ جمعیۃ العلماءِ ہند کے ساتھ رہے اور ۱۹۳۰ء میں امروہہ کے سالانہ اجلاس میں اس کی صدارت بھی کی لیکن وہ اس کے قائل تھے کہ ہنود سے علیحدہ رہ کر اپنے سیاسی و دینی مقاصد کو حاصل کیا جائے ——

بہرکیف علماء کی ایک جماعت نے مسٹر گاندھی کی قیادت پر یقین رکھتے ہوئے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ گو بعض حضرات حقیقت حال معلوم ہونے کے بعد، آخر میں مسٹر گاندھی سے الگ ہو کر تائب ہوئے ——

ایک باکمال سیاسی شخصیت کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے پیروؤں کے فکر وشعور پر اس طرح غالب آجائے کہ ان کی نظر میں اس کے سوا کوئی نہ رہے اور وہی ان کا ملجا و ماویٰ ہو جائے —— اس نظر سے دیکھا جائے تو مسٹر گاندھی نے ایسی ہی شخصیت کا روپ دھارا تھا، ہنود تو ان کے جاں نثار و فداکار تھے ہی، مسلمان علماء اور عوام بھی ان سے بے حد متاثر تھے۔ یہاں تاریخ سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں، جن سے اندازہ ہو گا کہ مسٹر گاندھی کس حد تک اپنے پیروؤں پر اثر انداز ہوتے تھے۔

مولوی عبدالباری فرنگی محلی کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے —— مولوی ابوالکلام آزاد جس قدر مسٹر گاندھی سے متاثر تھے، شاید کوئی عالم نہ ہوا ہو گا —— مسٹر گاندھی کی نظر

بقیہ حاشیہ ص ۱۰۴ تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ سندھ کے مشہور فاضل علامہ محمد ہاشم سرہندی مجددی علیہ الرحمہ اور علامہ مفتی محمد محمود الوری مدظلہ، آپ ہی کے تلامذہ میں ہیں۔

علامہ اجمیری نے تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں بھی حصہ لیا۔ ۱۹۲۱ء میں انھوں نے فوج و پولیس کی ملازمت کو حرام قرار دیا اور اس پاداش میں قید و بند کی صعوبت اٹھائی۔ جمعیۃ العلماء ہند میں شامل رہے، مگر بعد میں الگ ہو گئے۔

علامہ اجمیری کا سیاسی مطمح نظر جمعیۃ سے مختلف تھا —— ۱۹۳۰ء تک جمعیۃ العلماء ہند میں مختلف مسلک کے علماء شریک رہے مگر بعد میں یہ جمعیۃ خالص دیوبندی مسلک کی ترجمان ہو گئی۔ علامہ اجمیری نے ۱۰ محرم ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء کو وصال فرمایا[۱]

---

[۱] معین الدین اجمیری، معین المنطق مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء (تقدیم از حکیم محمود احمد برکاتی)

Marfat.com

انتخاب ان پر اس وقت پڑی جب ۱۹۰۸ء میں ان کے والد کا انتقال ہوا۔ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے کسی شخص کا انتخاب کرنا آسان نہیں، تشخیص و تجویز میں ذرا سی غلطی سے معاملہ الجھ جاتا ہے۔ اس کے لیے بڑی دانائی اور بصیرت کی ضرورت ہے کہ جس کو انتخاب کیا جا رہا ہے، وہ وفاداری کے ساتھ مقاصد کی تکمیل میں حصہ لے گا اور آگے چل کر اپنی قیادت اور اقتدار کے لئے چیلنج ثابت نہ ہوگا —— بہرکیف ۱۹۰۸ء میں مسٹر گاندھی نے ٹرانسوال (افریقہ) سے تعزیتی تار بھیج کر تعلق کا آغاز کیا —— پھر ۱۹۱۸ء میں وہ رانچی جیل میں مولانا آزاد سے ملنے گئے مگر گورنر بہار نے ملنے نہ دیا۔ اس کے بعد ۲۰ جنوری ۱۹۲۰ء کو حکیم اجمل خاں مرحوم کے مکان پر پہلی بار مسٹر گاندھی سے ملاقات ہوئی اور اس کے بعد بقول آزاد :۔

> اس دن سے آج تک جب ۱۹۴۸ء ہے ۲۷ برس گذر چکے ہیں —— ۲۷ برس کے یہ دن ہم پر ایسے گزرے کہ ہم ایک ہی چھت کے نیچے رہے۔ [ل]

پھر یہ بات بھی نہیں کہ مولانا آزاد کوئی ضعیف الاعتقاد اور متلون مزاج قسم کے انسان ہوں —— ان کے مزاج میں استقامت تھی وہ آسانی سے کسی کے گرویدہ نہ ہو سکتے تھے، ایسے شخص کو اس حد تک گرویدہ بنا لینا مسٹر گاندھی کا کمال ہے۔ آزاد لکھتے ہیں :۔

> میری طبیعت میں ایک طرح کا نقص اور خامی ہے وہ یہ کہ جب تک کسی کی کوئی خصوصیت میرے سامنے نہ آجائے جو میرے دماغ پو چھا جائے اور میری گردن دبا لے اس وقت تک وہ مجھے اپنے سامنے جھکا نہیں سکتا، میری گردن کی رگیں سخت ہیں۔ میرے سامنے جب کوئی دماغ آتا ہے تو پہلے تو میرا ذہن اس کے خلاف ہی جانا چاہتا ہے یہاں تک کہ وہ

ل اخبار الجمعیۃ (دہلی)، ۴ دسمبر ۱۹۵۸ء

ب۔ اخبار الہام (بہاولپور) ۲۸ دسمبر ۱۹۷۶ء، ص ۱۹

Marfat.com

میرے ذہن کو اپنی مضبوط گرفت میں لے لے۔[۱]

غالباً مسٹر گاندھی کی یہی عقیدت و محبت تھی جس کی بناء پر تحریک موالات کے زمانے میں ۱۹۲۱ء میں مولانا آزاد نے ناگپور میں جمعہ کے خطبہ اولیٰ میں مسٹر گاندھی کی تعریف و توصیف فرمائی۔[۲]

۱۹۲۰ء میں جمعیۃ العلماء ہند (دہلی) کے ایک جلسے میں تقریر کرتے ہوئے مولانا شوکت علی مرحوم نے فرمایا :-

"اے اللہ ایک ہم سے نیک کام بھی ہوگیا ہے۔ یعنی میں اور مہاتما گاندھی یقینی بھائی بھائی ہوگئے ہیں اور یہ محبت میں نے جان بوجھ کر بڑھائی ہے"۔[۳]

رفاہِ عام (لکھنو) کے جلسے میں مولوی ظفرالملک اسحاق علی نے فرمایا :-

"اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے"۔[۴]

اسی طرح مولوی عبدالماجد بدایونی[۵] نے جمعیۃ العلماء دہلی کے جلسے میں فرمایا :-

---

۱ اخبار الجمعیۃ (دہلی) ۴ دسمبر ۱۹۵۸ء

نوٹ :- فروری ۱۹۴۸ء کو کانسٹی ٹیوشن کلب (دہلی) کی طرف سے نئی دہلی میں مسٹر گاندھی کی یادگار کے سلسلے میں ایک جلسہ ہوا جس میں مولانا آزاد نے یہ اظہار خیال کیا۔
مسعود

۲ اخبار مشرق (گورکھپور) ۱۳ جنوری ۱۹۲۱ء

۳ ا۔ اخبار فتح (دہلی) ۲۴ نومبر ۱۹۲۰ء

ب۔ محمد سلیمان اشرف : النور، مطبوعہ علی گڑھ۔ ص ۲۲۷

۴ ا۔ اخبار اتفاق (دہلی) ۲۷ اکتوبر ۱۹۲۰ء

ب۔ اخبار دبدبۂ سکندری (رامپور) یکم نومبر ۱۹۲۰ء

ج۔ اخبار پیسہ اخبار (لاہور) ۱۸ نومبر ۱۹۲۰ء

Marfat.com

"خدا نے ان کو (گاندھی کو) تمہارے لئے مذکّر بنا کر بھیجا ہے، قدرت نے ان کو سبق پڑھانے والا مذکّر کر کے بھیجا ہے" لہ

مولوی شوکت علی مرحوم نے دہلی کی جامع مسجد میں فرمایا :۔

زبانی جے پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ اگر تم ہندو بھائیوں کو راضی کروگے تو خدا کو راضی کروگے۔ ٢ہ

یہ تو تھے مسٹر گاندھی اور ہنود کے بارے میں علماء کے اقوال اور تاثرات ــــ

ــــ اب عام مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوں ــــــــ

بریلی میں مسٹر گاندھی کی آمد کے موقع پر کانگریس کمیٹی اور خلافت کمیٹی کے سیکریٹریوں کی طرف سے ایک اشتہار بعنوان :۔

" مہاتما گاندھی کی آمد "

کشور پریس، بریلی میں ۱۹۲۰ء میں طبع کرا کے شائع کیا گیا۔ اس میں کہا گیا ہے۔

"خدا کا شکر ہے کہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو ہمارے ملک کے لیڈر، ہمارے شہر کی خاک کو پاک کرنے کے لئے آ رہے ہیں ــــــ امید ہے

بقیہ حاشیہ صنہ ۱۰ ۵ہ مولانا عبد الماجد بدایونی نے شاہ محب رسول عبد القادر بدایونی کے زیر عاطفت تربیت پائی، علماء اطباء عصر سے علوم وفنون کی تحصیل کی، مسجد کانپور اور خلافت کی تحریکوں میں بھرپور حصہ لیا۔ لالہ لاجپت رائے اور شردھانند نے جب شدھی اور سنگھٹن کی تحریک چلائی تو اس کی سخت مزاحمت کی۔ خلافت وفد کے ساتھ حجاز مقدس گئے۔ تحریک خلافت میں پورے ہندوستان کا دورہ کیا۔ ۱۴ دسمبر ۱۹۳۱ء کو لکھنؤ میں انتقال فرمایا اور بدایوں کی "درگاہ قادری" میں مدفون ہوئے ــــــ

(محمود احمد قادری : تذکرہ علمائے اہل سنت، صـ ۱۴۶ - ۱۴۹ ملخصاً)

لہ اخبار فتح (دہلی) ۲۴ نومبر ۱۹۲۰ء۔ ب ۔ محمد جمیل الرحمٰن : پاسبان مذہب وملت مطبوعہ مطبع اہلسنت وجماعت ۔ (بریلی) ۱۳۳۹ھ صـ ۲۹

٢ہ محمد جمیل الرحمٰن : پاسبانِ مذہب وملت ، (مطبوعہ بریلی) ،

Marfat.com

کہ ہمارے شہر میں ان کا استقبال ان کے مرتبے اور عزت کے موافق ہوگا۔"[ل]

اراکین انجمن اسلامیہ (بریلی) کی طرف سے منظوم سپاس نامہ پیش کیا گیا، جو پنجابی گزٹ پریس، بریلی میں چھپ کر شائع ہوا۔ یہ ایک طرح کا قصیدہ مدحیہ ہے ــــ کافی طویل ہے، چند اشعار ملاحظہ ہوں :-

چل فخرِ قوم حضرت گاندھی کو دیکھ آئیں
جوش و خروش قوم کی آندھی کو دیکھ آئیں

فیضِ قدم سے جن کے بریلی بنی دلھن
اک اک گلی ہے رشکِ خیابانِ نسترن

ہر ایک مکاں قصورِ بہشتی پہ طعنہ زن
ہر ایک باغ رو کشِ صد گلشنِ عدن

ایک مختصر سا شہر تھی گل زار ہو گئی!
سج کے، نکھر کے، مطلعِ انوار ہو گئی

اک دھوم مچ گئی کہ مسیحا وہ آ گئے
کرتے ہیں درد کا جو مداوا وہ آ گئے

اقلیمِ دل پہ قوم کے حاکم یہی تو ہیں
حاکم نہ کیوں ہوں، قوم کے خادم یہی تو ہیں

تعریف کوئی کر سکے ان کی یہ نادرست!
خاموشی از ثنائے تو حدِ ثنائے تست

بخشا ہے آج شوقِ لقا نے عجب سرور
جذباتِ حبِ قوم کا اب دل میں ہے وفور

شوکت علی، محمد علی بھی تو ساتھ ہیں!
ہے قوم جسم آپ دماغ اور یہ ہاتھ ہیں!

رہتی ہے لب پہ ذلتِ قومی سے آہِ سرد
قومِ شکستہ حال کا ہے پاک دل میں درد

مردہ تھی قوم آپ نے اس کو جلا دیا
ہم سب کو آبِ چشمۂ حیواں پلا دیا

ہم سب کی خاطر آپ نے کیا کیا نہیں کیا
ہے ہر زباں پر آپ کا ذکر مہاتما

ہم بے کسوں کے حامی و یاور بنے ہیں آپ
گم کردہ راہ قوم کے رہبر بنے ہیں آپ

اس حالِ پر ملال میں لیڈر بنے ہیں آپ
بھارت کے حق میں رحمتِ داور بنے ہیں آپ

لیکن یہی کریں گے موانع ہوں گو ہزار
ہم پر فدا ہیں آپ، تو ہم بھی ہیں جاں نثار

ہے منہ میں اک زباں ہمارے نہیں ہیں دو
حاضر ہیں جان و مال سے اب جو حکم ہو

اپنے فدائیوں کا کبھی امتحاں تو لو!
اب زندگی سے تنگ ہیں، اللہ کچھ کرو![ب]

ل ۱- محمد جمیل الرحمٰن: پاسبانِ مذہب و ملت، ص ۴۸

ب - نظم سپاس نامہ" مطبوعہ پنجابی گزٹ، پریس، بریلی ۱۹۲۰ء

Marfat.com

مندرجہ بالا اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے فکر و شعور پر مسٹر گاندھی کی گرفت کتنی مضبوط تھی۔

اسی زمانے کے ایک اور شاعر طاہر مرادآبادی کے مدحیہ اشعار ملاحظہ ہوں :۔

غریب قوم کے مردہ بدن میں جان ڈالی ہے ۔۔۔ لگا کے آپ نے ٹھوکر مہاتما گاندھی

عجب نہیں کہ یہ بیکنڈ میں کریں بسرام ۔۔۔ کہ جپتے رہتے ہیں "ہر ہر" مہاتما گاندھی

ہمیں امید ہے ہم کامیاب ہوں گے ضرور ۔۔۔ کہ ہیں ہماری مدد پر مہاتما گاندھی[1]

بریلی میں کانگریس اور خلافت کے رہنماؤں کے ساتھ مسٹر گاندھی کی آمد کے موقع پر دوارکا پرشاد نے بعنوان ذیل ایک سپاس نامہ پیش کیا :۔

"اہالیان بریلی کی جانب سے مہاتما گاندھی کا خیر مقدم ۔"

اس میں موصوف کہتے ہیں ۔

ہیں جن کو دیکھ کے مہر اور مہ ششدر ، وہ آئے ہیں
جھکاتے ہیں ملائک جن کے آگے سر ، وہ آئے ہیں[2]

جلسے میں مولوی شوکت علی مرحوم اور دوسرے علماء موجود تھے ، مگر کسی نے اس شعر کے مفہوم پر گرفت نہ کی ، سب نے سنا اور خاموش رہے ۔

غالباً علماء کی اس خاموشی اور ہمنوائی کی وجہ سے پنڈت سیتا رام نے میرٹھ میں ایک جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے مولوی شوکت علی کو "پنڈت" اور مولوی محمد علی کو "لالہ" کے خطاب سے نوازا ۔۔۔۔۔ اخبار مدینہ (بجنور) کی ایک خبر ملاحظہ ہو :۔

"میرٹھ میں پنڈت سیتارام پریسیڈنٹ جلسہ نے ایک قابلانہ تقریر کی اور شوکت علی کو "پنڈت" اور محمد علی کو "لالہ" کے خطاب سے منسوب کیا ۔"[3]

---

[1] ا ۔ طاہر مرادآبادی : مہاتما گاندھی ، مطبوعہ پبلک پریس ، مرادآباد
ب ۔ محمد جمیل الرحمٰن ۔ پاسبانِ مذہب و ملت ۔ ص ۳۷ ، ۳۸

[2] ایضاً ، ص ۳۵

[3] اخبار مدینہ (بجنور) ، یکم فروری ۱۹۲۰ء

Marfat.com

اوپر جو حقائق و شواہد پیش کیے گئے ان سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ ۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۰ء کے نازک دور میں مسٹر گاندھی نے نہ صرف مسلمانوں کی بلکہ مسلم علماء کی بھی قیادت کی، سب نے آنکھیں بند کر کے ان کی متابعت کی اور اس طرف سے غافل ہو گئے کہ جن مقاصد کے لیے مسٹر گاندھی کوشاں تھے۔ وہ مسلمانوں کے مقاصد سے مختلف تھے ـــــ مگر یہ بات جوش و جذبے کے ماحول میں سمجھ میں آنے والی نہ تھی اس لئے مسٹر گاندھی نے بڑی دانائی و حکمت سے جذبات کے دھارے کو اس سمت موڑ دیا جو ان کی منزل کا پتا دیتی تھی ـــــ انہوں نے حصول مقاصد کیلئے جو ذرائع اختیار کئے وہ مسلمانوں نے نہایت تشکر و امتنان کے ساتھ قبول کئے اور یہ نہ سمجھا کہ یہ ذرائع جہاں مسٹر گاندھی کو ان کے مقاصد سے قریب تر لے جا رہے ہیں وہاں مسلمانوں کو ان کے مفادات سے دور تر لے جا رہے ہیں۔

Marfat.com

(د) ذرائع

اوپر ہم نے پہلے ہنود کے سیاسی مقاصد کا ذکر کیا ہے پھر ان مقاصد کے حصول میں جو اسباب ممدو معاون ثابت ہو سکتے تھے، ان کا ذکر کیا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے :-

۱- خارجی حادثات اور داخلی سیاست پر ان کا اثر۔
۲- داخلی حادثات اور خارجی سیاست پر ان کا اثر۔
۳- مسلمانوں کی عام اخلاقی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی بدحالی[1]
۴- بعض مسلم رہنماؤں میں سیاسی بے بصری اور ناعاقبت اندیشی۔
۵- ہنود کا سیاسی، معاشی اور معاشرتی استحکام۔
۶- مسلمانان ہند کا قائدین ہنود پر اطمینان و ایمان۔

مندرجہ بالا اسباب کا تجزیہ کرنے کے بعد ہم نے مسٹر گاندھی کی قیادت اور قائدانہ صلاحیتوں کا ذکر کیا ہے ـــــ اب ہم ان ذرائع کا ذکر کرتے ہیں جس کے ذریعہ مقاصد کو حاصل کیا گیا ـــــ

۱- تحریکِ خلافت

اس سلسلے میں سب سے پہلے ہم تحریک خلافت اور اس کے اسباب و علل پر روشنی ڈالتے ہیں، اس تحریک نے مقاصد کی تکمیل میں اہم کردار ادا کیا

[1] ۱۹۲۱ء سے پہلے مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے خلیفہ پروفیسر سید سلیمان اشرف نے مسلمانوں کے سامنے یہ تجویز پیش کی تھی کہ ممالک اسلامیہ، عربوں اور ترکوں کی سچی خیرخواہی یہ ہے کہ وہاں جا کر مدارس کھولے جائیں۔ اہل صنعت و حرفت وہاں صنعتی ادارے قائم کریں۔ اس طرح ترکوں اور عربوں کی حالت درست کر کے ان کی ملی حیثیت کو مستحکم کریں۔ مسعود

Marfat.com

۱۹۱۱ء میں جارج پنجم نے تقسیم بنگال کی اسکیم منسوخ کی، اسی زمانے میں اٹلی نے طرابلس پر حملہ کر دیا، مظلوم عربوں اور ترکوں کی فریاد نے ہندوستان کے مسلمانوں کو بیدار کیا، ۱۹۱۲ء میں بلقان کی عیسائی ریاستوں نے ترکوں کے خلاف بغاوت کر دی، برطانیہ نے اس کی حمایت کی جس سے ہندوستان میں اضطراب پیدا ہوا، ۱۹۱۳ء میں غازی انور پاشا نے ایڈریانوپل فتح کر لیا مگر وزیر اعظم برطانیہ نے اس کو تسلیم نہ کیا —— اسی زمانے میں مسجد کانپور کا واقعہ پیش آیا۔ امپرومنٹ ٹرسٹ کمپنی، کانپور نے فروری ۱۹۱۳ء میں شہر کی سڑک چوڑی کرنے کے لئے مچھلی بازار کی جامع مسجد کے مشرقی حصے کو ڈھانے کا فیصلہ کیا۔ جس سے مسلمانان کانپور اور پھر مسلمانان ہند میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی —— ۱۹۱۵ء میں تحریک ہجرت شروع ہوئی اور مسلمانوں کا پہلا قافلہ لاہور سے ۵ فروری ۱۹۱۵ء کو افغانستان روانہ ہوا، اس تحریک سے غیر تعلیم یافتہ اور مزدور پیشہ زیادہ متاثر ہوئے۔ ان کی جائدادیں اور اثاثہ ہندوؤں نے کوڑیوں کے مول خرید لیا۔ اور وہ افغانستان جا کر اور بہت سے راستہ ہی میں تباہ حال ہو گئے —— ۱۹۱۶ء میں ہندو مسلم فسادات ہوئے ۱۹۱۸ء میں سر سڈنی رولٹ نے اپنی رپورٹ میں مسلمانوں کو فسادات کا ذمہ وار قرار دیا۔

—— نومبر ۱۹۱۸ء میں پہلی جنگ عظیم ختم ہوئی اور خلافت کا دامن تار تار ہوا

اس پس منظر میں مسلمانوں کی ہیجانی اور جذباتی کیفیت کا اندازہ لگا کر مارچ ۱۹۱۹ء کے تیسرے ہفتے میں مسٹر گاندھی نے انگریزوں کے خلاف تحریک شروع کی جس کا فوری نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان کانگرس میں شامل ہونے لگے۔ اس سے پہلے برائے نام تھے ۵ جولائی ۱۹۱۹ء کو بمبئی میں خلافت کمیٹی قائم ہوئی۔ اواخر نومبر ۱۹۱۹ء میں آل انڈیا خلافت کانفرنس کا پہلا اجلاس دہلی میں ہوا۔ ایک اجلاس کی صدارت مسٹر گاندھی نے بھی کی مولانا محمد علی جوہر[۱] نے اس میں جس شان سے حصہ لیا وہ انہیں کا حصہ ہے —— محمد علی اور خلافت

۱؎ مولانا محمد علی جوہر ۱۸۷۸ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ۱۹۰۲ء میں رامپور میں شعبۂ تعلیم کے سربراہ ہو گئے۔ ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کے قیام میں حصہ لیا۔ ۱۹۱۱ء میں

Marfat.com

ایک ہی وجود کے دو نام ہو گئے۔ ۲۵ دسمبر کو نہرو (صدر کانگرس) اور حکیم اجمل خاں[۵۱]
(صدر مسلم لیگ) کا مشترکہ اجلاس امرتسر میں ہوا اور دونوں نے مشترکہ جلوس بھی نکالے۔
—— ایک طرف مسٹر گاندھی نے تحریک خلافت کی نشوونما کی اور دوسری طرف انگریز
حاکموں کے نام ایک یادداشت میں یہ وضاحت فرمائی :۔

بقیہ حاشیہ ص ۱۱۳

کامریڈ جاری کیا، ۱۹۱۲ء میں طبی وفد ترکی بھیجا، ۱۹۱۳ء میں اخبار ہمدرد جاری کیا۔ ۱۹۱۳ء میں مسجد کانپور کے واقعہ کے سلسلے میں ایک وفد لے کر انگلستان گئے اور وہاں انڈین کونسل کے انگریز ممبر کو مداخلت پر مجبور کیا، ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم کے آغاز پر ایک انقلابی مضمون کامریڈ میں شائع کیا۔ ضمانت ضبط ہوئی۔ ۱۹۱۵ء میں گرفتار ہوئے۔ ۱۹۱۹ء میں مرکزی خلافت کمیٹی قائم کی اور خلافت و کانگرس کا خوب پرچار کیا۔ ۱۹۲۰ء میں خلافت وفد لے کر انگلستان گئے اور سیدھے پارلیمنٹ پہنچے۔ برطانیہ میں وزیر تعلیم مسٹر فشر اور دوسرے ممبران پارلیمنٹ اور سیاسی شخصیتوں سے مل کر اپنا موقف پیش کیا۔ انگلستان سے مایوس ہو کر فرانس گئے۔ وہاں ترکی، چینی، روسی مسلمانوں کے اجتماعات میں تقریریں کیں۔ وہاں کے اخبارات نے انٹرویو اور مضامین شائع کئے —— مولانا محمد علی نے اپنی سی کوشش کی اور برطانوی، فرانسیسی، اطالوی، اور جاپانی حکومتوں کے نمائندوں سے بات کر کے ہندوستانی مسلمانوں کا موقف واضح کیا۔ حتیٰ کہ اگست ۱۹۲۰ء میں اٹلی میں پاپائے روم سے بھی ملے جس نے بڑی ہمدردی کا اظہار کیا۔ مگر ان کی کوششیں بارآور نہ ہوئیں۔ چنانچہ وہ اگست ۱۹۲۰ء کو ہندوستان روانہ ہوئے اور ۴ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو بمبئی پہنچے، اسی روز شام کو انہوں نے تقریر کی اور ہندو مسلم اتحاد کا پرچار کیا۔

(محمد علی —— زندگی اور خدمات، مطبوعہ مدراس ۱۹۲۱ء ص ۱۲۷ تا ۱۴۱، ۱۴۰ تا ۱۵۰ ملخصاً)

۵۱ حکیم اجمل خاں ۱۷ شوال ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۳ء کو پیدا ہوئے اور ۲۹ دسمبر ۱۹۲۷ء کو وصال فرمایا۔ (بحوالہ قاضی عبدالغفار : حیات اجمل، مطبوعہ علی گڑھ، ص ۱۳ و ۴۵۴)

Marfat.com

میرا مذہب آپ سے خصومت رکھنے سے منع کرتا ہے، میں اپنے ہاتھ آپ پر کبھی نہ چلاؤں گا، خواہ میرے پاس اتنی طاقت بھی ہو جائے، میں خود مصیبت جھیل کر آپ پر فتح پانے کی امید رکھتا ہوں۔ علی برادران بے شک اپنے ملک و ملت کی حمایت میں تلوار اٹھائیں گے اگر ان سے ہو سکا تو۔[1]

غالباً یہ وہی یادداشت ہے جس کا ذکر مسٹر گاندھی نے مولانا محمد علی کے نام ایک کیبل گرام (مورخہ ۲۲ جون ۱۹۲۰ء) میں اس طرح کیا ہے :۔

I have sent my own separate representation explaining my connection with the movement and associating myself entirely with it.[2]

مسٹر گاندھی کی تحریک پر ملک گیر ستیا گرہ شروع ہوئی، اپریل ۱۹۱۹ء میں پنجاب میں حالات اتنے خراب ہوئے کہ مارشل لا کی نوبت آ پہنچی، اس تحریک سے ہندوؤں کو زخم لگا جس کا انگریزوں سے بدلہ لیا جانا تھا چنانچہ مسٹر گاندھی نے ایک طرف ہندوؤں کو آزادی ہند کا خواب دکھایا اور دوسری طرف مسلمانوں کو خلافت کا ۱۶ مارچ ۱۹۲۰ء کو قسطنطنیہ پر اتحادیوں کی طرف سے انگریزوں کی فتح سے مسلمان پہلے ہی چراغ پا تھے۔ اس طرح ہندو مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا اور اس اتحاد سے بے اندازہ سیاسی فوائد حاصل کئے ـــــ تحریک خلافت کے ایک سال بعد ہی ۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی ہندوؤں اور مسلمانوں کے مشترکہ قائد کی حیثیت سے سامنے آئے۔ اب وہ آگے آگے تھے اور ہندو مسلمان پیچھے پیچھے حتیٰ کہ علما اسلام بھی مسٹر گاندھی کی قیادت پر فخر کرنے لگے تھے۔

---

[1] سید سلیمان اشرف : النور، مطبوعہ علی گڑھ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء، ص ۳۵
بحوالہ اخبار تاج (جبل پور)، نومبر ۱۹۲۰ء

[2] Muhammad Ali, His life, services & Trial, Madras, 1921. P. 156.

Marfat.com

باب ۱۴ تحریکِ ترکِ موالات

تحریک خلافت میں متوقع کامیابی کے بعد مسٹر گاندھی نے دوسرا قدم اٹھایا اور ۱۹۲۰ء میں تحریک ترکِ موالات کا اعلان کر دیا۔ ۲۸ مئی ۱۹۲۰ء کو بمبئی میں خلافت کانفرنس کا اجلاس ہوا جس میں عدم تعاون کے اصول کو تسلیم کیا گیا —— ۲ جون ۱۹۲۰ء کو الہ آباد میں ایک اجلاس ہوا جس میں ہندو اور مسلمان رہنماؤں نے شرکت کی، اس میں تحریک ترک موالات کی قرارداد اصولاً پاس کر دی گئی اور اس طریقہ کار کو مسٹر گاندھی کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا —— اس مقصد کے لئے ایک کمیٹی ترتیب دی گئی جو مندرجہ ذیل اشخاص پر مشتمل تھی۔

۱۔ مسٹر گاندھی (۲) مولانا محمد علی جوہر (۳) مولانا شوکت علی (۴) مسٹر کھتری
۵۔ مولانا حسرت موہانی (۶) ڈاکٹر کچلو۔ [۱]

۸ ستمبر ۱۹۲۰ء کو مسلم لیگ کا کلکتہ میں اجلاس ہوا جس کی صدارت قائداعظم محمد علی جناح فرما رہے تھے، لیکن جب اجلاس کے سامنے ترک موالات کی حمایت میں قرارداد پیش کی گئی تو قائداعظم کرسی صدارت سے ہٹ گئے۔ اور حکیم اجمل خاں کی صدارت میں یہ قرارداد منظور ہوئی۔ [۲]

مولوی محمود حسن اسی زمانے میں مالٹا سے ایام اسارت گزار کر آئے تھے جب ترک موالات کے بارے میں ان سے فتویٰ لیا گیا تو انہوں نے انگریزوں سے موالات کو حرام قرار دیا۔ لیکن اس کے نتیجے میں ہونے والے ہندو مسلم اتحاد کو مشروط طور پر جائز رکھا [۳] مفتی محمد کفایت اللہ مرحوم نے بھی ترک موالات کو "مذہبی فریضہ" قرار دیا [۴]

---

[۱] محمد علی —— زندگی اور کارنامے، مدراس ۱۹۲۱ء صہ ۱۵۵

[۲] خدا بخش اظہر: مسلم لیگ، مطبوعہ لاہور ۱۹۴۰ء

[۳] ارکان مجلس خلافت: تحریک عدم تعاون اور احکام دین مبین، مجلس خلافت پنجاب۔ لاہور۔ ۸ نومبر ۱۹۲۰ء [۴] ایضاً صہ ۹، ۱۰

Marfat.com

مفتی محمد شفیع مرحوم اور مولوی احمد سعید مرحوم نے بھی اس کی تائید کی اور مولوی عبدالباری فرنگی محلی نے بھی اس سے پورا پورا اتفاق کیا [1]

آل انڈیا خلافت کانفرنس نے اپنے اجلاس منعقدہ کلکتہ میں نتشیل کانگرس کے ترک موالات سے متعلق قرارداد کو منظور کیا تاکہ "سوراج کا قیام وقوام ہو جائے" — اس سے معلوم ہوا کہ تحریک خلافت اور پھر تحریک ترک موالات کے ذریعہ حصولِ سوراج کی طرف قدم بڑھایا گیا، گویا اصل مقصود حصول خلافت نہ تھا حصول سوراج تھا۔ اس حقیقت کا اندازہ آزاد کی اس وضاحت سے ہو جاتا ہے، وہ فرماتے ہیں :۔

ہم ترک موالات کے ذریعہ ملک کو موجودہ غلامی کی حالت سے نکال کر آزاد کرانا چاہتے ہیں [2]

مولانا آزاد ترک موالات کی تحریک میں اس حد تک آگے بڑھ گئے کہ انہوں نے قرآن و حدیث سے قطع نظر "مسلمان" کی یہ تعریف کی :۔

"مسلمان ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ وجود کہ جس وجود کو اگر رائی برابر اللہ اور

---

[1] ارکان مجلسِ خلافت : تحریک عدم تعاون اور احکام دین مبین، مجلس خلافت پنجاب لاہور ۸ نومبر ۱۹۲۰ء صہ ۱۲ نوٹ :۔ راقم کے والد ماجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ رحمہ اللہ (م ۱۹۶۶ء) ۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۰ء کے درمیان تقریباً چھ ماہ تحریک خلافت سے وابستہ رہے، اس کے بعد جب ۱۹۲۰ء میں تحریک ترک موالات شروع ہوئی تو وہ فوراً علٰحدہ ہو گئے۔ آپ نے گاؤکشی کی موافقت میں اور ترک موالات و تحریک ہجرت کے خلاف فتوے دیے جو فتاویٰ مظہری (مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء صہ ۳۲۱، ۳۲۹) میں محفوظ ہیں آپ کے دم سے دارالسلطنت دہلی میں علماء حق کا بول بالا رہا۔ اس میں شک نہیں دین سے جتنا قوی تعلق ہوتا ہے سیاسی بصیرت میں بھی اتنی قوت پیدا ہو جاتی ہے — یہ بات مشہور کر رکھی ہے کہ علماء سیاست نہیں جانتے، علامہ اقبال کے ان افکار نے جو ترک موالات اور متحدہ قومیت کے حامی علماء سے متعلق ہیں اس خیال کو اور تقویت دی، حالانکہ خود اقبال علماء و صوفیہ ہی کے پروردہ تھے — بیشک علماء حق میکیاولی کی سیاست نہیں جانتے مگر محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیاست وہی جانتے ہیں۔

Marfat.com

اس کی شریعت اور اس کا ایمان محبوب ہے۔ وہ ایک منٹ کے لئے انگریزی گورنمنٹ کی غلامی کو، اس کی اطاعت کو، اس کی وفاداری کو، اس کے وجود کو، اس کی بقا کو قبول نہیں کر سکتا۔[۱]

اس موقع پر مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کے یہ چبھتے ہوئے ریمارکس قابلِ توجہ ہیں :۔

"یہ کونسا دین ہے، نصاریٰ کی ادھوری سے اجتناب اور مشرکین کی پوری میں غرقاب فرّ من المطر ووقف تحت المیزاب ——— چلتے پرنالے کے نیچے ٹھہرے اور بوندوں سے بھاگ کر۔[۲]

بنیادی طور پر ترکِ موالات سے بہت سے علماء کو اتفاق تھا لیکن اس کے نتیجے میں ہونے والی ہندو مسلم موالات سے بہت سے علماء کو اختلاف تھا، اور یہی موالات مسٹر گاندھی کا مقصود و مطلوب تھی۔ کیونکہ جب تک یہ حاصل نہیں ہو جاتی، آزادی کا ملنا مشکل تھا ——— علامہ معین الدین اجمیری نے ۱۹۲۱ء میں فوج و پولیس کی ملازمت کو حرام قرار دیا اور گرفتار ہوئے، وہ ترکِ موالات کے سرگرم کارکن تھے مگر اس کے ساتھ مسٹر گاندھی کی قیادت اور کانگرس کے جھنڈے تلے حصولِ خلافت و آزادی کے خلاف تھے[۳]

خود مولوی محمود حسن نے اپنے فتوے میں یہ صراحت کی :۔

ہندو اور مسلمانوں کے ان تعلقات کا یہ اثر نہ ہونا چاہیئے کہ مسلمان اپنے کسی مذہبی حکم کو بدل ڈالیں، یا شعائرِ کفر و شرک کو اختیار کرنے لگیں اگر وہ ایسا کریں گے تو نیکی برباد گناہ لازم کی مثل اپنے اوپر منطبق کر لیں گے[۴]

اسی زمانے میں سید سلیمان ندوی نے تحریکِ ترکِ موالات پر تنقید کی اور اس کو غیر موثر اور غیر معقول بتایا۔ انہوں نے اس مسئلے پر بحث کرتے ہوئے آخر میں لکھا :۔

حاشیہ[۳] ص ۱۷ محمد ابرار صدیقی : ترکِ موالات، مدینہ پریس، بجنور ۱۹۲۰ء، ص ۳۲

[۱] مشتاق احمد : خطبہ صدارت مولانا آزاد (جلسہ جمعیۃ العلماء ہند بریڈلا ہال لاہور ۱۹۲۱ء) مطبوعہ دہلی ص ۲۷

[۲] احمد رضا خاں : المحجۃ المؤتمنہ، مطبوعہ بریلی، ص ۱۴

[۳] محمود احمد برکاتی : تقدیم بر معین المنطق (از علامہ اجمیری) مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۷ء

[۴] تحریکِ عدمِ تعاون اور ارکانِ دینِ مبین، مطبوعہ لاہور ص ۷

Marfat.com

زمانہ خود اس کا فیصلہ کر دے گا کہ آخری فوز و فلاح کی بہترین صورت کیا ہے، مادیت پرستی کی وہ راہ جس پر یورپ و امریکہ اور ان کی تقلید میں ایشیاء کے بھی مصلحین و رہبران چل رہے ہیں یا اصلاح باطن و تزکیہ نفس و صفائے روح کا وہ مسلک جس کی ہدایت جملہ انبیاء کرام جملہ ہادیان مذاہب جملہ عارفان حق اور اخلاق شروع سے آج تک کرتے آتے ہیں۔[1]

علامہ اقبال بھی تحریک ترک موالات کے خلاف تھے۔ تحریک کے زمانے میں وہ انجمن حمایت اسلام (لاہور) کے جنرل سیکرٹری تھے۔ ترک موالات کے مسئلے پر جنرل کونسل کی یہ رائے تھی کہ کوئی قطعی فیصلہ کرنے سے پہلے علماء کی رائے معلوم کی جائے۔ علامہ اقبال اس کے مؤید تھے۔ غالباً انہیں کے ایماء پر[2] مولوی حاکم علی (پروفیسر اسلامیہ کالج، لاہور) نے مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ سے ایک فتویٰ حاصل کیا[3] اور جنرل کونسل کے ایک اجلاس میں پیش کیا۔ اس فتوے کی روشنی میں جنرل کونسل نے ترک موالات کے خلاف فیصلہ صادر کیا۔ اس پر ایک طوفان برپا ہوا۔ ۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء میں انجمن حمایت اسلام کے اجلاس میں علی برادران اور مولانا آزاد نے ترک موالات کی حمایت میں تقریر کی۔ جب کہ علامہ کے دوست اور صدر انجمن سر شیخ عبدالقادر نے اس کے خلاف تقریر کی علامہ نے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے رپورٹ پیش کی اور یہ محتاط اظہارِ خیال فرمایا:-

"میں ہمیشہ ہر معاملہ کو مذہبی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہوں اور جب تک کسی امر میں پورا پورا غور و خوض نہیں کر لیتا قطعی رائے قائم نہیں کرتا۔ میں مسلمانوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر وہ آج شریعت کے احکام پر نہ چلے تو ہندوستان میں ان کی حیثیت اسلامی نقطہ سے بالکل تباہ ہو جائے گی۔"[4]

---

[1] ماہنامہ معارف (اعظم گڑھ) ۱۹۲۰ ص ۱۶۹

[2] عبدالنبی کوکب: مقالات یوم رضا حصہ سوم، لاہور ۱۹۷۱ء، ص ۱۰ (مقالہ ڈاکٹر عابد احمد علی) [3] احمد رضا خاں: المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ (۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء) مطبوعہ مطبع حسنی، بریلی، بار دوم ص ۲۔ [4] محمد حنیف شاہد: اقبال اور انجمن حمایت اسلام، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۶۴

Marfat.com

جناب محمد حنیف شاہد صاحب نے اپنی کتاب میں اس عبارت سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔ کہ علامہ ترک موالات کے حامی تھے۔ لیکن عبارت کے تیور بتا رہے ہیں کہ علامہ اقبال ترک موالات کے خلاف تھے۔ جب ہندوستان کی اکثریت اس تحریک کی حامی تھی تو حمایت میں اشتباہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ علامہ نے نیاز الدین خاں مرحوم کے نام ایک خط میں اس الزام کی تردید کی ہے کہ وہ غیر مشروط طور پر ترک موالات کے حامی ہیں، وہ لکھتے ہیں۔ :-

باقی رہا ان لوگوں سے میرا ہم خیال ہونا، ہم خیالی صرف اس حد تک ہے جس حد تک قرآن حکیم کا حکم ہو اور بس۔ [1]

اور قرآن شریف کا جو حکم ہے وہ مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے مفصل و مدلل فتوے سے علامہ اقبال پر واضح ہو چکا تھا —— اور قائد اعظم پہلے ہی اس تحریک سے علیحدگی اختیار کر چکے تھے ——

مسٹر گاندھی اپنے مقاصد کے حصول کے لئے جس نوعیت کا ہندو مسلم اتحاد چاہتے تھے اس میں بڑی حد تک کامیابی ہوئی۔ لیکن ۵ فروری ۱۹۲۲ء کو چورا چوری (ضلع گورکھ پور) میں مشتعل ہجوم کی اشتعال انگیز کارروائی سے متاثر ہو کر مسٹر گاندھی نے یہ تحریک ختم کر دی۔ جس کی منظوری آل انڈیا کانگرس کی ورکنگ کمیٹی نے بھی دے دی —— [2]

(ج) تحریک ترک گاؤکشی

محبت والفت کا اندازہ ایثار و قربانی سے ہوتا ہے —— تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں جس ہندو مسلم اتحاد کو پروان چڑھایا گیا، مسٹر گاندھی نے

---

[1] مکاتیب اقبال بنام خان نیاز الدین خاں، لاہور، ص ۳۵

[2] خدا بخش اظہر: مسلم لیگ، مطبوعہ لاہور ۱۹۴۰ء

Marfat.com

مسلمانوں کو آزمائش میں ڈال کر اس کو پرکھا ——

سب سے بڑی قربانی شعائر مذہبی کی قربانی ہے، اس سلسلے میں گائے کی قربانی ہندوؤں کے لئے ایک عرصہ سے وجہ اضطراب تھی۔ حالانکہ یہ قربانی خود ان کے مذہب میں رائج تھی[1] —— لیکن اس مسئلے پر ہندو مسلم نظریات میں بعد المشرقین تھا۔ ہندوؤں کے لئے گائے محبوب اور مسلمانوں کے لئے اس کی قربانی محبوب —— چاہیئے تو یہ تھا کہ مسٹر گاندھی ہندوؤں کو مجبور کرتے کہ وہ اپنی مذہبی قربانی کو پھر جاری کریں جو غالباً گوتم بدھ کے اثرات کے تحت ہندوستان سے معدوم ہو گئی تھی۔ مگر انہوں نے اس مسئلے پر مسلمانوں کو مجبور کیا —— سیاست جدیدہ میں عقل کو دخل نہیں جب کہ سیاست اسلامیہ میں عقل تو عقل، دل کو پورا پورا دخل ہے۔ بہرکیف ہندوؤں کی محبت کا مسلمانوں سے یہ صلہ چاہا گیا کہ وہ بیک قلم گائے کی قربانی موقوف کر دیں۔ اور ہندوؤں سے محبت کا عملی ثبوت پیش کریں۔ اس سلسلے میں جو حقائق سامنے آتے ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے :-

---

[1] ۱۹۰۴ء میں لوکمانیہ تلک نے بڑودہ کانفرنس میں کہا تھا :-

"دو ہزار سال پیشتر ہندو اپنے مذہبی اصول کے ماتحت جانوروں کی قربانی کیا کرتے تھے، ان کے خون سے ندیاں سرخ ہوتی تھیں۔"

(اخبار کیسری، مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۰۴ء)

اس بیان کی تصدیق ہندوؤں کی مندرجہ ذیل مذہبی کتابوں سے ہوتی ہے۔ :-

ا۔ بھاگوت گیتا، دسواں اسکند، باب ۵۸

ب۔ ڈالملک پوران، اجودھیا کھنڈ، شلوک ۲-۸

ج۔ کورام پوران، سوتر -۴۰، ادھیائے ۱۷

۱۹۲۷ء میں ڈاکٹر موبجھے (کانپور) نے گائے کی قربانی کے حق میں ایک تحریک چلائی تھی اور ہندوؤں سے کہا تھا کہ یہ قربانی ہی ہے جس کے طفیل برسوں حکومت ان کے ہاتھ میں رہی۔
مسعود

Marfat.com

مسٹر گاندھی نے ۱۹۱۸ء میں گئو رکھشا کے سلسلے میں جو اظہار خیال کیا تھا اس کو ماہنامہ طلوع اسلام (لاہور) نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔ :

مگر ایک ہندو بھی، ہندوستان کے طول و عرض میں نہیں جو اپنی سرزمین کو گاؤ کشی سے آزاد کرانے کی امید نہ رکھتا ہو، ہندو مت —— عیسائی یا مسلمان کو تلوار کے زور سے بھی مجبور کرنے سے تامل نہیں کرے گا کہ وہ گاؤ کشی بند کر دیں۔[1]

گائے کی قربانی کے سلسلے میں ہندوستان میں اکثر فسادات ہوتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۱۷ء میں بقر عید پر آرہ، شاہ آباد وغیرہ اور ۱۹۱۸ء میں کٹارپور میں خونریز فسادات ہوئے —— یہ فسادات اسی ذہنیت کی عکاسی کر رہے ہیں جس کا اظہار مسٹر گاندھی کے مندرجہ بالا بیان سے ہوتا ہے۔

۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء میں خود ہندوؤں نے ذبیحہ گاؤ کے بارے میں علماء سے استفتاء کیا چنانچہ سنہ مذکور میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے اس مسئلے پر نہایت ہی مدلل اور مسکت فتویٰ جاری کیا یعنی

اَنفس الفکر فی قربان البقر[2]

۱۲۹۸ھ کے بعد ۱۳۰۰ھ میں پھر ۱۳۱۲ھ اور ۱۳۲۹ھ میں اسی مسئلے پر استفتاء موصول ہوئے —— اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک منظم تحریک کے ذریعہ گائے کی قربانی پر پابندی لگانے کی کوشش کی گئی ——

۱۹۱۸ء میں مسلم لیگ کا اجلاس دہلی میں ہوا جس میں مسئلہ خلافت پر بحث کرتے ہوئے ترکوں کی حمایت میں صدائے احتجاج بلند کی گئی۔ ڈاکٹر انصاری نے حمایت

---

[1] طلوع اسلام، لاہور، مارچ ۱۹۶۹ء

[2] یہ رسالہ، رسائل رضویہ (جلد دوم) مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء کے ص ۲۱۳ تا ۲۳۶ پر شامل کر دیا گیا ہے۔ (مسعود)

Marfat.com

خلافت کا علم بلند کیا اور صدر کانگرس پنڈت مدن موہن مالویہ نے مسلمانوں کو ہندؤں کی دل آزاری سے منع کرتے ہوئے گائے کی قربانی ترک کر دینے کا مشورہ دیا[1]

دسمبر ۱۹۱۹ء میں مسلم لیگ کے صدر حکیم محمد اجمل خاں صاحب نے چار صفحات پر مشتمل خطبہ صدارت پڑھا اس میں مسئلہ قربانی پر بحث کرتے ہوئے حدیث شریف میں عمداً یا سہواً تحریف کر کے پیش کیا گیا[2] اور مسلمانوں کو ہدایت کی کہ وہ گائے کی قربانی ترک کر دیں[3]

اسی زمانے میں مسٹر گاندھی نے بحیثیت صدر

Humanitarian Conference

اہل ہند کو ترک حیوانات کی سخت تاکید کی ——— گاؤ کشی اور ترک حیوانات کی ان تحریکوں نے مسلمان قصابوں کو سخت نقصان پہنچایا۔[4]

---

[1] ا۔ محمد سلیمان اشرف : النور، مطبوعہ علی گڑھ، ۱۹۲۱ء ، ص ۱۱

ب۔ عبدالقدیر بدایونی : ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط گاندھی کے نام ، مطبوعہ علی گڑھ بار دوم ۱۹۲۵ء ، ص ۱

[2] مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے خلیفہ پروفیسر محمد سلیمان اشرف نے حکیم صاحب کی اس غلطی کی گرفت کی چنانچہ حکیم صاحب نے اخبار البشیر (اٹاوہ) میں ، ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ کی اشاعت میں اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ مسعود

[3] محمد سلیمان اشرف ، النور ، ص ۱۲

[4] ماہنامہ السواد الاعظم (مراد آباد ، ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ / ص ۲۲ ، ۲۳) میں لکھا ہے پہلے مسلمان زمینداروں اور جاگیرداروں کو سودی قرضوں کے ذریعہ بے بس کیا گیا، اس کے بعد قصابوں کو گائے کے ذبیحہ پر پابندی لگوا کر بے آسرا کرنا چاہا۔ پھر اس کے بعد تحریک کھدر شروع کر کے مومن قوم کو جو خوش حال تھی اور اپنے فن میں یگانہ روزگار چنانچہ ڈھاکہ کی چکن ، جائس کی جامدانی ، مبارک پور کے ڈورئیے ، لنگی ، مشروح ، غلطہ ، بھاگل پور کی سلک ، فتوحا کے عمامے ، بنارس کے

Marfat.com

اسی زمانے میں کانپور میں جمعیۃ العلماء ہند کا پہلا اجلاس ہوا۔ اس موقع پر پروفیسر محمد سلیمان اشرف (خلیفہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی) نے کارکنان جمعیت سے درخواست کی کہ گائے کی قربانی کی مخالفت سے دست بردار ہو جائیں۔ مگر کسی نے توجہ نہ دی چنانچہ انہوں نے مسئلہ قربانی پر اپنا رسالہ "الرشاد" ۱۹۲۰ء پیش کیا۔ جو تین ماہ کے اندر اندر تین ہزار کی تعداد میں شائع کرایا گیا۔[۱]

علماء حق کی مزاحمت کے باوجود مسٹر گاندھی کی اس تحریک نے اپنا اثر دکھایا۔ غالباً" مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے یہ بات فرمائی کہ مسٹر گاندھی سے پہلی ملاقات کا یہ اثر ہوا کہ ان کے خاندان سے گائے کی قربانی موقوف ہو گئی ———[۲]

خواجہ حسن نظامی جن سے ملاقات کے لیے مسٹر گاندھی خود ان کے مکان پر گئے تھے اس مسئلے پر مسٹر گاندھی کے ہم نوا نظر آتے ہیں۔ آپ نے یہاں تک فرمایا :۔

بقیہ حاشیہ صد ۱۲۳ دوپٹے، ساڑھیاں، کمخواب، زربفت زری وغیرہ ——— مشہور عالم تھے، تحریک کھدر نے مسلمان پارچہ بافوں کی کمر توڑ دی ——— مگر پھر بھی مسلمان رہنماؤں نے اس تحریک کی ہمت افزائی کی۔ سندھ کے فاضل جلیل مولانا محمد ہاشم جان مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء) راقم سے فرماتے تھے کہ مولوی حسین احمد مدنی سندھ آتے اور یہاں بھرے مجمعوں میں عمامے اتروا کر کھدر کی ٹوپیاں پہنائیں۔ یہ سب مولانا محمد ہاشم مجددی علیہ الرحمہ کا چشم دید ہے۔ ویسے مولوی حسین احمد نے ہمیشہ کھدر پہنا، اس معاملے میں وہ آخر تک متشدد رہے۔
(نیز ملاحظہ ہو بیس بڑے مسلمان از پروفیسر رشید احمد ارشد صد ۴۹۴) مسعود

[۱] گائے کی قربانی پر مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ سے بھی استفتاء کیا گیا تھا آپ نے قربانی کے حق میں نہایت مدلل اور مسکت فتویٰ عنایت فرمایا۔ یہ فتویٰ فتاویٰ مظہری، جلد اوّل مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء صد ۳۲۱/ ۳۲۴ میں شامل کر دیا گیا ہے

[۲] محمد سلیمان اشرف، الرشاد، مطبوعہ، مطبع خادم التعلیم، ۱۹۱۹ء صد ۲۳

Marfat.com

ہندو ہمارے پڑوسی ہیں اور گاؤکشی سے ان کی دل آزاری ہوتی ہے، لہذا ہم گائے کی قربانی نہ کریں اور اس کے عوض دوسرے جانوروں کی قربانی کافی سمجھیں، چاہے ہندو خلافت کے کام میں ہمارے مددگار رہیں یا نہ رہیں ہم کو اس کی کچھ پروا نہ کرنی چاہیئے کیوں کہ مسلم قوم احسان کی تجارت نہیں کرتی۔ [1]

(د) تحریک شدھی اور سنگھٹن

ہم نے ابتداء میں "مقاصد" کے ذیل میں عرض کیا تھا کہ مسٹر گاندھی کی سیاسی سرگرمیوں کا ایک بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ اہل ہند کو ایک دین و مذہب پر چلایا جائے، ظاہر ہے وہ دین و مذہب کونسا ہو سکتا تھا، لیکن اس کے لئے ضروری تھا کہ مسلمان اپنے شعائر مذہبی کو ترک کریں کہ آگے چل کر اگر خدا نخواستہ مذہب چھوڑنا پڑا تو زیادہ مشکل نہ معلوم ہو ــــ مسئلہ قربانی پر بحث کرتے ہوئے مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :-

> اور یہ خیال کہ محض ہنود کی خوشی حاصل کرنے کے لیے اس کی قربانی کا ترک مقصود ہے اور کسی کی خوشی حاصل کرنا تو کوئی جرم نہیں تو اول تو حق تعالی کی ناراضگی کے مقابلے میں کسی کی رضا کی طلب خود ہی حرام ہے دوسرے وہ محض اتنی بات سے کہ آپ ذبیحہ گاؤ ترک کر دیں پوری طرح خوش بھی نہیں ہو سکتے کہ حقیقت میں ان کو صرف گائے کی قربانی کا ترک مطلوب نہیں بلکہ ایک بہت بڑی مہتم بالشان قربانی مطلوب ہے۔ یعنی "ایمان"

---

[1] محمد جمیل الرحمٰن : تحقیقات قادریہ، مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء بحوالہ رسالہ ترک گاؤکشی" مولفہ خواجہ حسن نظامی، مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس

Marfat.com

کی قربانی۔ لقولہ تعالیٰ ودّوا لو تکفرون [1]

چنانچہ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے بعد تحریک شدھی نے شدت اختیار کی جس میں راجہ سے لے کر پرجا تک سب شریک تھے۔ [2] ۱۹۲۵ء میں آریہ سماج کے بانی دیانند کی صد سالہ تقریب کے موقع پر ایک جلسہ میں ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے ہندو لیڈر جمع ہوئے اور وہاں مسلمانوں کو مرتد و گمراہ کرنے کی ایک خفیہ سازش تیار کی گئی [3] ——— ارتداد کی اس تحریک نے مسلمانان ہند میں ایک اضطراب پیدا کر دیا، علماء حق نے اس کی پوری پوری مزاحمت فرمائی ——— جن میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں:۔

---

[1] محمد مظہر اللہ: فتاویٰ مظہری، جلد اول، ص ۳۲۳

[2] پنڈت دیانند سرسوتی، آریہ سماج اور شدھی کا بانی، اس نے ستیارتھ پرکاش نامی ایک کتاب لکھی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام پر اعتراضات کئے گئے ہیں۔ صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی نے ان اعتراضات کا مسکت جواب دیا۔ السواد الاعظم کے اکثر شماروں میں مفصل و مدلل جوابات موجود ہیں

[3] تحریک شدھی کو لالہ منشی رام شردھانند نے آگے بڑھایا، یہ مشرقی پنجاب کا رہنے والا تھا۔ تحریک ترک موالات میں مسلمانوں کے ساتھ رہا۔ بلکہ جامع مسجد دہلی کے منبر پر مولانا محمد علی جوہر کے ساتھ بیٹھ کر ہندو مسلم اتحاد کے موضوع پر اس نے تقریر کی لیکن ۱۹۲۳ء میں اس کا اصلی روپ سامنے آتا ہے جب کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کھل کر سامنے آیا۔ اس روپ کے یہ خدوخال ملاحظہ فرمائیں:۔

(۱) "شدھی" کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جس کا مقصد ہندوستانی نسل کے مسلمانوں کو مرتد بنانا تھا۔ اضلاع یوپی میں بہت سے مسلمان ملکانوں کو مرتد بنایا گیا۔

(۲) "سنگھٹن" کی تحریک میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ جس کا مقصد ہندوؤں، سکھوں اور بدھوں کے تعاون سے ہندوستان کی سرزمین سے مسلمانوں کو نکال کر "عظیم تر ہندو قومیت" کی بنیاد رکھنا تھا۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

(۱) حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب (۲) حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب (۳) حضرت مولانا مفتی مصطفےٰ رضا خاں صاحب (۴) مولانا غلام قطب الدین اشرفی برہمچاری (۵) مولانا احمد مختار صدیقی صاحب میرٹھی (۶) مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب وغیرہ وغیرہ

۱۹۲۳ء میں تحریک شدھی چلی جس میں سوامی شردھانند، پنڈت کالی چرن، پنڈت رام چندرا، دھرم بھکشو لکھوی وغیرہ نے بھرپور حصہ لیا —— اس کے مقابلے کے لیئے بریلی سے جماعت رضائے مصطفےٰ میدان عمل میں آئی۔ اس کے بعد جماعت اشرفیہ حلقۂ اشاعت الحق اور انجمن خدام الصوفیہ۔ صدر الافاضل اور تاج العلماء کے تسیخ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۶ (۳) دہلی سے اخبار تیج نکالا جس میں ایسے مضامین شائع کیئے جن میں اسلام اور مسلمانوں پر حملے کیئے گئے۔

(۴) اس کے بیٹے نے ہندی زبان میں ایک اخبار ارجن نکالا جس کا مقصد عہد اسلامی کے سلاطین کے کردار کو غلط رنگ میں پیش کر کے ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کرنا تھا۔

(۵) اس کے ایماء سے ایک اخبار گرو گھنٹال جاری کیا گیا جس کا مقصد وحید مسلمانوں کی مقدس ہستیوں پر ناپاک حملے کرنا تھا۔

(۶) اس کے ایک چیلے نے جٹ بٹ نامی ایک کتاب لکھی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی سخت توہین کی گئی تھی۔

(۷) اس نے مغل شہزادیوں کے خلاف ڈرامہ اور ناول لکھنے کی ایک تحریک شروع کی اور اسی سلسلے میں کئی ناول و ڈرامے منظر عام پر آئے۔

دہلی کے ایک مسلمان قاضی عبدالرشید نے انہیں وجوہات کی بناء پر ۲۳ دسمبر ۱۹۲۶ء کو شردھانند کو قتل کر دیا اور خود ۱۹۲۷ء میں سردار جام شہادت نوش کیا۔

(اخبار جنگ کراچی) ۹ اگست ۱۹۷۳ء، مضمون سردار علی صابری ملخصاً)

۳ہ منور حسین: ملفوظات امیر ملت، (خطبہ صدارت سنی کانفرنس مرادآباد ۱۹۲۵ء) مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

Marfat.com

طریقت حضرت شاہ علی حسین اشرفی علیہ الرحمہ نے باوجود کبر سنی تحریک شدھی کا پوری قوت سے مقابلہ کیا۔ براہ راست تبلیغ کے علاوہ مندرجہ ذیل طریقے بھی اختیار کئے گئے :۔

۱۔ معالج حیوانات کے بھیس بدل کر۔

۲۔ وید حکیم کا بھیس بدل کر

۳۔ گانے والے طائفہ کا بھیس بدل کر۔

۴۔ سادھوؤں کا بھیس بدل کر۔

مولانا سید قطب الدین برہمچاری اور ان کے شاگرد مولانا غلام قادر اشرفی نے بھیس بدل کر نہ صرف مرتدین کو مشرف باسلام کیا بلکہ بہت سے ہندوؤں کو حلقہ بگوش اسلام کیا مجموعی طور پر ساڑھے چار لاکھ مرتد، مسلمان ہوئے اور ڈیڑھ لاکھ ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ بھیس بدل کر جو اشاعت اسلام کی کوشش کی اس سے پچاس ہزار ہندو مسلمان ہوئے ـــ

مسلمان ہونے کے بعد جو سند جاری کی جاتی تھی اس کے چار حصے ہوتے تھے ایک اسلام قبول کرنے والے کو دیا جاتا، دوسرا صدر دفتر بھیجا جاتا، تیسرا ریکارڈ میں محفوظ رکھا جاتا اور چوتھے پر نو مسلم کی چوٹی کاٹ کر لگائی جاتی ـــ

تحریک شدھی میں ناکامی کے بعد ہندوؤں نے گستاخیوں کا سلسلہ شروع کر دیا چنانچہ آریہ سماج کی ان کتابوں سے اس کی شہادت ملتی ہے۔ ترک اسلام، تہذیب الاسلام، آریہ مسافر جالندھر، آریہ مسافر میگزین، مسافر، بھرت پتر، آریہ پتر بریلی، ستیارتھ پرکاش وغیرہ۔

غیرت مند مسلمانوں نے ان گستاخیوں کا محاسبہ کیا چنانچہ شردھانند سے گستاخی کا بدلہ قاضی عبدالرشید نے لیا، راجپال سے گستاخی کا بدلہ غازی علم الدین نے لیا، بھولا ناتھ سین سے گستاخی کا بدلہ عبداللہ اور امیر احمد نے لیا۔ قصور کے پال مل سے محمد صدیق نے بدلہ لیا اور کراچی کے نتھو رام سے غازی عبدالقیوم لے۔

(ہفت روزہ الہام، بہاولپور، ۷، مارچ ۱۹۷۷، احکام شریعت مطبوعہ بریلی، ملخصاً)

مسعود

Marfat.com

۴ ۔ فوائد

مسٹر گاندھی سیاسی دھارے کو ہندوستان میں جس روش پر چلانا چاہتے تھے اس کی منزل "ہندو مسلم اتحاد" تھا مگر یہ "اتحاد" خود مقصود نہ تھا، بلکہ اصل مقصود وہ اغراض و مقاصد تھے جن کا ہم نے پیچھے ذکر کیا ــــــ مسٹر گاندھی نے اپنی منزل مقصود کے لئے ان تحریکات کو بطور ذرائع اختیار کیا یعنی تحریک خلافت، تحریک ترک موالات تحریک ترک حیوانات، تحریک گئو رکھشا، سیتا گرہ، برت وغیرہ اور ــــــ یہ تحریکیں مسلمانوں کو ہندو مسلم اتحاد کی منزل پر لے گئیں ــــــ رغبت سے، شوق سے، خوف سے، مستقبل کی امیدوں اور اندیشوں سے ــــــ سیاسی لگاؤ سے، معاشی دباؤ سے، معاشرتی چاؤ سے ــــــ

آیئے ہم مسٹر گاندھی کی مساعی کے ثمرات اور فوائد کا تاریخی جائزہ لیں۔

امرتسر کے ایک فاضل حکیم محمد موسیٰ زید لطفہ، عینی شاہدوں کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں:۔

> گروہ علماء نے مسٹر گاندھی کو جامع مسجد شیخ خیر الدین، امرتسر میں لاکر منبر رسول پر بٹھایا اور خود اس کے قدموں میں بیٹھے اور یہ دعا کی گئی کہ
> "اے اللہ تو گاندھی کے ذریعہ اسلام کی مدد فرما" [۱]

---

[۱] عبدالنبی کوکب: مقالات یوم رضا (حصہ اول) مطبوعہ لاہور ۶۸ ۱۹ء
مقالہ مولانا احمد رضا خاں کے رفقا کی سیاسی بصیرت
از حکیم محمد موسیٰ امرتسری، ص ۹۸-۹۹

Marfat.com

اسی طرح جامع مسجد دہلی، کے منبر پہ شردھانند سے تقریر کرائی گئی۔[1] یہ وہی شخص ہے جس نے ارتداد کی مہم چلائی اور بالآخر دہلی میں ایک مسلمان عبدالرشید نے اس کو قتل کر دیا۔

ہندو مسلم اتحاد کی ایک جھلک دیکھی، اب اور جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں:

ا۔ ہینگن گھاٹ میں نماز جمعہ کے وقت تخمیناً ۱۵۰۰ ہندو مسلمان جامع مسجد میں جمع ہوئے اور تقریر و دعا میں ہندوؤں نے بھی حصہ لیا۔[2]

ب۔ مسجد قطب خانساماں (شملہ) میں ۱۵ اگست ۱۹۲۰ء کو ہندو مسلم کا متحدہ جلسہ ہوا جس میں ہندو مسلم اتحاد پر مسلمانوں نے تقریریں کیں اور اس کی تائید میں ہندوؤں نے بھی زور دار تقریریں کیں۔[3]

ج۔ جامع مسجد جلگاؤں بلڈانہ میں ہندو مسلمانوں کا مشترکہ اجلاس ہوا جس کی صدارت پانڈورنگ دینا ناتھ نے فرمائی۔[4]

د۔ مولوی خلیل الرحمٰن نے بنارس، محلہ کچی باغ سے ۶ محرم ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء کو دارالافتاء بریلی ایک استفتاء بھیجا جس میں کہا گیا ہے:۔

"تلک[5] کی موت کے غم میں بروز دسواں جامع مسجد میں ننگے سر جمع ہو کر اس کیلئے دعائے فاتحہ اور مغفرت کے لئے اشتہار تقسیم کیا گیا۔[6] ملخصاً

---

[1] نور محمد قادری: اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۵ء۔ بحوالہ مسلمانوں کا ایثار اور جنگ آزادی از عبدالوحید خاں صہ ۱۴۲، ۱۴۳

[2] اخبار مدینہ (بجنور) ۱۹ اپریل ۱۹۲۰ء (ملخصاً)

[3] اخبار مدینہ (بجنور) ۲۸ اگست ۱۹۲۰ء (ملخصاً)

[4] اخبار مدینہ (بجنور) یکم اپریل ۱۹۲۰ء (ملخصاً)

[5] مدیر معارف سید سلیمان ندوی نے مسٹر تلک کے انتقال پر شذرات میں تعزیت کی ہے اور اسکو افسوسناک قرار دیا ہے (معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۲۰ء، صہ ۱۶۲) مولوی شوکت علی نے اس کی ارتھی کو کندھا دیا بعد میں معذرت کی۔ (النور ۱۹۲۱ء صہ ۱۵)

[6] محمد جمیل الرحمٰن: تحقیقات قادریہ، مطبوعہ بریلی ۱۹۲۰ء، صہ ۳۱

Marfat.com

۴۔ ایک اور استفتاء الہ آباد سے دائرہ اجملیہ کی طرف ۱۶ ار جمادی الاوّل ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء کو مولوی نذیر احمد نے دار الافتاء بریلی بھیجا جس میں مسلمانوں کے متعلق ان افعال شرکیہ کا ذکر کیا گیا ہے :۔

(۱) عام اہل اسلام دسہرے میں شریک ہو کر ناقوس (سنکھ) بجائیں۔

(۲) رام لچھمن پر پھول چڑھائیں۔

(۳) جے کی آوازیں بلند کریں۔

(۴) گائے کی قربانی بند کریں۔ [1]

۵۔ میرٹھ میں ہندو مسلم اتحاد کی تقریب کے موقع پر :۔

"ایک جلوس گاندھی کا نکالا گیا، جس میں ہندو مسلمان سب شریک تھے علاوہ دیگر واقعات کے ایک واقعہ مسلمانان میرٹھ یہ ہوا کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے عین جلوس میں، "قشقہ" چندن وغیرہ مسلمانوں کے ماتھے پر لگایا ہے۔ چندن لگوانے والے اور نہ لگوانے والے مسلمانوں سے معلوم ہوا کہ ہندوؤں کی طرف سے کوئی جبر نہ تھا۔" [2]

۶۔ آرہ کے متعلق یہ خبر ملاحظہ فرمائیں :۔

"ایک پنڈت ساکن بلیا آجکل آرہ میں آکر بہت زوروں کے ساتھ ہندو مسلمانوں کو ایک جا جمع کر کے لیکچر دیا کرتے ہیں، بعد ختم لیکچر وہ پنڈت خود

---

[1] ایضاً ص ۳۲

[2] ا۔ استفتاء از میرٹھ مستفتی مولوی رحیم بخش مدرس مدرسہ اسلامیہ محررہ ۲۰ جمادی الاوّل ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء، موصولہ دار الافتاء، بریلی۔

ب۔ استفتاء از میرٹھ مستفتی حافظ شیر محمد خاں امام مسجد، محررہ ۲۰ جمادی الاوّل ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء، موصولہ دار الافتاء بریلی۔

ج۔ استفتاء از میرٹھ مستفتی حکیم عبدالرحمٰن، محررہ ۲۴ جمادی الاول ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء، موصولہ دار الافتاء بریلی

Marfat.com

اپنے ہاتھ سے ہندو مسلمانوں کے ٹیکہ دیتے ہیں، قبل ٹیکہ دینے کے مسلمانوں سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ لوگوں کے ہاں مخالفت تو نہیں ؟ ——

ایک روز پنڈت نے ہندو مسلمانوں سے مخاطب ہوکر کہا کہ آج ہم اپنی رامائن کا اور مسلمانوں کے قرآن اور انگریزوں کے بائبل کا یعنی تینوں کا پوجا کریں گے۔ اس کے انتظام و اہتمام کے لئے یہ تھا کہ ایک ڈولہ جس کو وہ "سنگاسن" کہتے ہیں، اس کو بڑے تکلف کے ساتھ ہار پھول سے سجوا کر اس کے اندر ایک طرف رامائن، ایک طرف بائبل، بیچ میں مسلمانوں سے قرآن مجید منگوا کر رکھا اور بڑے اہتمام کے ساتھ بھجن گاتے، ڈھول و جھانجھ وغیرہ بجاتے اور اس میں مسلمان بھی شریک ہوکر شہر سے گھما کر اپنے مندر کے اندر لے جاکر رکھا۔ جب ان مسلمانوں سے کہا گیا تو جواب دیا کہ اس میں حرج ہی کیا ہوا ؟ [1]

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں علماء اہلسنت کے ان بیانات کا خلاصہ پیش کر دینا مناسب ہے جو اس سلسلے میں تقریراً یا تحریراً جاری کئے گئے۔

۱۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنے رسالے المحجۃ المؤتمنہ میں ان امور شرکیہ کا ذکر فرمایا ہے :۔

(۱) گائے کا گوشت کھانا گناہ ٹھہراؤ، کھانے والوں کو کمینہ بتاؤ
(۲) خدا کی قسم کی جگہ رام دہائی گاؤ۔
(۳) قرآن مجید کو رامائن کے ساتھ ایک ڈولے میں رکھ کر مندر میں لے جاؤ دونوں کی پوجا کراؤ۔
(۴) نبوت ختم نہ ہوئی ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے۔

---

[1] استفتاء از آرہ مستفتیان محبوب علی و عبدالغفور، محررہ ماہ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء موصولہ دارالافتاء، بریلی محولہ تحقیقات قادریہ صـ ۳۷

Marfat.com

(۵) ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو مسلم کا امتیاز اٹھا دے گا۔
(۶) دوسرا جمعہ کا خطبہ اردو میں پڑھتا ہے اور اس میں خلفاء راشدین حسن و حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے بجائے گاندھی کی مدح "مقدس ذات" "ستودہ صفات" وغیرہا لفاظیوں کے ساتھ گاتا ہے۔[1]

ب۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے خلیفہ پروفیسر مولانا محمد سلیمان اشرف نے بھی اپنے رسالے الرشاد میں ان امور شرکیہ کا ذکر فرمایا ہے :-

(۱) ہندو لیڈروں کو مساجد میں لے گئے، منبروں پر بٹھایا۔
(۲) مسلمان مندروں میں گئے، وہاں دعائیں کیں قشقہ لگوایا۔
(۳) گاندھی کے حکم سے ستیہ گرہ کے دن روزہ رکھا۔
(۴) وید کو الہامی کتاب تسلیم کیا۔
(۵) کرشن جی کو حضرت موسیٰ کا لقب مان لیا گیا۔
(۶) بدایوں کے ایک جلسے میں ایک ہندو مقرر نے یہ تجویز پیش کی کہ مسلمان رام لیلا منائیں ہندو محرم منائیں۔[2]

---

[1] احمد رضا خاں : المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ مطبوعہ بریلی، ۱۹۲۱ء، بار دوم ص۴۵، ۴۸ (ملخصاً) نوٹ : خطبہ جمعہ میں مسٹر گاندھی کی تعریف و توصیف سننے کے عینی شاہد مولوی احمد مختار صدیقی میرٹھی ہیں۔ یہ خبر اخبار مشرق (گورکھپور) ۱۳ جنوری ۱۹۲۱ء میں شائع ہوئی۔ مسعود

[2] محمد سلیمان اشرف : الرشاد، مطبوعہ خادم التعلیم ۱۹۱۹ء ص۱۳، ۱۴، ۱۶، ۱۷ (ملخصاً)
پروفیسر محمد سلیمان اشرف نے مسلمانوں کی اس فکری بے راہ روی پر رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے یہ رباعی تحریر فرمائی ہے :-

وارم دلکے غمیں، بیا مرز و مپرس ؛ صد واقعہ درکمیں، بیا مرز و مپرس ؛
شرمندہ شوم اگر بپرسی عملم ؛ یا اکرم الاکرمین ، بیا مرز و مپرس ؛

النور، ص۲۳۱

Marfat.com

ج۔ مولانا محمد میاں قادری نے انصار الاسلام کے جلسے منعقدہ بریلی ۲۲ر شعبان ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء میں اپنے صدارتی خطبے میں ان امور کی طرف اشارہ فرمایا :۔

۱۔ قشقہ لگوانا۔
۲۔ مشرکوں کی جے پکارنا۔
۳۔ رام لچھمن پر پھول چڑھانا۔
۴۔ رامائن کی پوجا میں شریک ہونا۔
۵۔ ارتھی کندھوں پر اٹھا کر مرگھٹ لے جانا۔
۶۔ مشرک میت کے لئے دعائے مغفرت کرنا اور وہ بھی مسجد میں۔
۷۔ مسجدوں میں مشرکوں کی تعزیت کے جلسے کرنا۔
۸۔ اللہ کو رام کہنا۔
۹۔ خطبہ جمعہ میں مشرک کی تعریف کرنا۔
۱۰۔ دسہرے میں شریک ہونا۔
۱۱۔ سنکھ بجانا۔
۱۲۔ قربانی گاؤ کو بھینٹ چڑھانا۔
۱۳۔ قاتل مشرکوں کی رہائی کی کوشش کرنا۔
۱۴۔ قربانی کی گائے زبردستی چھین کر اس کو گئو شالہ پہنچانا۔[1]

بات تحریک خلافت سے چلی تھی اور کہاں تک پہنچی ؟ —— مسٹر گاندھی کی سیاست کی ساحری نے مسلمانوں کو اس حد تک مسحور کر دیا تھا جس کو دیکھ کر آج کا مسلمان بھی حیرت زدہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ علامہ اقبال نے اس رباعی میں مسٹر گاندھی کی سیاست کو بڑی خوبی سے سمویا ہے :۔

نگہ دارد برہمن کارِ خود را ! — نمی گوید بہ بکس اسرارِ خود را
بہ من گوید کہ از تسبیح بگذر — بدوش خود برد زنارِ خود را

---

[1] محمد میاں قادری : خطبہ صدارت مطبوعہ مطبع صبح صادق۔ سیتاپور ۱۹۲۰ء ص ۲۹، ۳۰ (ملخصاً)

Marfat.com

نتائج

مسٹر گاندھی جو سیاسی مقاصد لے کر اٹھے، اسباب و ذرائع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جس شان سے انہوں نے قیادت کی اور جو فوائد حاصل کئے اس کے فوری نتائج یہ برآمد ہوئے۔

۱۔ بکثرت مسلمان متحدہ ہندوستان کے حامی ہو گئے۔

۲۔ مسلمانوں میں ایک بڑی تعداد متحدہ قومیت کی علمبردار ہو گئی۔

۳۔ اپنی زبان اور تہذیب کی بقا کے لئے مسلمانوں میں وہ جذبہ نہ رہا جو ملی وحدت کے لیے ضروری ہے۔

۴۔ اسلام سے وابستہ رہتے ہوئے مسلمان ہنود اور ان کے رہنماؤں سے اتنے قریب ہو گئے کہ ان کی محبت دل میں راسخ ہو گئی حتیٰ کہ ان کی خاطر اپنے مذہبی شعائر چھوڑنے اور ان کے شعائر اپنانے کے لئے آمادہ ہو گئے۔

۵۔ قرآن و سُنت کو چھوڑ کر سیاسی سطح پر فلسفۂ گاندھی پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ مگر اسلام دینِ فطرت ہے اور وہ ملاوٹ پسند نہیں کرتا کیونکہ خود فطرت ملاوٹ پسند نہیں کرتی۔ ہندو مسلم اتحاد کی وہ صورت جس کا اوپر ذکر کیا گیا اسلام کی فطرت کے خلاف تھا اس لئے یہ کیفیت زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکی اور شدید ردعمل رونما ہوا۔

یہ وہی حالات تھے جو چشمِ عالم نے اکبری دور میں دیکھے تھے اور جس کو ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی کتاب منتخب التواریخ میں پوست کندہ بیان کیا ہے جو سب کے سب ذاتی مشاہدات پر مبنی ہیں [1]

---

[1] ملا عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ، مطبوعہ کلکتہ، ۱۸۶۹ء

Marfat.com

اس دور کے ردعمل میں سرہند سے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) اٹھے اور پوری قوت سے اس کی مزاحمت فرمائی[۱]، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور بالآخر مزاج حکومت بدل دیا۔ آپ ہی کی مساعی کے نتیجے میں ہندوستان میں ایک لادینی حکومت کی جگہ اسلامی حکومت قائم ہوئی۔ اکبر کے بعد جہانگیر اور پھر اورنگ زیب منظرِ عام پر آئے ——— ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں :-

"جہانگیر کے دورِ حکومت میں شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ آگے آئے، آپ کی مسلسل کوششوں سے تحریک احیاءِ دین کا آغاز ہوا، چنانچہ اس انقلاب و تبدیلی کے نتیجے میں سیاسی سطح پر جو کوششیں کی گئیں وہ اکبر، جہانگیر، شاہ جہان اور اورنگ زیب عالمگیر کے درباروں

---

[۱] مولانا مفتی محمد محمود صاحب نے یہ عجیب انکشاف فرمایا :-

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اکبری فکر و نظریات کو اسلام کے لئے زہر قاتل سمجھتے ہی تھے پھر انہوں نے خاص طور پر جس پر توجہ دلائی وہ تھا "کافر فرنگ" کا مسئلہ۔ کافر فرنگ کے کفر اور اس کی عیاری و فریب کاری پر ان کی رگِ فاروقیت پھڑک اٹھتی ہے اور ان کے قلم سے انگارے نکلنا شروع ہو جاتے ہیں ———

("دار العلوم دیوبند اور تحفظ احیاء اسلام کی عالمگیر تحریک" از مفتی محمود مشمولہ ماہنامہ "الرشید" (لاہور) دار العلوم دیوبند نمبر، فروری، مارچ ۱۹۷۶ء، ص۴۵۹)

مؤرخین اور محققین اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے انگریزوں کے خلاف نہیں کفار و مشرکین ہند کے خلاف زبردست جد و جہد فرمائی اکبری اور جہانگیری دور میں انگریز کوئی مسئلہ نہ تھا، یہ بعد کی بات ہے۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔ راقم کا مقالہ مطبوعہ معارف (اعظم گڑھ) شمارے جون ۱۹۶۱ء تا فروری ۱۹۶۲ء اور الفرقان (لکھنو) شمارے ستمبر ۱۹۶۱ء تا اپریل ۱۹۶۲ء ——— مسعود

Marfat.com

کی بدلتی ہوئی فضاؤں میں مطالعہ کی جا سکتی ہیں ـــــ اورنگ زیب عالمگیر سنیت کا نشان نصرت تھا۔[۱]

تقریباً یہی حالات اس دور میں تھے جس کا اوپر ذکر کیا گیا، مگر اس دور میں کوئی ملا عبد القادر پیدا نہ ہوا جو پوست کندہ حالات تاریخ میں محفوظ رکھتا اور ہم کو اتنی جستجو نہ کرنی پڑتی ـــــ اس دور کے ردعمل میں بریلی سے مولانا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ سامنے آئے، یہ ان کا آخری دور تھا ۱۹۲۱ء میں وہ انتقال فرما گئے لیکن بستر مرگ پر پڑے رہنے کے باوجود انہوں نے وہ کچھ کیا جو ایک غیور مسلمان کو کرنا چاہیئے تھا ـــــ حالانکہ یہ دور نہایت پرخطر اور آتش فشاں تھا، اس جذباتی دور میں مدبرین پس منظر میں چلے گئے، چنانچہ قائد اعظم محمد علی جناح انگلستان چلے گئے، اور علامہ اقبال بھی اس وقت خاموش رہے ـــــ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے جو اسلامی اسپرٹ پیدا کی اس نے آگے چل کر تحریک اسلامی کو قوت بخشی اور وہ اس قابل ہوئی کہ غیر اسلامی اور لادینی تحریکوں کا مقابلہ کر سکے، اس حقیقت کی شہادت السواد الاعظم کے ان مندرجات سے مل سکتی ہے جو ہماری کتاب کا موضوع ہیں۔

ممکن ہے کہ بعض قارئین کرام یہ خیال فرمائیں کہ اس موقع پر مولوی سید احمد بریلوی اور مولوی محمود حسن کا کیوں ذکر نہ کیا[۲] انہوں نے بھی تو اسلامی حکومت کے قیام کے لئے

---

[۱] مقدمہ ہسٹری آف دی فریڈم موومنٹ، جلد اول مطبوعہ کراچی، ۱۹۵۷ء، ص۲

[۲] مولانا عبید اللہ سندھی نے (جو ۱۸۷۲ء میں ضلع سیالکوٹ کے ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوئے تھے) ملکی سیاست میں حصہ لیا تھا۔ وہ مولوی محمود حسن کے ایماء پر ۱۹۱۵ء میں کابل گئے جہاں بعد میں انڈین نیشنل کانگرس کی کابل شاخ سے منسلک ہو گئے۔ ابتداء میں وہ ہندو مسلم اتحاد کے داعی تھے۔ ۱۹۲۲ء میں وہ کابل سے ماسکو گئے۔ جہاں لینن زندہ تھا اور نئے اشتراکی روس کی تعمیر میں مصروف تھا، وہاں سے ۱۹۲۳ء میں ترکی گئے۔ جہاں مصطفےٰ کمال نئے ترکی کی تعمیر کے لئے جدوجہد کر رہا تھا ترکی سے

باقی اگلے صفحہ پر

Marfat.com

کوشش کی ہے۔ بیشک ثابت ہی کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن مولوی حسین احمد مدنی کے بیانات سے ہم کسی دوسرے نتیجے پر پہنچتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ سید صاحب اسلامی حکومت قائم کرنا نہیں چاہتے تھے بلکہ انگریزوں کو نکالنا چاہتے تھے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:-

سید صاحب کا مقصد چونکہ ہندوستان سے انگریزی تسلط و اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا جس کے باعث ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے، اس بنا پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو بھی شرکت کی دعوت دی اور اس میں صاف صاف انہیں بتایا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے پردیسی لوگوں کا اقتدار ختم کر دینا ہے۔ اس کے بعد حکومت کس کی ہوگی، اس سے آپ کو غرض نہیں، جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے، ہندو ہوں یا مسلمان یا دونوں، حکومت کریں گے۔ چنانچہ اس سلسلے میں سرحد سے ریاست گوالیار کے مدار المہام اور مہاراج دولت رائے سندھیا کے وزیر و برادر نسبتی راجہ ہندو راؤ کو آپ نے جو خط تحریر فرمایا ہے وہ غور سے پڑھنے کے قابل ہے، اس سے آپ کے اصلی عزائم اور ملکی حکومت کے متعلق آپ کے نقطہ نظر پر روشنی پڑتی ہے۔[1]

رہی انگریزوں کے خلاف آپ کی جہد و جہد وہ بھی خود مولوی حسین احمد کے بیان کی روشنی میں مشکوک ہو جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں :-

بقیہ حاشیہ ص ۱۳۷

مولانا حجاز آئے جہاں ابنِ سعود کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ وہاں بارہ سال رہے، ۱۹۳۵ء میں کراچی آئے اور ۱۹۴۵ء میں انتقال کیا۔

مولانا عبید اللہ سندھی نے ملکی انقلابات کے بجائے، روس، ترکی، حجاز کے معاشی سیاسی اور مذہبی انقلابات بچشم خود دیکھے اس لئے دوسرے کانگریسی اور جمعیتی لیڈروں کے مقابلے میں ان کے سیاسی خیالات منفرد تھے۔ مسعود

[1] حسین احمد مدنی، نقش حیات، جلد دوم، مطبوعہ دہلی ۱۹۵۴ء، ص ۱۳

"ہندوستان کی یہ بہت بڑی بدقسمتی تھی کہ سید صاحب کو مسلمانان پنجاب کی حد درجہ پامالی و زبوں حالی کے باعث مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بالمقابل صف آراء ہونا اور آخر معرکہ بالاکوٹ میں جام شہادت نوش کرنا پڑا ——— جب سید صاحب کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ضرورتوں کے مہیا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی" [۱]

لیکن نہ معلوم کیوں پاکستان میں مرتب کی جانے والی انگریزی اور اردو تاریخوں میں مولوی سید احمد بریلوی کی تحریک کے ڈانڈے تحریک پاکستان سے ملائے جاتے ہیں ——— غور کرنے سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ تحریک پاکستان میں ان کے متبعین و موئیدین کا کردار علما اہل سنت کے مقابلے میں زیادہ شاندار نہیں رہا۔ شاید ذوق مسابقت میں ایسا کیا گیا اور یہ عام تاثر دیا گیا کہ سید صاحب کا مقصود اسلامی حکومت کا قیام تھا لیکن اگر واقعی یہی مقصد تھا تو ان ہزاروں لاکھوں تبعین کے لئے کیا تھا جو سرے سے پاکستان کے خلاف تھے اور اب بھی اپنے مسلک پر قائم ہیں؟ ——— اس گتھی کا سلجھانا بہت مشکل نظر آتا ہے ———

جہاں تک مولوی محمود حسن کا تعلق ہے وہ بھی ایسی حکومت کے خواہاں تھے جو ہندو اور مسلمانوں کے اشتراک سے وجود میں آئے۔ اسی لئے انہوں نے تحریک آزادی میں ہندو بلکہ سکھوں کو بھی شرکت کی دعوت دی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:۔

کچھ شبہ نہیں حق تعالیٰ شانہ نے آپ کے ہم وطن اور ہندوستان کی سب سے زیادہ کثیر التعداد قوم (ہندو) کو کسی نہ کسی طریق سے آپ کے ایسے پاک مقصد کے حصول کے لئے موئید بنا دیا ہے اور میں ان دونوں قوموں (ہندو مسلمان) کے اتفاق و اتحاد کو بہت مفید اور منتج سمجھتا ہوں۔ [۲]

---

[۱] ایضاً، صہ ۱۲، ۱۳

[۲] محمد میاں: علمائے حق، حصہ اول مطبوعہ مراد آباد ۱۹۴۶ء صہ ۹۶

Marfat.com

مولوی محمود حسن کو جب حجاز سے گرفتار کر کے مصر لایا گیا تو تفتیش کرنے والے ایک انگریز کے سوالات کے جو جوابات آپ نے دیے (اور جو مولوی حسین احمد نے نقل کئے ہیں) اس کا خلاصہ یہ ہے:۔

۱۔ ریشمی خطوط کے بارے میں مولانا کو کچھ علم نہ تھا۔
۲۔ حکومت برطانیہ کے خلاف کسی سازش میں ملوث نہ تھے۔
۳۔ جمعیت انصار محض مدرسہ دیوبند کے مقاصد کے لئے قائم کی گئی تھی۔
۴۔ یہ الزام بے بنیاد ہے کہ آپ ترکی، ایران، افغانستان کو متحد کر کے ہندوستان پر حملہ کرانا چاہتے تھے اور اس طرح اسلامی حکومت قائم کرنے کا ارادہ رکھتے تھے[1]

لیکن اس میں شک نہیں کہ آپ نے تحریک آزادی میں حصہ لیا صرف مقاصد میں کلام کیا جا سکتا ہے ـــــ مولوی رشید احمد ارشد نے لکھا ہے کہ مولانا کا مقصد یہ تھا کہ ہندو مسلم اور سکھ مل کر مطلق آزادی حاصل کریں، ان کے سامنے اسلامی حکومت کا کوئی واضح تصور نہ تھا ـــــ اس لئے ان کے مشن میں سکھ اور انقلابی ہندو شریک تھے[2]

راقم کے محترم و کرم فرما پروفیسر محمد اسلم صاحب (صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور) نے ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ علماء کے اشتراک عمل کی ایسی پیاری تاویل فرمائی ہے جو مؤرخ کے لئے قابل قبول ہو یا نہ ہو ایک صوفی کے لئے ضرور قابل قبول ہو گی، آپ نے فرمایا:۔

> وحدۃ الوجود پر یقین رکھنے سے کفر و اسلام کی تمیز اٹھ جاتی ہے (نعوذ باللہ) اور اس کا نتیجہ وحدت ادیان کی صورت میں نکلتا ہے (استغفر اللہ)۔
> وحدۃ الوجود کا عقیدہ جہاں وحدت ادیان کی طرف لے جاتا ہے وہیں وہ متحدہ قومیت کا بھی درس دیتا ہے۔ (معاذ اللہ) اس کی بہترین مثال جمعیۃ

---

[1] حسین احمد: سفر نامہ شیخ الہند مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء، ص ۷۳-۷۵
[2] رشید احمد ارشد: بیس بڑے مسلمان، ص ۲۷۸، ۲۹۱

Marfat.com

العلماء ہند کے سیاسی موقف کی ہے جمعیۃ العلماء کی بنیاد دیوبند کے جن بزرگوں نے رکھی تھی ان کی اکثریت سلسلہ چشتیہ کی اس صابریہ شاخ سے وابستہ تھی جس کے سرخیل حضرت عبدالقدوس گنگوہی تھے [1]

جمعیۃ العلماء ہند کے بانیوں کا ذہنی اور روحانی تعلق چونکہ حضرت عبدالقدوس گنگوہی کے ساتھ تھا اس لئے ان کا حضرت گنگوہی کی تعلیمات اور خیالات سے متاثر ہونا ایک لازمی امر تھا [2] جمعیۃ العلماء ہند کے رہنما اپنے شیخ کی اقتداء میں نظریہ وحدۃ الوجود پر ایمان رکھتے تھے اور اس نظریہ پر ایمان رکھنے کا یہ تقاضا تھا کہ وہ ہر طرح کے تعصبات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سیکولرازم کو اپنا کر ہندو مسلم کا سوال ختم کر دیتے، اس نظریہ وحدۃ الوجود بالواسطہ متحدہ قومیت اور اکھنڈ بھارت کے تصور کو فروغ دیتا ہے (انا للہ وانا الیہ راجعون!) جمعیۃ العلماء نے تقسیم ہند کی جو مخالفت کی تھی اس کا محرک یہی نظریہ وحدۃ الوجود تھا۔ جمعیۃ العلماء ہند، وحدۃ الوجود کی قائل ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے الگ وجود کی قائل نہیں تھی۔ اسی لئے اس نے دو قومی نظریہ کی حامی جماعتوں کی مخالفت کی۔ [3]

---

[1] محمد اسلم: حضرت شیخ احمد سرہندی، مطبوعہ لاہور۔ ص ۱

[2] مگر یہ حیرت انگیز تضاد سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ حضرات شیخ عبدالقدوس علیہ الرحمہ کی تعلیمات سے اتنے متاثر ہوئے لیکن اپنے شیخ طریقت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ کی تعلیمات سے نہ صرف یہ کہ متاثر نہ ہوئے بلکہ بعض عقائد و نظریات ان کی منشا کے خلاف بھی رکھتے ہیں۔

[3] ایضاً، ص ۱۱ نوٹ :۔ مولوی حسین احمد نے سفرنامہ شیخ الہند (مطبوعہ لاہور مسعود ۱۹۷۴ء) میں اعتراف کیا ہے کہ اسارت مالٹا کے زمانے میں مولوی محمود حسن کی صحبت میسر ہوتے ہوئے بھی وہ علم لدنی سے واقف نہ ہو سکے —— چہ جائیکہ حقیقت وحدۃ الوجود سے! وحدۃ الوجود کی حقیقت اس وقت پائی جا سکتی ہے جب علم لدنی سے کما حقہ واقفیت و عرفان حاصل ہو

پاکستان میں جمعیتہ العلماء ہند کی وکالت اس سے احسن طریقے پر نہیں ہو سکتی۔
——اگر اس مؤقف کی وضاحت میں بانیان جمعیتہ العلماء ہند کے ایسے بیانات دیتے جس سے یہ واضح ہوتا کہ واقعی وہ اسی وجہ سے دو قومی نظریہ اور پاکستان کے خلاف تھے، تو مناسب تھا—— وحدۃ الوجود کے قائل تو مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ بھی تھے اور مخالفین ان پر یہاں تک الزام لگاتے ہیں کہ وہ اسی بناء پر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے خلاف تھے جو وحدۃ الشہود کے بانی تھے تو چاہیئے تو یہ تھا کہ آپ بھی دو قومی نظریہ کے خلاف ہوتے مگر آپ نے اور آپ کے خلفاء و فرزندان گرامی اور متبعین نے جس شدومد کے ساتھ دو قومی نظریہ کا پرچار کیا۔ وہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔

حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے خلیفہ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی نے ۱۹۲۵ء میں جمعیتہ العلماء ہند کے ردِّ عمل میں الجمعیۃ العالیۃ المرکزیہ کی بنیاد ڈالی۔ الجمعیۃ العالیہ کی قیادت کو جو بالغ نظری اور بصیرت حاصل تھی اس کی تصدیق تاریخی حادثات و واقعات سے بخوبی ہو جاتی ہے۔

قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کے لئے جو کارہائے نمایاں انجام دیے وہ تاریخ میں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں، ان کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ انہوں نے ہندوستان کے بڑے بڑے ہندو مسلم سیاست دانوں کے شیش محل کو آن واحد میں توڑ کر رکھ دیا—— اس سے ان کی باکمال سیاسی بصیرت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔
——لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب قائداعظم ہندو مسلم اتحاد کے داعی تھے اور یہ فرما رہے تھے :۔

"میں طبعی طور پر راسخ کانگرسی ہوں اور کانگرس کی تائید و حمایت میرے لئے باعثِ اطمینان ہے، تو موارا اختلاف کسی صورت میں برداشت نہیں کر سکتا"

لے خدا بخش اظہر، مسلم لیگ، مطبوعہ لاہور ۱۹۴۰ء، صہ ۱۴
یہ بات ۱۹۱۶ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ لکھنؤ میں فرمائی

Marfat.com

اُس وقت علماء اہل سنت اسلام کی بقاء اور اسلامی حکومت کے قیام کے لئے ساعی تھے اور مسلمانوں کو دین اسلام کی طرف بڑی دل سوزی کے ساتھ دعوت دے رہے تھے۔ یہ حقیقت السواد الاعظم کے شماروں کے مطالعہ سے واضح ہو جاتی ہے۔ لیکن جب قائد اعظم نے ہنود کے معاندانہ سلوک اور اسلام کی حقیقت کو پہچانا، اُس ماحول میں جہاں علماء اہل سنت نے اسلامی فضا پیدا کر دی تھی تو انہوں نے فرمایا :۔

"میرا نصب العین یہ ہے کہ انگریز ہندوستان پر قبضہ رکھنا چاہتا ہے، گاندھی جی مسلمانوں پر مسلط ہونے کے تمنائی ہیں، لیکن ہمیں دونوں کی محکومی منظور نہیں، ہم آزاد رہنا چاہتے ہیں۔ ہم نہ انگریز کی غلامی پر قناعت کر سکتے ہیں نہ ہندو کی غلامی چاہتے ہیں"۔ [۱]

قائدِ اعظم نے مسلم لیگ کونسل کے اجلاس منعقدہ دہلی ۱۹۴۰ء میں یہ بات فرمائی ـــــ اور ۱۳ جنوری ۱۹۴۸ء میں اسلامیہ کالج پشاور میں فرمایا :۔

"ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا۔ بلکہ ہم ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں"۔ [۲]

اس میں کوئی شک نہیں کہ قائد اعظم نے مسلمانانِ ہند کی موثر رہنمائی فرمائی لیکن یہ حقیقت بھی قابل توجہ ہے کہ علمائے اہل سنت نے ان سے بہت پہلے مسلمانان ہند کو اسلام کی طرف متوجہ کیا، چنانچہ مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء میں پٹنہ کے اجلاس میں ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء میں رسالہ تدبیر فلاح و نجات و اصلاح کے ذریعہ (جو کلکتہ اور رام پور سے شائع ہوا) اور ۱۹۲۰ء میں رسالہ المحجۃ المؤتمنہ شائع کر کے مسلمانان ہند میں اسلام کا سچا جذبہ پیدا کیا [۳] اور یہ فخر بھی علمائے اہل سنت کو

---

[۱] ایضاً، ص ۱۴

[۲] ماہنامہ قومی زبان (کراچی) قائد اعظم نمبر دسمبر ۱۹۷۶ء، ص ۳۴ (باقی اگلے صفحہ پر)

حاصل ہے کہ ابھی علامہ اقبال اور قائداعظم تقسیم ہند کے تصوّر کی طرف متوجہ بھی نہ ہوئے تھے کہ ۱۹۲۵ء میں محمد عبدالقدیر بدایونی علیہ الرحمۃ نے تقسیم ہند کا تصور پیش کیا اور اس سلسلے میں تفصیلی تجاویز سامنے رکھیں جن کا ذکر آگے آتا ہے، راقم کے خیال میں انہیں تجاویز نے علامہ اقبال کو ۱۹۳۰ء میں تقسیم ہند کا تصور پیش کرنے پر آمادہ کیا پھر اسی تصور کو سامنے رکھ کر ۱۹۴۰ء میں قائداعظم نے تصور پاکستان پیش کیا۔

قائداعظم کوئی مذہبی عالم اور صوفی نہ تھے، جس ماحول میں انہوں نے پرورش پائی اس کا تقاضا تھا کہ وہ ابتدائی مرحلے میں ہندو مسلم اتحاد کے لئے کوشش کریں چنانچہ وہ کانگرس میں شریک ہوئے اور ہندو مسلم اتحاد کے لئے بھرپور کوشش کی لیکن رفتہ رفتہ جب انہوں نے ہنود کے "ہندی مزاج" اور مسلمانان ہند کے "اسلامی مزاج" کو سمجھا تو اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کی پھر علامہ اقبال کے طفیل "اسلامی مزاج" کے اور قریب آئے تو اسلامی فکر کا وہ دھارا جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ[1] (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء)، حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی[2] اور دوسرے علماء حق سے منتقل ہو کر اقبال تک پہنچا تھا، قائداعظم

بقیہ حاشیہ ص ۱۴۳

۳ؔ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء میں ذبیحہ گائے کے مسئلے پر انفس الفکر فی قربان البقر کے عنوان سے اپنا تاریخی فتویٰ جاری فرمایا۔ اس کی ایک حیثیت گو مذہبی ہے مگر دوسری حیثیت سراسر سیاسی ہے اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ حضرت فاضل بریلوی نے اپنی سیاسی جدوجہد کا آغاز ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء ہی سے فرمادیا تھا۔ مسعود

۱ؔ فکر اقبال پر حضرت مجدد الف ثانی کے اثرات، ایک اہم موضوع ہے، راقم نے اپنے تحقیقی مقالے سیرت مجدد الف ثانی کے ایک باب میں اس کا جائزہ لیا ہے یہ مقالہ عنقریب کراچی سے شائع ہونے والا ہے۔ مسعود

۲ؔ علامہ اقبال نے علی گڑھ کی ایک مجلس میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی فضیلت علمی کا برملا اعتراف فرمایا تھا (مقالات یوم رضا حصہ سوم مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء مضمون فاضل بریلوی اور علامہ اقبال" از عابد احمد علی، ص ۱) اور قرائن اسکی تصدیق کرتے ہیں کہ ۱۹۲۰ء میں تحریک ترک موالات کے زمانے میں علامہ ہی کے ایماء سے مولانا احمد رضا خاں سے فتویٰ لیا گیا جس

کے فکر و شعور میں سرایت کر گیا اور اب وہ قائد جس کے متعلق مسٹر گوکھلے نے یہ کہا تھا[1]:

"وہ ہندو مسلم اتحاد کے زبردست علم بردار بنیں گے"

اسلام کے علمبردار بن کر ابھرے اور دیکھتے دیکھتے پورے ہندوستان پر چھا گئے[2] ____ ایک مرتبہ حیدر آباد سندھ کے ایک جلسے میں مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا کہ "مولانا محمد علی جوہر انگلستان جا رہے تھے (غالباً ۱۹۲۰ء میں) مجھے لکھا کہ پورٹ سعید پر ملاقات کر لیں، میں ملاقات کے لیئے حاضر ہوا، گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک منحنی نوجوان سامنے سے گزرا، مولانا محمد علی نے اس جوان کی طرف اشارہ کر کے مجھ سے

---

[1] مسٹر گوپال کرشن گوکھلے ۱۸۶۶ء میں کولھاپور (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۹۵ء میں میں انڈین نیشنل کانگرس کے اجلاس بمبئی میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۰۵ء میں انہوں نے خدام ہند (Servants of India) کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔ کانگرس کے صدر بھی رہے، ۱۹۱۲ء میں افریقہ میں ہندوستانی تارکین وطن پر مظالم کے خلاف مسٹر گاندھی کے ساتھ جد وجہد کی، وہ ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے ۴۸ سال کی عمر میں ۱۹۱۵ء کے لگ بھگ انتقال کیا (بحوالہ مظفر حسین خاں: "حالات گوکھلے" مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۹۱۹ء و سروجنی نائیڈو، گوکھلے من حیث الانسان مترجمہ خورشید علی مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۹۱۵ء)

[2] ۱۹۳۶ء میں مولوی اشرف علی تھانوی نے مسلم لیگ کی حمایت میں فتویٰ دیا (رسالہ توحید، کراچی مئی، جون ۱۹۴۱ء، صد ۳۲، ۳۵) ____ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مولوی تھانوی نے ۱۹۳۸ء میں اصلاح حال کے لیئے ایک وفد قائد اعظم کے پاس پٹنہ روانہ کیا تھا۔ (انوار الحسن، حیات امداد، کراچی) ____ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ ۔ ۲۶، ۲۷، دسمبر ۱۹۳۸ء منعقدہ پٹنہ میں مولانا تھانوی کا ایک بیان مولوی ظفر احمد عثمانی نے پڑھا۔ ۱۹۳۹ء میں مولوی شبیر احمد عثمانی وغیرہ قائد اعظم سے دہلی جا کر ملے اور ایک عرصہ بعد ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے اس اجلاس میں زبردست پذیرائی کی گئی، اس میں راقم بھی موجود تھا۔ اسی زمانے میں ۱۱ جون ۱۹۴۶ء کو جمعیۃ العلماء اسلام

Marfat.com

فرمایا اگر اس کے دل میں مسلمانوں کی محبت پیدا ہو جائے تو یہ ان کے لیے کوئی کام کر جائے گا ——— یہ جوان قائد اعظم محمد علی جناح تھے ——— مولانا محمد علی جوہر نے جو پیش گوئی فرمائی تھی، وہ صحیح ثابت ہوئی ———

بے شک قائد اعظم نے مسلمانوں کے لئے بے مثال خدمات انجام دیں، مگر اس جلے پر یہ غور کرنا ہے کہ وہ کونسی قوت تھی جس نے اسلام کے لیے ہندوستان کی فضا کو اتنا سازگار کیا کہ جب انہوں نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اسلام اور پاکستان کا نام لیا تو پورا ہندوستان لبیک پڑا ——— ظاہر ہے اتنی عظیم تبدیلی اچانک نہیں ہو سکتی جبکہ ہندو مسلم اتحاد کے سلسلے میں ماضی قریب میں وہ کچھ ہو چکا تھا جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ——— زیادہ گہرائی میں جائیں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ علمائے اہل سنت ہی تھے جنہوں نے مسلمانوں کے دلوں میں جذبۂ اسلامی کو تازہ رکھا اور برصغیر میں اسلامی حکومت کا قیام ممکن ہو سکا۔ اس میں شک نہیں دوسرے علماء نے بھی اسلام کی خدمت کی مگر اس کی نوعیت قطعاً مختلف تھی[۵] ——— بہر کیف قائد اعظم نے اسلام

بقیہ حاشیہ ۱۴۵ کا دوسرا اجلاس انجمن حمایت اسلام کے دفتر میں ہوا جس میں مولوی شبیر احمد عثمانی، فاضل بریلوی کے خلیفہ مولوی محمد برہان الحق جبل پوری، اور حسین شہید سہروردی وغیرہ شریک تھے۔ (بحوالہ مکتوب مولانا حامد علی قریشی سکرٹری جنرل دی مسلم لیگ، محررہ ۲۹ اپریل ۱۹۷۴ء)

۵ مولانا شبیر احمد عثمانی تقریباً ۲۰ سال جمعیۃ العلماء ہند میں شریک رہے، پھر چند برس سیاست سے کنارہ کش رہے لیکن آخر میں غالباً ۱۹۴۵ء میں پھر سیاست میں آئے اور تحریک پاکستان کی حمایت کی۔ ۷ دسمبر ۱۹۴۵ء کو اس حمایت سے باز رکھنے کے لیے مندرجہ ذیل علماء ——— ان کے دولت کدے پر آئے:۔

(۱) مولوی حسین احمد (صدر جمعیۃ العلماء ہند) (۲) مفتی کفایت اللہ (سابق صدر جمعیۃ العلماء ہند) (۳) مولوی حفظ الرحمٰن (ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء ہند) (۴) مولوی احمد سعید (سابق ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء ہند) (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

کی بے پناہ قوت اور "دانش نورانی" سے مسٹر گاندھی کی "دانش برہانی" کو شکست دی اور اب ایک قومی نظریہ کی جگہ دو قومی نظریہ آب و تاب سے جلوہ گر ہوا اور معلوم ہو گیا کہ ہماری اور ان کی راہوں میں "بعد المشرقین" تھا۔

بقیہ حاشیہ ص ۱۴۶

اس موقع پر مولوی حفظ الرحمٰن نے یہ الزام لگایا کہ مولوی شبیر احمد عثمانی جس جمعیۃ العلماء اسلام سے وابستہ ہیں وہ انگریز کے ایما پر بنائی گئی ہے اس سلسلے میں مولانا نے حقائق و شواہد بھی پیش کرنے کا وعدہ فرمایا اس کے جواب میں مولانا عثمانی نے اتنا فرمایا :-

"جو روایت آپ نے بیان کی میں نہ اس کی تصدیق کرتا ہوں نہ تکذیب، ممکن ہے آپ صحیح کہتے ہوں" (مکالمۃ الصدرین، ص ۵)

پھر آگے چل کر اپنے لئے یہ صراحت فرمائی :-

میں نے جو رائے پاکستان وغیرہ کے متعلق قائم کی ہے وہ بالکل خلوص پر مبنی ہے۔ (مکالمۃ الصدرین، ص ۹)

مارچ ۱۹۷۶ء میں ماہنامہ الرشید (لاہور) کا دارالعلوم دیوبند نمبر شائع ہوا۔ جو تقریباً ۹۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ۷۰ مضامین و مقالات ہیں، مگر ایک مضمون بھی "دارالعلوم دیوبند اور تحریک پاکستان" کے عنوان پر نہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ماسوائے چند ایک علماء کے مسلک دیوبند کا مجموعی کردار پاکستان کے خلاف ہی رہا — میاں عبدالرشید نے اپنی انگریزی تصنیف "برصغیر پاک و ہند میں اسلام" (مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء) میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی ہے — (مسعود)

Marfat.com

بُعد المشرقین

ایک قومی نظریہ

(۱)

ایک ملک : ہندوستان

(۲)

ایک قوم : ہندوستانی

(۳)

ایک زبان : ہندی بخط ناگری

(۴)

ایک مذہب : مجموعہ مذاہب ہندومت

دو قومی نظریہ

(۱)

(ا) ایک ملک : پاکستان

(جہاں کا فرد مسلمان امن و امان سے زندگی بسر کر سکے)

(ب) دوسرا ملک ہندوستان

(۲)

(ا) ایک قوم : مسلم

(وہ قوم جو وطن بنایا کرتی ہے، وطن سے بنا نہیں کرتی)

(ب) دوسری قوم : ہندو

(۳)

(ا) ایک زبان : اردو بخط نسخ یا نستعلیق

(وہ زبان جو ہندوستان کی ساری قوموں نے ملکر بنائی اور جو آج پاک و ہند کی عوامی زبان ہے)

(ب) دوسری زبان : ہندی بخط ناگری

(۴)

(ا) ایک مذہب : اسلام

(وہ مذہب جو نفرت کے بجائے محبت کا سبق

Marfat.com

سکھاتا ہے، جو ہمیشہ سے ایک ہے اور ایک رہیگا)
(ب) دوسرا مذہب : مجموعہ مذاہب (ہندومت)

(۵)

ایک تہذیب : مجموعہ تہذیب ہندو تہذیب

(۵)

(ا) ایک تہذیب : اسلامی
(وہ تہذیب جو اسلامی قدروں پر قائم ہو یا جس سے مسلمانی کی بو آتی ہو)
(ب) دوسری تہذیب : مجموعہ تہذیب (ہندو تہذیب)

(۶)

ایک آئین : فلسفۂ گاندھی

(۶)

(ا) ایک آئین : شریعت اسلامی
(جس میں اسود و احمر اور کافر و مشرک سب کی سمائی ہے)
(ب) دوسرا آئین : فلسفۂ گاندھی

وضاحت

ایک قومی نظریہ میں نہ مسلمان کی گنجائش تھی، نہ اردو کی، نہ اسلام کی، نہ اسلامی تہذیب و تمدن کی، نہ شریعت اسلامی کی لیکن دو قومی نظریہ میں ہندو کی بھی گنجائش تھی، ہندی کی بھی ——— ہندومت کی بھی اور ہندو تہذیب و تمدن کی بھی ——— ——— بنظر انصاف دیکھا جائے تو ایک قومی نظریہ سے دو قومی نظریہ میں زیادہ وسعت و گنجائش تھی، لیکن افسوس اس کو غلط رنگ میں پیش کیا گیا اور سفید کو سیاہ، سیاہ کو سفید بنایا گیا عرض یہ کرنا تھا کہ مسٹر گاندھی نے سیاسی مقاصد کے لئے جو طویل جدوجہد کی اس کے نتائج ان کے حق میں نہ نکل سکے، اور ہندو مسلم اتحاد کا جو خواب انہوں نے دیکھا تھا وہ شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا اور تقسیم ہند کی تجویز سامنے آئی۔ اس کے مختلف اسباب و وجوہات ہیں،

Marfat.com

ان میں سے چند ایک یہ ہیں :-

۱- ۱۹۰۵ء میں لارڈ کرزن کی طرف سے ہندو بنگال اور مسلم بنگال کی تقسیم اور پھر ۱۹۱۱ء میں جارج پنجم کی طرف سے اس کی تنسیخ۔

۲- مانٹو نے جداگانہ انتخاب کا اصول تسلیم کیا تو اس کے خلاف ہنود نے احتجاج کیا۔

۳- اواخر انیسویں صدی اور پھر اوائل بیسویں صدی میں اردو زبان کے خلاف شورش وسازش اور اس کی جگہ ہندی کو نافذ کرنے کی کوشش۔

۴- ۱۹۱۶ء میں کانگرس کا مسلم لیگ کو مسلمانوں کی نمائندہ جماعت تسلیم کرنا اور پھر ۱۹۴۰ء میں اپنے قول سے پھر جانا۔

۵- ۱۹۱۸ء میں سر سڈنی رولٹ کا مسلمانوں کو فسادات کا ذمہ دار قرار دینا اور ہنود کو اس الزام سے بری کرنا۔

۶- گائے کی قربانی کے خلاف تحریک اور فسادات۔ مسلمانوں کو گائے کی قربانی سے باز رکھنے کی کوشش کرنا۔

۷- نہرو رپورٹ میں مسلم فسادات سے اغماض نظر کرنا۔

۸- ۱۹۳۰ء میں تقسیم ہند کی تجویز کے خلاف ہنود کا غم و غصہ۔

۹- معاشرتی زندگی میں مسلمانوں کے ساتھ ہنود کا ذلت آمیز رویہ۔

۱۰- ۱۹۳۶ء اور ۱۹۳۹ء کے درمیان کانگرس کی وزارتوں کا قائم ہونا اور ان کے چھپے ارادوں کا کھل کر سامنے آنا۔

غالباً ۱۹۱۵ء میں چوہدری[۱] رحمت علی نے ہندوستان میں "مسلم ریاست" کی ضرورت

---

[۱] چوہدری رحمت علی ۱۸۹۳ء میں ضلع ہوشیار پور (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ جالندھر اور لاہور وغیرہ میں تعلیم حاصل کی۔ لاہور میں ۱۹۱۵ء میں بزم شبلی قائم کی جس کے افتتاحی اجلاس میں انہوں نے ہندوستان میں اسلامی ریاست کی ضرورت کی طرف واضح اشارہ کیا ہے۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء میں وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان گئے جہاں انہوں

Marfat.com

پر زور دیا۔ ۱۹۱۷ء میں عبدالجبار خیری اور پروفیسر عبدالستار خیری نے اسٹاکہوم میں تقسیم ہند کی تجویز پیش کی —— لیکن ۱۹۲۵ء میں محمد عبدالقدیر بدایونی علیہ الرحمہ[۲] نے تقسیم ہند کی تجویز پیش کرتے ہوتے نہایت ہی تفصیل سے روشنی ڈالی، یہ تفصیل اس سے قبل کہیں نظر

بقیہ حاشیہ ص ۱۵۰

نے ۲۸ جنوری ۱۹۳۳ء کو اپنا مشہور کتابچہ NOW OR NEVER شائع کیا جس جس میں حکومت برطانیہ سے ہندوستان میں ایک اسلامی ریاست کا باقاعدہ مطالبہ کیا ہے۔ جس کی جغرافیائی حدود موجودہ پاکستان سے کچھ ہی مختلف ہیں، چوہدری رحمت علی نے اس نئی ریاست کا نام، غالباً پہلی بار "پاکستان" تجویز کیا ہے ۱۲ فروری ۱۹۵۱ء کو چوہدری صاحب انگلستان میں انتقال فرما گئے اور کیمبرج یونیورسٹی کے احاطہ میں ان کا جنازہ "امانتاً" دفن کر دیا گیا۔ (ماخوذ از اخبار جنگ (کراچی) یوم پاکستان ایڈیشن ۲۳ مارچ ۱۹۷۷ء)

۱۔ ۱۹۲۰ء کے بعد ۱۹۲۴ء میں ہندو مہاسبھا لیڈر لالہ لاجپت رائے نے تقسیم ہند کی تجویز پیش کی۔ ۱۹۲۳ء میں ڈیرہ اسماعیل خاں کے سردار محمد گل خاں نے ۱۹۲۵ء میں مولانا محمد علی جوہر نے مسلم کوریڈور کی تجویز پیش کی، ۱۹۲۸ء میں آغا خاں سوم نے ہر صوبہ کی خود مختاری کی تجویز پیش کی۔ مسعود

۲۔ رئیس احمد جعفری مرحوم اور خواجہ عبدالحمید کمالی (سابق ڈائریکٹر اقبال اکیڈمی، کراچی) کا خیال ہے کہ یہ تجویز مشہور عالم اہل سنت وجماعت مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کی تخلیق ہے (ملاحظہ فرمائیں۔ ا۔ اوراق گم گشتہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء ب۔ اقبال ریویو، شمارہ جنوری ۱۹۷۳ء) لیکن عبدالمقتدر خاں شروانی مرحوم، پروفیسر محمد ایوب قادری، ڈاکٹر معین الحق، محمد ضیاء الاسلام وغیرہ کا خیال ہے کہ دراصل یہ تجویز ایک غیر معروف شخص محمد عبدالقدیر بلگرامی کے بھائی قاضی عزیز الدین بلگرامی کی تخلیق ہے۔ چونکہ وہ سرکاری افسر تھے اس لئے اپنے نام سے شائع نہ کر سکتے تھے چنانچہ بھائی کے نام ڈال دیا۔ (تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں ا۔ العلم (کراچی) شمارہ جنوری تا مارچ ۱۹۶۸ء، ب۔ الزبیر (بہاولپور) ۱۹۷۰ء ج۔ ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، (مقدمہ انگریزی) مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء)

Marfat.com

نہیں آتی ——— عبدالقدیر بدایونی کی تجویز تقسیم ہند سب سے پہلے ایک رسالے کی صورت میں ۱۹۲۵ء میں نظامی پریس بدایوں میں چھپ کر شائع ہوئی۔ پھر ۱۹۲۵ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ پریس سے دوبارہ چھپ کر شائع ہوئی۔ رسالہ کا عنوان ہے :-

"ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط گاندھی کے نام"

محمد عبدالقدیر نے جو تجویز پیش کی اس کی تفصیل یہ ہے :-

۱- ہندوستان کی تقسیم از سر نو قومیت کی بناء پر اس طرح کی جاوے کہ ہر قوم کے لئے بڑے سے بڑا حصہ اس کی آبادی کا علیحدہ کر دیا جائے اور یہ حصہ اس قوم کا حلقۂ اثر قرار دیا جائے۔ مثلاً مسلمانوں کے لئے حسب ذیل تین صوبہ جات بنائے جا سکتے ہیں :-

(الف)- صوبہ سرحدی اور مغربی پنجاب کے دس اضلاع راولپنڈی، اٹک، جہلم، گجرات، شاہ پور، میانوالی، جھنگ، مظفر گڑھ، ڈیرہ غازی خاں اور ملتان یک جا کر کے صوبہ بنا دیا جائے۔

(ب)- بنگال میں بوگرا، رنگ پور، ناج پور، جلیسور، ندیا، فرید پور، ڈھاکہ، راجشاہی، پنبا، میمن سنگھ، باقر گنج، نواکھالی، پٹرا و چٹاگانگ کے اضلاع کا دوسرا صوبہ بنایا جائے۔

(ج)- سندھ کو بمبئی پریزیڈنسی سے جدا کر کے تیسرا صوبہ بنا دیا جائے۔

۲- یہ بات اصولاً طے کر دی جائے کہ اس تقسیم کے بعد ہر حصۂ ملک کا نظم و نسق اس کی کثیر التعداد رعایا کے مفاد کے لئے کیا جائے گا۔ [۱]

۳- قلیل التعداد قوم کی حفاظت اور ادائے مراسم مذہبی و حقوق ملازمت وغیرہ کے لئے قواعد مرتب کیے جاویں [۲]

---

[۱] محمد عبدالقدیر: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط گاندھی کے نام، مطبوعہ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ ۱۹۲۵ء، اشاعت دوم۔ ص ۵۵، ۵۶

[۲] ایضاً، ص ۵۶،

Marfat.com

۴۔ تبادلہ آبادی کے لئے سہولتیں بہم پہنچائی جائیں تاکہ قلیل التعداد اقوام کے افراد جو کسی وجہ سے ترک وطن کر کے خود اپنی قوم کے حلقۂ اثر میں جانا چاہیں وہ بغیر زیادہ نقصان کے تبدیل سکونت کر سکیں۔

۵۔ کمیشن مجوزہ کا فیصلہ قومی معاہدہ کی صورت میں ترتیب دیا جائے اور گورنمنٹ کے سامنے بطور ملکی مطالبہ کے عمل درآمد کے لئے پیش کیا جائے۔[1]

---

[1] "ایضاً"، ص ۵۷

Marfat.com

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۔ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ

ہندو مسلم اتحاد

پر

کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام

جس میں

ذبح و قربانی کے متعلق نہایت تحقیق کے ساتھ عقلی نقلی اور اقتصادی پہلو سے بحث کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مسلمان اس شرعی حق سے جو شعائر اللہ میں داخل ہے کسی ملکی مصلحت سے یا خیالی نفع کی توقع پر دست بردار نہیں ہو سکتے

باہتمام محمد مقتدی خاں شروانی

بار دوم ۲/

ایک ہزار جلد ۱۰۰۰

مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں چھپا

(دسمبر ۱۹۲۵ء)

سرورق

"ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام" ۱۹۲۰ء از محمد عبد القدیر اشاعت دوم ۱۹۲۵ء

Marfat.com

ہیں یا ہنود میں ہر دلعزیزی حاصل کرنے کی غرض سے مسلمان من حیث القوم ان لوگوں کو نہ اپنا مذہبی پیشوا سمجھتے ہیں نہ ان کی اس قسم کی قوم فروشی کی حرکات کا اتباع کرنا چاہتے ہیں۔ اگر "ہندو مسلم اتحاد" کا ماحصل صرف اسی قدر ہے کہ ہم میں سے چند ہندو پرست اصحاب کو منتخب کر کے ان سے حسب دلخواہ کام لیا جائے اور انھیں کے ہاتھ سے ہمیں ذبح کرایا جائے تو پھر ملکی ہمدردی کے لمبے چوڑے دعوے فضول ہیں لیکن اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہندو مسلمانوں کا اتفاق ہو تو آپ کو افراد کی ذاتی رائے کو چھوڑ کر ہمارے قومی و اسلامی نقطۂ خیال پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہوگی اور "لبستان وبدہ" کے اصول پر عمل کرنا ہوگا سب سے پہلے جس بات کی ضرورت ہم محسوس کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ مذہب کو سیاسیات سے بالکل علیحدہ رکھا جائے تا کہ جانبین کے معتقدات ناجائز دخل اندازی سے محفوظ رہیں۔ علاوہ بریں جو تہوار و رسوم و جلوس آپ کے مخصوصات میں سے ہیں ان میں قطعاً مسلمانوں کو شریک نہ کیا جائے نہ آپ لوگ ہمارے مذہبی امور میں مخل ہوں بلکہ لَکُمْ دِینُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ پر عمل رہے اگر کچھ عرصہ تک ان باتوں کا لحاظ رکھا جائے گا اور مسلمانوں کی مذہبی آزادی میں چاہے وہ قربانی کے متعلق ہو یا نماز و اذان وغیرہ کی بابت مداخلت نہ کی جائے گی تو اس کا یہ اثر ہوگا کہ آج جو کش مکش ان دونوں قوموں میں موجود ہے وہ بہت کم ہو جائے گی اور ملکی معاملات میں دونوں ایک دوسرے کی شریک ہو سکیں گے۔ یہاں پر میں یہ بھی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ مخالفت کی بنا صرف گاؤکشی ہی نہیں ہے بلکہ اُردو ہندی کے جھگڑے۔ نظام سلطنت میں ہمارے حقوق کی مزاحمت انتخاب جداگانہ سے انکار۔ سرکاری ملازمت کی کش مکش وغیرہ وغیرہ بھی اپنی اپنی جگہ پر اتحاد کے موانع ہیں اس لئے یہ اصول تسلیم کر لینے کے بعد

تقسیم ہند کی مفصل تجویز۔ محمد عبدالقدیر کے تاریخی خط کا صد ۵۴

Marfat.com

کہ مذہب کو سیاسیات سے علیحدہ رکھا جائے اور جانبین کے معتقدات سے تعرض نہ کیا جائے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ایک زبردست کمیشن مساوی التعداد ہندو مسلمانوں کے معتمد علیہ اشخاص کا مقرر کیا جائے جو حسب ذیل اسکیم پر غور کرنے کے بعد ایک قابل قبول اور ممکن العمل فیصلہ کر دے۔[1]

(۱) ہندوستان کی تقسیم از سر نو قومیت کی بنا پر اس طرح کی جاوے کہ ہر قوم کے لئے بڑے سے بڑا حصہ اس کی آبادی کا علیحدہ کر دیا جائے اور یہ حصہ اس قوم کا حلقہ اثر قرار دیا جائے مثلاً مسلمانوں کے لئے حسب ذیل تین صوبجات بنائے جا سکتے ہیں۔

(الف) صوبہ سرحدی و مغربی پنجاب کے دس اضلاع راولپنڈی - اٹک - جہلم - گجرات - شاہ پور - میانوالی جھنگ - مظفر گڑھ - ڈیرہ غازی خاں اور ملتان یکجا کر کے ایک صوبہ بنا دیا جائے۔

(ب) بنگال میں بوگرا - رنگ پور - ناج پور - جیسور - ندیا - فرید پور - ڈھاکہ - راج شاہی - پبنا - میمن سنگھ - باقر گنج - نواکھلی - ٹپرا و چاٹگانگ کے اضلاع کا دوسرا صوبہ بنا دیا جائے

(ج) سندھ کو بمبئی پریسیڈنسی سے جدا کر کے تیسرا صوبہ بنا دیا جائے

(۲) یہ بات اصولاً طے کر دی جائے کہ اس تقسیم کے بعد ہر حصہ ملک کا نظم و نسق اس کے کثیر التعداد رعایا کے

---

[1] تقسیم ہند کی مفصل تجویز - محمد عبدالقدیر کے تاریخی خط کا صہ ۵۵

Marfat.com

مفاد کے لئے کیا جائے گا۔

(۳) قلیل التعداد اقوام کی حفاظت و ادائے مراسم مذہبی وحقوق ملازمت وغیرہ کے لئے قواعد مرتب کئے جاویں اور ان کے لئے قومی سیاسی اہمیت کی بنا پر حسب ضرورت دارالامن قایم کئے جائیں مثلاً پنجاب میں سکھ ایک بااثر قوم ہے لیکن کسی واحد ضلع میں وہ بلحاظ آبادی کے ہنود یا مسلمانوں سے زیادہ نہیں ہے جو اس کا حلقہ اثر بنایا جاسکے۔ اس لئے قومی و پولٹیکل اہمیت کی بناپر ان کے لئے ایک دارالامن قایم کیا جائے۔ لودھیانہ وامرتسر اس کے لئے بہت موزوں ہیں ان مقامات کا نظام حکومت سکھوں کے مفاد کے لحاظ سے ترتیب دیا جائے۔ سیالکوٹ عیسائیوں کا ملجا و ماویٰ قرار دیا جائے اور ان کو وہاں وہی حقوق دئے جائیں جو سکھوں کو امرتسر و لودھیانہ میں اسی طرح ممالک متحدہ آگرہ و اودھ میں جو اسلامی تمدن کا گہوارہ ہے مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے خاص انتظام کی ضرورت ہوگی۔

(۴) تبادلہ آبادی کے لئے سہولتیں بہم پہونچانی چاہئیں تاکہ قلیل التعداد اقوام کے افراد جو کسی وجہ سے ترک وطن کرکے خود اپنی قوم کے علقہ اثر میں جانا چاہیں وہ بغیر زیادہ نقصان کے تبدیل سکونت کرسکیں۔

تقسیم ہند کی مفصل بحث: محمد عبدالغنی کے تاریخی خط کا صہ ۵۶

(۵) کمیشن مجوزہ کا فیصلہ قومی معاہدہ کی صورت میں
ترتیب دیا جائے اور گورنمنٹ کے سامنے بطور ملکی
مطالبہ کے عمل درآمد کے لئے پیش کیا جائے
(۶) جس وقت تک اس طرح کا معاہدہ نہ ہو جائے
(الف) مسلمانوں کے انتخاب جداگانہ کی مخالفت نہ
کی جائے
(ب) پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کی نمایندگی
کا تناسب آبادی کی بنا پر قرار دیا جائے۔ جو تناسب
نمایندگی کا نگریس لیگ اسکیم نے قرار دیا ہے اس
کی رو سے جن صوبوں میں مسلمان بلحاظ آبادی کے زیادہ
ہیں وہاں بھی ان کی میجارٹی نہیں رہی اور جہاں
جہاں قلت تھی وہ بدستور قایم ہے یہ سراسر بے انصافی ہے
(ج) مذہبی مناقشات کے انسداد کے لئے قومی
پنچائتیں قایم کی جائیں جن میں ہندو مسلمانوں کے
نمایندوں کی تعداد مساوی ہو اور ہر قوم کی پنچایت
کے لئے وہی لوگ منتخب کئے جاویں جو درحقیقت
معتمد علیہ ہوں۔

مہاتما جی! اب میں اس عریضہ کو ختم کرتا ہوں اور متوقع ہوں کہ جس دل سوزی سے میں نے اس کو لکھا ہے آپ اس کی قدر کریں گے اور اس کو نہایت غور و تامل کے ساتھ اول سے آخر تک پڑھ کر اپنے خیالات سے اہل ملک کو مطلع فرمائیں گے تاکہ ہندو مسلم اتحاد کا مسئلہ

تقسیم ہند کی مفصل تجویز۔ محمد عبدالقدیر کے تاریخی خط کا صد ۵۷

Marfat.com

جدید مورخین میں مسئلہ تقسیم ہند پر بحث کرتے ہوئے غالباً سب سے پہلے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی (سابق وزیر تعلیم و وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی) نے ان الفاظ میں عبدالقدیر بدایونی کی تجاویز کا ذکر کیا ہے۔

In March and April 1920 the Dhul-Qurnain of Badaun published an open letter from one Muhammad Abdul Qadir Bilgrami to Gandhi advocating partition of the sub-continent, in which he gave even a list of Muslim districts, which is, generally speaking, not too different from the present boundaries of East and West Pakistan ۱؎

(ترجمہ) مارچ اور اپریل ۱۹۲۰ء میں بدایوں کے اخبار ذوالقرنین نے ایک صاحب محمد عبدالقدیر بلگرامی کا گاندھی کے نام ایک کھلا خط شائع کیا تھا جس میں برصغیر کی تقسیم کی تجویز پیش کی گئی تھی۔ اس میں انہوں نے مسلم اضلاع کی فہرست تک دی تھی جو مشرقی و مغربی پاکستان کی موجودہ سرحدوں سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھی۔

عام خیال یہی ہے کہ ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال نے تقسیم ہند کی تجویز پیش کی اور یہ خیال اتنا جم گیا ہے کہ بغیر ٹھوس دلائل کے اس کے خلاف کہنا مشکل تھا مگر مندرجہ بالا واضح ثبوت کے بعد کہا جا سکتا ہے کہ وہ پہلا شخص جس نے برصغیر کی تقسیم کا تفصیلی تصور پیش کیا، وہ محمد عبدالقدیر تھا۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی مسئلہ تقسیم ہند پر مزید بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

۱؎ Ishtiaque Husain Qureshi :— The Struggle for Pakistan, Karachi 1974, P. 116.

Marfat.com

Muhammad generally credited with initiating the idea of separation. As has been mentioned, there were people before him who advocated partition, but Iqbal was the first important public figure to propound the India from. the platform of the Muslim League's annual session at Allahabad in 1930 at length[1]

ترجمہ :۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ محمد اقبال نے تقسیم کا تصور پیش کیا۔ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے اقبال سے پہلے کچھ لوگ تھے جنہوں نے تقسیم کی تجویز پیش کی۔ ہاں اقبال وہ پہلے عوامی شخص ہیں جنہوں نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے برصغیر کی تقسیم کی تجویز پیش کی۔ مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ الہ آباد ۱۹۳۰ء میں انہوں نے اپنے صدارتی خطبے میں برصغیر کے اس مسئلے پر تفصیلی بحث کی ــــ

محمد عبدالقدیر کا رسالہ "ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط گاندھی کے نام" ۱۹۲۰ء میں اخبار ذوالقرنین (بدایوں) میں شائع ہوا۔ اس کے بعد ۱۹۲۰ء میں نظامی پریس، بدایوں سے شائع ہوا، تیسری بار ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا۔ تقسیم ہند کی تفصیل پہلے اور دوسرے اڈیشن میں نہیں تیسرے اڈیشن میں شامل کی گئی ہے جو ۱۹۲۵ء میں علی گڑھ سے شائع ہوا۔ علامہ اقبال کا اس سے غافل رہنا بعید ہے۔ پھر علی گڑھ یونیورسٹی، اور اس کے اساتذہ سے علامہ کے گہرے مراسم تھے چنانچہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کے خلیفہ پروفیسر سید سلیمان اشرف علیہ الرحمہ سے خصوصی تعلقات تھے، پروفیسر رشید احمد صدیقی مرحوم نے اپنی کتاب گنج ہائے گراں مایہ (مطبوعہ حیدرآباد) کے ۴۰ صفحات پر پروفیسر سلیمان اشرف کا ذکر کیا ہے۔ اور علامہ اقبال کے ساتھ ان کی دعوت کا حال بھی لکھا ہے ـــــ ان شواہد و حقائق کے بعد یہ کہنا کہ علامہ اقبال نے یہ رسالہ

---

[1] ایضاً، ص ۱۱۷

Marfat.com

نہیں دیکھا اس سے زیادہ تعجب خیز ہے کہ یہ کہا جائے کہ مطالعہ کیا۔

۱۹۲۰ء میں مولینا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے ہندو مسلم اتحاد کے خلاف رسالہ لکھا ۱۹۲۵ء عبدالقدیر بدایونی نے تقسیم ہند کا تصور پیش کیا۔ پھر ۱۹۲۵ء میں صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ نے اس مقصد کو آگے بڑھانے کے لئے آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد رکھی اور ایک منظم تحریک چلائی جس میں پاک و ہند کے بکثرت علماء نے اہم کردار ادا کیا، چند حضرات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی

۲۔ مولانا مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں

۳۔ مولانا مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی

۴۔ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری

۵۔ پیر عبدالرحمٰن بھر چونڈی شریف

۶۔ پیر سید مغفور القادری

۷۔ مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری

۸۔ مولانا محمد عبدالحامد بدایونی

۹۔ مولانا عبدالغفور ہزاروی

۱۰۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی

۱۱۔ مولانا محمد ابراہیم علی چشتی

۱۲۔ مولانا محمد امین الحسنات پیر مانکی شریف

۱۳۔ مولانا مفتی غلام معین الدین نعیمی

۱۴۔ علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی۔

۱۵۔ شاہ محمد عارف اللہ میرٹھی

۱۶۔ مولانا غلام قادر اشرفی

۱۷۔ مفتی احمد یار خاں گجراتی

۱۸۔ مولانا محمد احمد مجددی ابن حضرت مفتی محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ

۱۹۔ دیوان سید آل رسول علی خاں

۲۰۔ مفتی محمد برہان الحق جبل پوری

ان حضرات میں صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی کی ہستی نہایت ہی ممتاز ہے، تاریخ شاہد ہے، حقائق گواہ ہیں ——— اللہ اللہ وہ ہم سے کتنے دور تھے مگر ان کا دل ہمارے لئے تڑپتا تھا، مگر ان کی آنکھیں ہمارے غم میں اشکبار تھیں ——— ان کی اپنی تہذیب و ثقافت بھی تھی، ان کے اپنے آثار قدیمہ بھی تھے اور وہ بھی وہ جو عبرت کی نہیں، عظمت کی نشانیاں تھے ——— مگر انہوں نے اسلام اور مسلمانوں

Marfat.com

کی عظمت و عزت کے آگے کسی کی پروا نہ کی ـــــــ وہ ہمارے لئے ختم ہو گئے ؎

شمع کی طرح جئیں بزمِ گہِ عالم میں
خود جلیں دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

اللہ اللہ وہ کتنے عظیم تھے ! ـــــ وہ کیسے دل والے تھے ؟ ـــــ ہمارے لئے اپنا سب کچھ لٹا دیا ـــــ ہمارے لئے گلشن کو پروان چڑھایا اور جب ہم نے اس گلشن کے پھولوں کو سونگھا تو ایسے مست ہوئے کہ ان کو بھلا دیا ـــــ اور بعض نے اس طرح دیکھا جیسے کسی دشمن کو دیکھتے ہیں، ہائے ہم نے کیا کیا! ؎

لو وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے ننگ و نام ہے
یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں

افسوس ہم اپنے بزرگوں اور محسنوں سے بے خبر رہے ـــــ وہ ہمارے لئے سب کچھ کر گئے اور ہم نے ان کو جاننے کی بھی کوشش نہ کی ـــــ اللہ اللہ احسان فراموشی سی احسان فراموشی ہے ! ـــــ باغوں میں اس طرح چہل قدمی کرتے پھر رہے ہیں جیسے یہ ہمیشہ کے لگے ہوئے تھے ـــــ مگر یہاں تو غول بیابانی کا عمل دخل تھا اور اب دیکھو تو باغ و بہار ـــــ بہار کی وہی قدر کر سکتا ہے جس نے خزاں کا مزہ چکھا ہو ـــــ جس نے بہاروں میں آنکھیں کھولیں، اس کو خزاں کا کیا اندازہ! ـــــ اے بہاروں کی بہار لوٹنے والو! ان کی طرف بھی دیکھو جن کی خزاں نے تمہاری بہاروں کو جنم دیا ہے ؎

دل پہ لیا ہے داغ عشق کھو کے بہار زندگی
اک گل تر کے واسطے میں نے چمن لٹا دیا

احقر محمد مسعود احمد ـــــ پرنسپل
گورنمنٹ کالج مٹھی ضلع تھرپارکر
سندھ ـــــ پاکستان

Marfat.com

نعرۂ حق

دعوتِ عمل

Marfat.com

Marfat.com

نعرۂ حق

از

حضرت مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی، سرپرست السوادالاعظم ۱۹۳۰ء

اسلام : اے پیارے اسلام! اے دل کے مکیں، کشور بدن کے سلطاں تجھ پر دل فدا، جان قربان —— اے میری آنکھ کی ٹھنڈک، میرے آرام جاں، میرے دل کے چین، میرے درد کے درماں، اے میرے محسن، مہربان! —— میری کشتی کے محافظ و نگہباں، تو نے میری خستہ حالی میں دست گیری کی، جس مصیبت سے میرے عزیز و اقارب، دوست و احباب، اصول و اجداد، فروع و اولاد، مجھے نہیں بچا سکتے تھے، تو نے بچایا، جہاں میرا مال، میری دولت، میرے اعضاء، میری قوت، میرے کام نہ آسکتے تھے، تو کام آیا —— میں بھٹکتا تھا، تو نے راہ دکھائی، میں ڈرتا تھا، تو نے میری کشتی پار لگائی، میں اندھیرے میں ٹکراتا پھر رہا تھا، تو نے روشنی پھیلائی۔

اے حق کے آفتاب : تو نے ناحق رات کے کالے پردے چاک کر کے منہ نکالا —— اے نور کے نیر اعظم! تو نے ضلالت کی بھیانک تاریکیاں دور کر کے حق و ہدایت کا روز روشن دکھایا۔ اے اندھوں کو بینائی دینے والے، گونگوں کو، بہروں کو گویائی و سماعت عطا فرمانے والے! تو نے بگڑی دنیا کو درست کیا، انسان کی کھوئی ہوئی استعدادیں پھر عنایت فرمائیں —— تو ہی حقیقت حیات، تو ہی کامیاب زندگی ہے۔ میری زباں تیری ثنا سے قاصر، میرا بیاں تیری مدح سے کوتاہ ہے تیرے مرتبے کی بلندی، میرے ادراک کی رسائی سے بہت اونچی ہے۔ میرے دل میں قرار بن کے رہ! میرے جسم میں جان بن کر جلوہ گر ہو! میرے قالب میں تیرے احکام

Marfat.com

جاری ہوں، میرے جوارح، تیرے کارگزار رہیں۔

اے ظاہر و باطن کے حسن! اے زندگی کے مقصود! دنیا تیرے فیض سے آراستہ ہوئی، مسموم ہواؤں کو تو نے صاف کیا، زہریلے مواد کی تو نے اصلاح کی، امن و امان کی ہوائیں تو نے چلائیں، باطنی امراض اور خلقی بیماریاں تیرے دست شفا سے دور ہوئیں۔ تہذیب و تمدن کے پودوں نے تیری نسیم لطف سے تربیت پائی، خدا شناسی کے انوار تو نے چمکائے —— طہارت و پاکیزگی کے اصول تو نے جاری کئے۔ عدل و انصاف کی بنیادیں تو نے مستحکم کیں۔ جذبات فاسدہ کے طوفان خیز سمندر میں تو نے سکون پیدا کیا، حرص و ہوا، شہوت و غضب کے دشمن انسانیت درندوں سے تو نے نجات دلائی، مخلوق پرستی کی وبا کا تو نے علاج کیا، مسجدیں تیری بدولت آباد ہوئیں، عبادت خانوں میں تیرے طفیل یاد الٰہی کے نعرے بلند ہوئے، خانقاہوں میں ذکر کی صدائیں تو نے بلند کرائیں، زاہدوں کے خلوت خانے زہد و ریاضت کے برکات سے تو نے معمور کئے، ظلم و تعدی کے قلعے تو نے مسمار کئے، سبعیت و بہیمیت کی قیدوں سے تو نے رہائی دی، مَلَکی صفات تو نے رائج کئے، خاک نشینوں کو افلاک وطنوں پر تو نے فضیلت دی۔ ابلیسی حکومت کو تیری سطوت سے زوال ہوا۔ قلوب کا نور، ابدان کا مصلح، خاندان کا منتظم، ملک و سلطنت کا عادل و دادگر تو ہے —— جہاں تیرے فیض سے معمور ہے، دنیا تیرے صدقے سے آباد ہے۔

آہ! اے محسن! آج تو اعدا کے نرغے میں ہے، بدنصیب قومیں محسن کشی پر آمادہ ہیں۔ بے دینی، فریب کاری کی چالیں چل رہے ہیں بے قیدی اور فسق و فجور کی تند و تیز باد خزاں تیرے لہلہاتے چمن کو غارت کرنا چاہتی ہے، ضلالت و گمراہی کی بجلی تیرے خرمن صدق و صفا کی تاک میں ہے —— اے مشفق ناصح، اے مہربان مصلح! تیرے پروردے ناسپاسی کر رہے ہیں، ہر بدعقل، بد دماغ، تیرا دشمن ہو رہا ہے، دنیا اندھی ہو رہی ہے۔ سیاہ باطن نہیں دیکھتے کہ ان پر تیرے کتنے احسان ہیں اور تیرے وجود سے ان کو کس قدر فائدے ہیں! —— خدا نہ کرے تیرا

Marfat.com

ظل حمایت و سایہ کرم اٹھے تو وہ ہلاک ہو جائیں ـــــ تیری عداوت اپنی ہلاکت کی دعوت ہے۔ بد قسمت، بدحواس ہو کر اپنے انجام سے غافل ہیں اور تجھے ضرر پہنچانے کی تدبیروں میں رات دن سرگرم ہیں، چاروں طرف بدخواہی کی آندھیاں چل رہی ہیں اور تیرے قدموں سے اپنے سر ٹکرا رہی ہیں۔

اے بہادر! دشمن تو کبھی تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکے، انہیں دشمنی کرتے صدیاں گزر گئیں، وہ تیری مخالفت کے جوش میں خود برباد ہو گئے۔ ان کے نام و نشان مٹ گئے اور تیری شوکت و اقبال کا پرچم لہراتا رہا۔ اب پھر مخالفت کی گھٹائیں گھر کر آئی ہیں، دشمنوں نے ہر طرف سے حملے شروع کئے ہیں تمام قسم کے اسلحہ اور جنگی سامان سے لیس ہو کر دشمن گھات میں لگے ہوئے ہیں۔ تیرے بہادروں کے قربان، تیری پیشانی پر شکن نہیں، تو ان فوجوں کو خیال میں نہیں لاتا۔ مگر رنج و افسوس یہ ہے کہ آج خود تیرے لشکر میں بغاوت شروع ہو گئی ہے، تیری فوجیں دشمنوں سے ساز کر گئی ہیں تیرے سپاہی غدار ہو گئے۔ موافقت کے لباس میں بدخواہیاں کرنے لگے، مسلمان کہلانے والے، اسلامی نام رکھنے والے، اسلام کے دعویدار، اسلام کی بیخ کنی پر تل گئے، یہ سخت خطرہ کا وقت ہے۔

(ماخوذ از ماہنامہ السواد الاعظم، شمارہ جمادی الاول ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۳۰ء، ص ۲ تا ۴)

Marfat.com

دعوتِ عمل

از

(حضرت مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی، سرپرست السواد الاعظم ۱۹۳۰ء)

لیکن میں عرض کروں گا کہ علماء دین و پیشوایان اسلام اب قدم اٹھائیں، گوشہ تنہائی سے نکلیں، اس لئے نہیں کہ انہیں جاہ ملے یا منصب ملے، اس لئے نہیں کہ حکومت کا مزہ حاصل کریں فقط ——— اس لئے کہ دین کی حفاظت ہو، اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کے خلاف پیش ہونے والی تجاویز کو وہ روک سکیں اور مسلمانوں کے مستقبل کو خطرے سے محفوظ رکھ سکیں۔ جو قانون ایک دفعہ پاس ہو جاتا ہے پھر اس کے خلاف کامیابی حاصل کرنا بہت دشوار ہو جاتا ہے۔ اگر اسمبلی میں علماء کا بھی کوئی عنصر ہوتا تو ساردا کا قانون پاس نہ ہو سکتا اور مسلمانوں کے ممبر پہلے روز بیدار کر دیے جاتے لیکن قانون پاس ہونے کے بعد جو کوششیں کی گئیں وہ اس وقت تک نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئیں۔ طبقہ علماء کا سیاسیات اور ملکی نظم کی طرف سے اغماض کرنا مسلمانوں کو ضرر پہنچاتا ہے۔ اس وقت گول میز کانفرنس اجلاس کر رہی ہے، ہندوستان کے لئے دستور حکومت تجویز ہے، ہر فرقے کے نمائندے وہاں پہنچ گئے ہیں، سب نے اپنے اپنے مطالبات کا ایک ایک مسودہ مرتب کر لیا ہے، ہر ایک اپنے مقاصد کا ایک نقشہ نظر کے سامنے رکھتا ہے لیکن ہمیں شکایت ہے اور بجا شکایت ہے کہ ہمارے طبقہ علماء نے آج تک اس کی طرف التفات نہ کیا، جو جو مسودے تجویز ہوئے ان پر نظر نہ ڈالی اور یہ نہ دیکھا کہ اسلام اور مسلمین پر ان کا کیا اثر پڑتا ہے اور اسلام کے تحفظ اور مسلمانوں کی فلاح اور مذہب کی حفظ حرمت کے لئے کیا امور ضروری ہیں۔ جن کا موجودہ تجویزوں میں اضافہ ہونا چاہیئے اور کون چیزیں

Marfat.com

قابل احتراز ہیں جن کی مدافعت لازم ہے۔ ہندوستان کا تمام طبقہ علماء اس سرے سے اس سرے تک ساکت وخاموش ہے۔ انہوں نے اس پر نظر ہی نہیں ڈالی کیا حیثیت دین سے یہ کوئی ضروری امر نہیں ہے ؟ —— گذشتہ کو چھوڑیئے، آئندہ کے لئے مستعد ہو جائیے اور جلد تر ایک نظر ڈالیے کہ دنیا کیا کر رہی ہے، مسلمانوں کے مستقبل کے لئے کیا تجویزیں درپیش ہیں، ان کے کیا نتائج ہوں گے، ضروریات کا اقتضا کیا ہے پہلے جو کچھ رائے ہو اس سے ایک اجتماعی شکل میں اپنے نمائندوں کو باخبر کیجئے، پچھلی غفلت قابل افسوس ہے لیکن ابھی اور غفلت رہی تو کام قبضے سے باہر ہو جائے گا۔ جس طرح ممکن ہو صورت حالات پر اطلاع پانے کے بعد ایک مسودہ تجاویز مرتب کیجئے اور خواہ جلسوں میں یا ڈاک کے ذریعہ سے اس پر دوسرے علماء کی رائیں حاصل کر کے ایک نقشۂ عمل مرتب فرمائیے۔ کونسلوں کی کارروائیوں کو بھی دیکھتے اور ممبران کونسل کو جس امر میں توجہ دلانے کی ضرورت ہو انہیں زور کے ساتھ توجہ دلائیے۔ یہ بھی دیکھئے کہ ڈسٹرکٹ اور پرنسپل بورڈوں میں کیا ہو رہا ہے۔ آپ کو جلد سے جلد مستعد ہو جانا چاہیئے، اور اگر جماعت علماء اس طرح میدانِ عمل میں آگئی تو ان شاء اللہ العزیز اسلام اور مسلمین کی بہت بڑی حمایت ہو سکے گی۔ ستم ہے کہ جاہل، عالم نما عالم بن کر میدان میں آئیں اور ان کی تعداد سے دنیا کو دھوکہ دیا جائے اور ان کی خود رائی و نفس پرستی کو علماء کی رائے قرار دیا جائے، اور علماء کا پورا طبقہ کا طبقہ ساکت وخاموش بیٹھا یہ سب دیکھا کرے؛ نہ اس کے منہ میں زبان ہو، نہ زبان میں حرکت۔ نہ ہاتھ میں قلم، نہ قلم میں جنبش —— اب آپ کا یہ تقاعد، زہد و انکسار کی حد سے گزر کر غفلت و تکاسل کے دائرے میں آگیا ہے اور اس اندازِ سکوت سے اسلام و مسلمانوں کو نقصان پہنچ رہے ہیں۔ اب آپ اس عقیدے کو چھوڑ دیجئے کہ آپ کے فرائض ایک مجلس میں وعظ کہہ کر یا ایک حلقہ میں درس دے کر یا خلوت خانہ میں فتویٰ لکھ کر ادا ہو جاتے ہیں اور آپ کو اس پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور بدخواہان اسلام

Marfat.com

تخریب کے لئے کیا کیا تدابیر عمل میں لا رہے ہیں۔ یقیناً یہ آپ کا فرض ہے اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اٹھئے اور اپنے فرض کو ادا کیجئے۔

(ماخوذ از ماہنامہ السواد الاعظم شمارہ رجب المرجب ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۰ء صـ ۶، ۷)

Marfat.com

مدیر (مولانا) عمر نعیمی

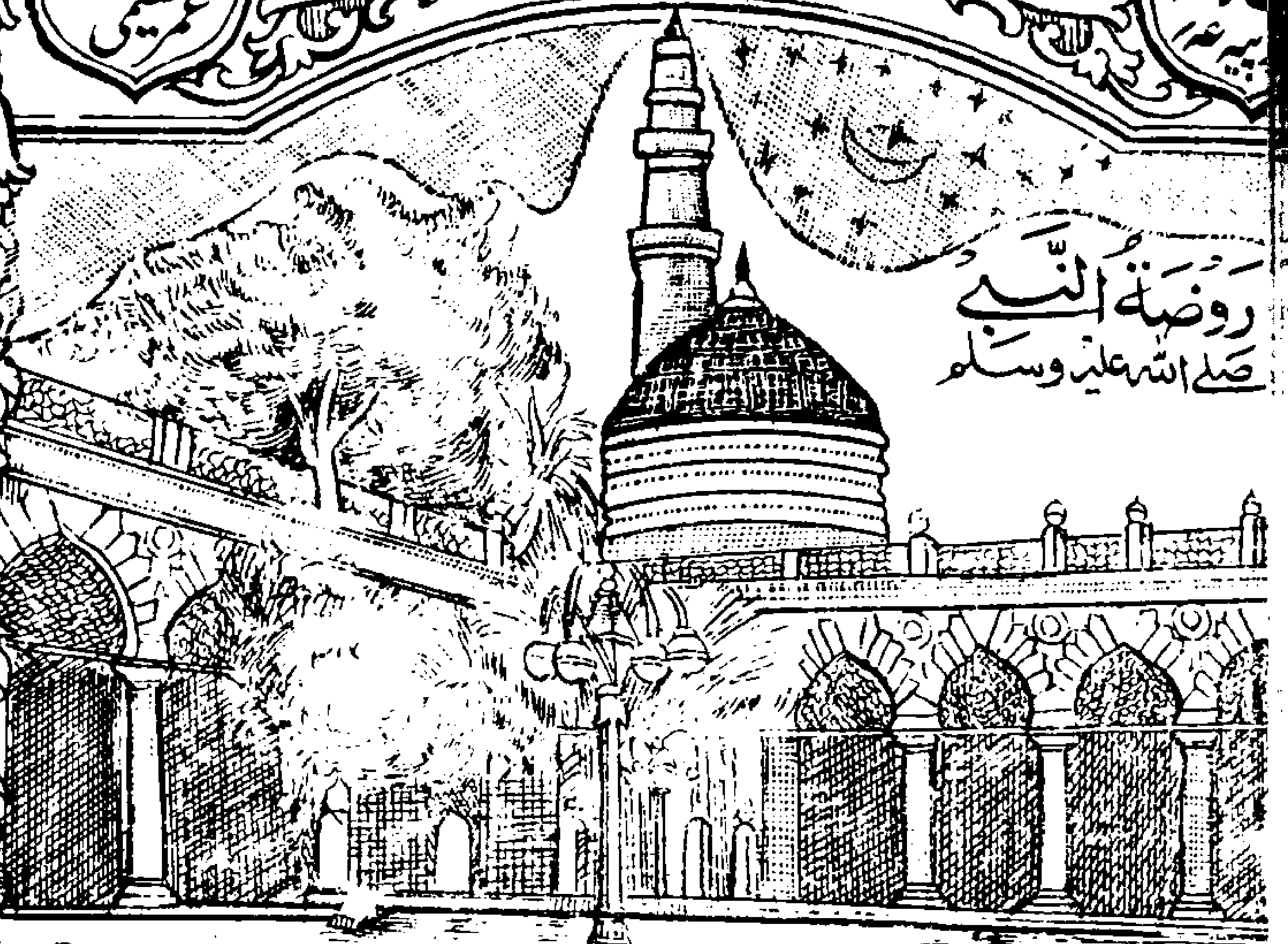

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار رواہ ابن ماجہ

السواد الاعظم

حمایت مذہب اصلاح معاشرت تہذیب اخلاق کے لیے شائع ہوتا ہے

طبع عمر النعیمی فی المطبع النعیمی الواقع فی بلدۃ مرادآباد اشاعت

پتہ: ماہنامہ السواد الاعظم، مرادآباد، یو۔پی۔ بھارت

Marfat.com

Marfat.com

حسیات

Marfat.com

Marfat.com

حال کے کسی بھی سیاسی واقعہ کا تجزیہ کیا جائے تو اس کے لئے ماضی کی طرف جانا ضروری ہوگا، بغیر اُس طرف رخ کئے بات سمجھنی مشکل ہوگی۔ اسی لئے حقیقی سیاستداں وہی ہے جو حال سے باخبر ہونے کے ساتھ ساتھ ماضی سے بھی باخبر ہو، اس کے دل میں ملک وملت کا درد و سوز ہو۔ وہ واقعات کو جذبات کی روشنی میں نہ دیکھتا ہو، بلکہ متحمل مزاج اور بردبار ہو

اس نظر سے جب ہم السواد الاعظم پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے سرپرست حضرت صدر الافاضل اور اس کے مدیر حضرت تاج العلماء بے مثال سیاسی بصیرت رکھتے تھے، ایسی بصیرت ان کے معاصر مسلمان قائدین میں بھی ناپید تھی۔ انہوں نے حال کے ساتھ ساتھ ماضی پر نظر رکھی، وہ بہت ہی باخبر، باریک بین نظر آتی اور دور اندیش تھے۔ آیئے ماضی وحال کے بارے میں ان کے تاثرات کا جائزہ لیں۔

حضرت صدر الافاضل نے السواد الاعظم کے ایک شمارے میں "سال نو" کے عنوان سے ماضی وحال کا جو بصیرت افروز تجزیہ کیا ہے، پڑھنے کے لائق ہے۔ آپ نے مندرجہ بالا عنوان پر مندرجہ ذیل ذیلی عنوانات کے تحت فاضلانہ بحث کی ہے:

۱۔ گزشتہ صدی کے مسلمانوں کا دین۔
۲۔ گزشتہ زمانہ کی دین داری کا غیر قوموں پر اثر۔
۳۔ گزشتہ صدی کے مسلمانوں کی زندگی کا دنیوی رخ۔
۴۔ موجودہ صدی کے مسلمانوں کی دینی حالت۔

Marfat.com

۵۔ موجودہ صدی کے مسلمانوں کا دین۔
۶۔ موجودہ زمانے کے مسلمانوں کا غیر قوموں پر اثر۔
۷۔ موجودہ صدی کے مسلمانوں کی دنیوی حالت [1]

ان عنوانات ہی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ لکھنے والے کی نگاہ تاریخ و سیاست کے کن کن گوشوں پر ہے۔

ایک جگہ حضرت تاج العلماء نے مسلمانوں کے انحطاط و پستی کا نہایت حکیمانہ تجزیہ کیا ہے اور مندرجہ ذیل نکات کی طرف اشارہ فرمایا ہے:۔

۱۔ جب تک ہمارے پاس تاج و تخت تھا، طبل و علم تھا، دنیا ہم سے حیلے بہانے اور مکر و دغا کے ساتھ ملک چھینتی رہی۔

۲۔ جب یکے بعد دیگرے اپنی سلطنتیں کھو چکے تو جو مال و زر ہمارے پاس باقی رہ گیا تھا، حریفوں نے اس پر دست اندازی شروع کی، وہ سرمایہ بھی جا چکا اور اب ہم مفلس و قلاش ہو گئے۔

۳۔ تو علم و فضل کے جو آثار باقی رہ گئے تھے ان سے بے دخل کرنا ہمارے ستم کار حریفوں نے ضروری سمجھا، ان کو اپنے ہر ارادے میں کامیابی ہوتی گئی اور ہماری غفلتوں کا نہ اترنے والا نشہ ہم کو ہر منصب کے بار سے سبکدوش کرتا رہا تا آنکہ ؎ کیسہ تہی شد و چیزے نماند

۴۔ اب ہم ہیں اور ہمارا ایمان، مگر ہمارے دشمن ہم کو اس حالت میں بھی نہیں دیکھ سکتے، انہوں نے ایمان پہ بھی ہاتھ ڈال دیا اور اس دولت سے بھی ہم کو محروم کرنا چاہتے ہیں ؎

دل گیا جانے دو، کافر کی ہے ایماں پہ نظر
آنکھ میں اپنی مروّت ہے، خدا خیر کرے

---

[1] السواد الاعظم، شمارہ محرم الحرام ۱۳۵۰ھ

Marfat.com

حیف صد حیف کہ اسلام لٹا جاتا ہے
المدد سید ابرار دہائی تیری ! [1]

ہندو مورخوں کی یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ کو مسخ کرکے ایسا بنا دیا جائے کہ پڑھنے والا نفرت کرنے لگے اور تابناک ماضی نہایت گھناؤنا نظر آنے لگے ـــــ اسی قسم کی ایک کوشش حضرت صدر الافاضل کے ایک معاصر پنڈت شیام لال نے مختصر تاریخ اہل ہند (مطبوعہ متھرا) میں کی تھی جس کا تعاقب کرتے ہوئے حضرت صدر الافاضل نے تاریخی حقائق و شواہد سے ہندو ذہنیت کو آشکار کیا اور ساتھ ہی تبلیغ اسلام کا فرض ادا کرتے ہوئے یہ بے مثال نکتہ بیان فرمایا

"دنیا کے مذاہب پر نظر ڈالنے سے اسلام کے سوا اور کوئی مذہب ایسا نہیں معلوم ہوتا جو دریا دلی سے انسانی عزت دے سکے۔ اسلام بے شک اپنے پیروؤں کو بے دریغ عزت دیتا ہے، قومی اور نسلی تفرقوں کو مٹا کر سچی یگانگت اور پر لطف محبت کا مزہ اسلام ہی میں ملتا ہے ـــ آج ایک شودر اسلام لا کر شیخ کا معزز لقب پا سکتا ہے اور بڑے بڑے خاندانی مسلمانوں کے ساتھ ایک دسترخوان پر بلکہ ایک پیالہ میں کھا سکتا ہے" [2]

حضرت تاج العلماء اسلام کی حقیقی عظمت سے پوری طرح باخبر تھے ان کو اس کا قوی احساس تھا کہ دشمنان اسلام، اسلام کی بیخ کنی کے لئے کیسے کیسے جتن کر رہے ہیں، چنانچہ ایک جگہ وہ نہایت دل سوزی کے ساتھ اسلام کی زبوں حالی کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں :-

"آپ کو معلوم ہے کہ آج دیار ہند میں غریب الوطن اسلام کو کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور پردیس میں اس کو کیسی کیسی دشواریاں پیش

---

[1] السواد الاعظم، شوال المکرم ۱۳۳۹ھ صد ۳

[2] السواد الاعظم۔ ذیقعدہ ۱۳۴۸ھ صد ۲۶

Marfat.com

آئی ہیں، یہ غریب ہر طرف سے دشمنوں کے سفاکانہ حملوں کا نشانہ بن رہا ہے، ہر فرقہ، ہر گروہ اس کو آزار دینے کے لئے ہر وقت مستعد و تیار رہے جلسوں میں، بازاروں میں، پرچوں، رسالوں، اخباروں میں ــــ ہر طرح، ہر وقت، بے موقع، محل بے محل، اس پر بہتان اڑائے جاتے ہیں اور اس کی دل آزاری اور ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا جاتا، ایسے ایسے مذاہب جن کو تہذیب و متانت سے کوئی واسطہ نہیں، آج اسلام کے منہ آ رہے ہیں ؎

خار اور گل پہ ہنسے ! واہ خدا کی قدرت !
زاغ، بلبل پہ ہنسے ! واہ خدا کی قدرت !

بدقسمتی سے گھر میں بھی ہلچل پڑی ہے، اپنوں نے بے گانگی اختیار کی ہے دوستوں سے بگڑ گئی، یاروں سے چھڑ گئی، عزیزوں نے عداوت شروع کی، برادروں نے دشمنی کی راہ لی ؎

ما ز یاراں چشم یاری داشتیم
خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

دکھے ہوئے دل کی بے چین فریادیں جن کا منہ تک رہی تھیں، پریشاں دل کے ولولے مچل مچل کر جن کے آغوش محبت پر نظر جمائے ہوئے تھے، جن کو زخم جگر کا مرہم جانا تھا، جو درد دل کی دوا نظر آتے تھے، آج وہی غارت گر بنے ہیں، انہوں نے تباہ کرنے پر کمر باندھی ہے، وہی اس غریب الوطن کو برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں ؎

جن سے امید وفا تھی وہ ستم گر نکلے
موم سمجھے تھے جنہیں ہائے وہ پتھر نکلے !

سحر بلبل حکایت با صبا کرد
کہ عشق روئے گل با ما چہا کرد !

Marfat.com

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

آپس کے اختلافات اور باہمی جھگڑے سے، آئے دن ایک نیا مذہب گھڑ لینا، اپنی ڈیڑھ اینٹ کی ساری خدائی بھر سے الگ چننا، پھر اس پر بحث و مباحثہ، جدال و مناظرہ، بدزبانی اور بے فائدہ تکرار سے مسلمانوں کی جماعت میں اختلاف ڈال کر ان کی دینی اور دنیوی زندگی کو خطرے میں ڈالنا، اشتعال انگیز، شورش افگن الفاظ سے جماعت اسلام کو درہم برہم کرنے کی کوشش کرنا، جنگ وجدل تک نوبتیں پہنچانا، کیسی حوصلہ فرسا اور جاں گزا مصیبت ہے! ؎

ایک دوسری جگہ حضرت تاج العلماء مسلمانوں کے عروج وزوال کی داستاں سناتے ہوئے کس رقت و درد انگیزی کے ساتھ لکھتے ہیں :-

لیکن زمانے کا رُخ پلٹا، مسلمان کہاں سے کہاں پہنچے، کس اوج سے گرے کس پستی میں آئے، ان میں کیسے کیسے عظیم الشان انقلاب رونما ہوئے، حرص مال بڑھی، طمع زیادہ ہوئی، اور دولت گھٹی گویا یہ مشکل پیش آئی کہ بھوک بڑھ کر جوع البقر یا جوع الکلب پیدا ہوئی اور خوراک کے ذرائع بجلی سے غارت ہوگئے، فصل ماری گئی، دانہ دانہ کو محتاج ہوگئے، اب حرص کے بھوکے مال کی ہائے ہائے تو کرتے پھرتے ہیں مگر دولت کا نام و نشان نہیں، غناء قلبی کی نعمت جاتی رہی اور حرص وہوس وبال و عذاب بن گئی جس کے لئے طرح طرح کی رسوائیاں اور ذلتیں بخوشی گوارا کرنے لگے، چلن بگڑ گئے، معاشرت خراب ہوگئی، سرمائے ناکافی ہونے لگے، ضرورتوں نے حد سے باہر قدم نکالے، اور اس کا انجام جو ہونا تھا، ہوا۔ پھر آنکھ نہیں کھلی، ہوش

؎ السواد الاعظم، جمادی الآخر ۱۳۴۹ھ صہ ۳ تا ۱۱

Marfat.com

درست نہیں ہوا۔ پھسل کر گر تو پڑے مگر سمجھ نہ آئی کہ کس چیز نے پھسلایا ہے؟ —— حالت تو ابتر ہو گئی، اعتبار تو جاتا رہا، دنیا میں بدنامی و بے اعتباری تو ہو گئی، ہر شخص کی نگاہ میں خوار تو ہو گئے، مگر یہ نہ سوچا کہ ہم میں کیا فرق آیا؟ —— ہم نے کیا گناہ کیا؟ —— ہمارا کونسا طرز عمل ایسا ناقص ہوا کہ ہماری عزت، ذلت سے اور راحت، تکلیف سے بدل گئی۔ —— پچھلے مسلمانوں کے طریق زندگی سے ہمارا طرز حیات کتنا دور ہو گیا اور ان کی راہ سے کس قدر ہم ہٹ گئے —— ؟ یہ سوچ لیتے تو پھر اس منزل پر آجاتے، پھر ضائع شدہ دولتیں مل جائیں، پھر اٹھا ہوا اقبال ملاقات کرتا، پھر کھویا ہوا اعتبار واپس آتا۔ [1]

ان زوال پذیر حالات میں اہل سنت کی بے حسی کو دیکھ دیکھ کر حضرت تاج العلماء کو اور افسوس ہوتا تھا، چنانچہ بار بار اہل سنت کو بیدار کرنے کی کوشش فرمائی، اور دوسروں کی مثالیں دے دے کر غیرت دلائی —— چنانچہ ایک جگہ ہمت افزائی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

پھر سب کے حملے اہل سنت پر کیوں کہ یہی بڑا گروہ ہے، اس کے پاس عظیم سرمایہ ہے۔ اس وقت بھی الحمد للہ مسلمانوں کے تمام فرقوں کے مجموعوں سے اہل سنت ہی تعداد میں زیادہ اور بہت زیادہ ہیں، جو کوئی حملہ آور ہوتا ہے، انہیں پر، مگر افسوس یہ خواب غفلت میں سرشار اور بے خبر ہیں غنیم سر پہ آگیا اور خبر نہیں، قافلہ لوٹ لیا گیا اور ابھی تک بیدار نہ ہوئے آجکل وہ ترقی کا زمانہ کہ ہر فرقہ، ہر گروہ، ہر مذہب، ترقی کے میدان میں نعرے بلند کر رہا ہے، ہر ایک کے یہاں آل انڈیا کانفرنس قائم ہو رہی ہے، ہر ایک اپنی بہبودی اور اشاعت کے ذرائع سوچتا ہے اور

---

[1] السواد الاعظم، صفر المظفر ۱۳۵۱ھ ص ۱۴، ۱۵

Marfat.com

عمل میں لاتا ہے۔ کبھی آریوں کا گرو کل ملاحظہ فرمایئے، کس جوش سے انہوں نے اس میں شرکت کی، اپنی جان و مال، اولاد، آبرو، سب اس پر نثار کر دیے اور اسی کو اپنے لئے سب کچھ سمجھ لیا، غرض ہر ایک اپنی کوشش میں سرگرم ہے۔ مگر افسوس کہ اہل سنت کی آرام و راحت والی رات ابھی ختم نہیں ہوئی۔ ان کی صبح ابھی نہیں چمکی، ان کی قسمت کا ستارہ اب تک اوج پر نہیں آیا، یہ آج تک اسی غفلت میں ہیں [1]

مندرجہ بالا اقتباسات سے ظاہر ہے کہ حضرت صدر الافاضل اور حضرت تاج العلماء مسلمانوں کے عروج و زوال، ہندوستان میں ان کی غفلت و بے حسی خصوصاً اہل سنت کی بے حسی کا شدید احساس رکھتے تھے، وہ یہ مشن لے کر اٹھے تھے کہ سواد اعظم کو خواب غفلت سے جگاتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ وہ اس مقصد میں کامیاب ہوئے۔ ملی ترقی کیلئے قومی خصوصیات کا تحفظ ضروری ہے۔ آزادی اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب ہر فرد میں یہ احساس پوری شدت سے موجزن ہو چنانچہ حضرت صدر الافاضل کے پیر و مرشد حضرت مولانا سید شاہ علی حسین اشرفی علیہ الرحمہ نے ۱۹۱۸ء میں اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی، یہ وہ وقت تھا جب کہ مسلمان قائدین آزادی، تحریک آزادی کی ابتدائی منزلیں طے کر رہے تھے۔ جو کچھ آپ نے فرمایا وہ نہایت حکیمانہ اور مومنانہ ہے یہاں چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں:۔

۱۔ انگریزی مدارس جس مقصد کے لئے بنائے گئے ہیں، ان سے وہی مقصد حاصل ہو سکتا ہے، دوسرے مقاصد مثلاً اسلامی عقائد، اسلامی محبت مودت اسلامی، اخوت اسلامی، طرز معاملت و معاشرت کا نمونہ نہیں بن سکتے۔ [2]

---

[1] السواد الاعظم، جمادی الآخر ۱۳۴۹ھ صہ ۱۱

[2] السواد الاعظم، شوال المکرم ۱۳۳۸ھ صہ ۴

Marfat.com

۲۔ مسلمانوں کی تباہی کا یہ بہت بڑا سبب ہے کہ وہ مذہبی علوم سے بے تعلق ہونے کی وجہ سے اپنی خصوصیات کو محفوظ نہ رکھ سکے اور اپنی قومی و ملی زندگی کو انھوں نے خود تباہ کر لیا، دنیا کی تمام ترقی یافتہ قومیں اپنے قومی خصائص کو محفوظ رکھتی ہیں اور اسی میں ان کی زندگی ہے [1]

۳۔ اردو ہندوستان کی عام زبان ہے، ہندو اور مسلمان اس میں برابر کے شریک ہیں اور حصہ دار ہیں لیکن آج ہندو اپنی ترقی کے دور میں اس کو مٹا ڈالنے کے لئے کیسی جانکاہ کوششیں کر رہے ہیں اور ایک مردہ زبان کو جوان کی قومی یا مذہبی زبان ہے، رواج دینے اور زندہ کرنے کے لئے کیسی جدوجہد عمل میں لا رہے ہیں! وجہ یہ ہے کہ قومی خصوصیات کا تحفظ ترقی کے لئے شرط اوّل ہے۔ [2]

۴۔ علوم دینیہ سے تعلق ہوگا تو آپ ان مقاصد کی طرف چل پڑیں گے جن کی طرف وہ رہنمائی کرتے ہیں، جب ان پھولوں کی خوشبو آپ میں بس جائیگی تو آپ کے پسینہ کا ہر قطرہ ہزار چمن زاروں کو شرما دے گا، آپ کے افعال و اعمال اور طریقۂ زندگی میں، اسلام کے جلوے نمودار ہوں گے [3]

۵۔ آپ شریعت طاہرہ کے ہاتھ میں اپنا اور اپنے گھر کا انتظام دیجئے، کسب معاش اور مصارف میں اس کی منشاء کے مطابق عمل کیجئے، پھر دیکھئے آپ کے مشکلات کافور ہوتے جاتے ہیں اور آپ کی باہمی محبت و ارتباط میں ایسا ارتباط حاصل ہوتا ہے جس سے زندگی کا لطف آجائے [4]

---

[1] السواد الاعظم، شوال المکرم ۱۳۳۸ھ ص ۵

[2] ایضاً ص ۵

[3] ایضاً، ص ۸

[4] ایضاً، ص ۹

Marfat.com

۔ اپنے نفس کافر کیش کو مغلوب کریں، اس کو اسلام کا مطیع و فرماں بردار بنائیں، اگر آج اس پر قدرت نہیں ہے کہ اپنے آپ کو مسلمان بنا لیجئے تو آپ دوسروں کو کیا مسلمان بنا سکیں گے اگر آج اپنے نفس کافر کو مغلوب نہیں کر سکتے تو دوسرے کفار پر غلبہ حاصل کرنا کہاں تک قرینِ قیاس ہے؟ ؎[1]

۔ تم مسلمان بنو، جہان تمہارے سامنے سرافگندہ ہوگا، دنیا میں تمہاری شوکت کے پھریرے لہرائیں گے۔ تمہاری عزت و اقبال کی صداؤں سے دنیا کا گوشہ گوشہ گونج اٹھے گا، تمہاری کھوئی ہوئی دولت پھر واپس مل جائیگی تمہارا گیا وقت پھر لوٹ آئے گا، تمہاری مردہ سطوت پھر جی اٹھے گی۔ مسلمان بنو، پکے مسلمان! ؎[2]

۔ مندرجہ بالا تمام افکار و خیالات قومی تعمیر میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ حضرت صدر الافاضل نے مسلمان قائدین پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے:

جب تک یہ لیڈر دین سے اجنبی اور مذہب سے ناآشنا رہیں گے اس وقت تک کامیابی کی شکل نظر نہیں آسکتی، ہر قوم اپنی خصوصیات و امتیازات کی حمایت و حفاظت میں اپنی پوری طاقت صرف کر دیتی ہے اور اسی میں اس کی بقا اور ترقی کا راز مضمر ہے ؎[3]

یہ جو کچھ کہا محض نظری نہیں بلکہ عملی زندگی سے اس کا پورا پورا تعلق ہے ـــــــ دین و مذہب سے آشنا ہو تو وہ ملک و ملت کیلئے وہ اخلاص پیدا ہوتا ہے جس کا تصور بھی انسان نہیں کر سکتا ـــــــ یہاں ایک دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ جس سے اندازہ ہوگا کہ دین دار طبقہ دنیا داری کے مقابلے میں کتنا مخلص تھا ـــــــ

؎1 السواد الاعظم، شوال المکرم ۱۳۳۸ھ صـ ۱۰

؎2 ایضاً

؎3 السواد الاعظم، ذیقعدہ و ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ صـ ۳

Marfat.com

جب سارداایکٹ پیش ہوا تو علماء حق نے اس کی مخالفت فرمائی، اس پر خواجہ حسن نظامی نے طنز کیا کہ "خود غرض ملّا لالچ سے اس قانون کی مخالفت کرتے ہیں" لہ

لہ السواد الاعظم، جمادی الاول ۱۳۴۸ھ ص ۲۳

نوٹ :- طبقۂ علماء کی نااہلی سیاسی حلقوں میں اب تک سنی جاتی ہے اس فکر کی بنیاد اس وقت پڑی تھی جب اسلام، کفر کے مقابلے میں برسرِپیکار تھا ——— اس سے اس کی حقیقت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ہمارا طرزِعمل عجیب ہے جب مولویوں کی باتیں غیر مسلم لیڈروں کی زبانی سنتے ہیں تو اس کی تعریف بھی کرتے ہیں اور تقلید بھی۔ اپریل ۱۹۷۷ء میں ہندوستان کے وزیراعظم مسٹر مرارجی ڈیسائی نے غیر جانب دار ملکوں کے ایک بین الاقوامی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے دہلی میں کہا کہ "اگر ہم روحانی اور اخلاقی طور پر بلند ہو کر غیر کے خوف کو دل سے نکال دیں۔ اور حاجت مندی سے بے نیاز ہو کر اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں۔ تو شاید ہم دنیا کے ان ملکوں کی رہنمائی کر سکیں جو دولت اور اسلحہ کے اعتبار سے ہم سے زیادہ دولت مند اور طاقت ور ہیں۔"

علماء ایک عرصہ سے یہی کہتے چلے آئے ہیں، یہ کوئی نئی بات نہیں، یہ اسلام کا چودہ سو (۱۴۰۰) برس پرانا سبق ہے جس کو ہم نے اپنی پست ہمتی اور مولویوں سے بدگمانی کی بناء پر چھوڑ دیا لیکن دنیا کے بڑے بڑے ملک ان اصولوں کو اپنا کر فلاح پا رہے ہیں۔

یہ ایک المیہ ہے کہ ہم وزنی باتوں کی طرف توجہ نہیں دیتے، وزنی انسانوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور وزن بھی محض مادی ——— تعجب ہے وہ شخص جس کے دل میں صرف خدا کا خوف ہے اور غیر کے خوف سے بے نیاز ہے، جس کا دل حرص و ہوا سے پاک ہے جو فقر و فاقہ میں بھی ملی تشخص کو برقرار رکھتا ہے۔ اس قابل نہیں سمجھا جاتا کہ امور مملکت میں شریک کار ہو سکے اور اس کے مقابلے وہ شخص جو روحانی اور اخلاقی اعتبار سے اس سے پست ہے: اس قابل سمجھا جاتا ہے ——— یہ اندازِ فکر عجائبات عالم میں ایک اعجوبہ ہے۔

مسعود

Marfat.com

یعنی بل پاس نہیں ہوگا تو ابتدائی عمر میں ہونے والی شادیوں کے جھگڑوں کو نمٹانے کے لئے فتوے آئیں گے اور اس سے مفتیوں کو مادی فوائد ہوں گے ——
حضرت صدر الافاضل نے اس طنز کا تعاقب کرتے ہوئے تحریر فرمایا :-

علماء کو شاید خواجہ صاحب نے اپنے اوپر قیاس کر لیا ہے اور معلوم نہیں کہ علماء کے طرز عمل سے آپ اس قدر ناواقف کیوں ہیں ؟ آپ کو خبر نہیں کہ مسائل بتانے اور فتوے لکھنے پر علماء دین کوئی معاوضہ نہیں لیتے ؟ —— غریب سے غریب نادار سے نادار عالم بھی یہ حمیت اپنے دل میں رکھتا ہے کہ عمر بھر مسائل بتاتا ہے، فتوے لکھتا ہے اور کبھی معاوضہ طلب کرنے کا وہم بھی اس کے دل میں نہیں آتا۔ [1]

دین داروں کے اخلاص کا عالم دیکھ چکے اب دنیا داروں کی خود غرضیوں کا بھی عالم دیکھئے —— حضرت صدر الافاضل نے انتخابات کے وقت امیدواروں کی سرگردانی و حیرانی و پریشانی، خود غرضی و چاپلوسی کا نقشہ خوب کھینچا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

انتخابات کے وقت ان حضرات کی وارفتگی و سراسیمگی قابل دید ہوتی ہے۔ ملت کے لئے، قوم کے لئے، اپنے اعزہ و اقارب کے لئے اس کا ہزارواں درجہ بھی محنت و کوشش نہ ہوگی جو ووٹ حاصل کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔ ہر شخص کی خوشامد ہے، سفارشیں لائی جا رہی ہیں، روپے صرف کر رہے ہیں، رات دن دوڑتے پھر رہے ہیں، مقابل اگر کوئی دوست ہے تو پاس دوستی نہیں، اگر کوئی عزیز ہے تو پروائے قرابت نہیں، خانۂ مروّت کو پہلے ہی آگ لگا دی جاتی ہے۔ اس بات پر نظر نہیں کہ دوسرا مجھ سے زیادہ لائق ہے، زیادہ تجربہ کار ہے، کام کا زیادہ اہل ہے، قوم کو اس سے نفع پہنچنے کی امید ہے، اس لئے اس کے واسطے جگہ خالی کر دیں، یہ کہاں ؟ —— پمفلٹ بازی ہوتی ہے اور واقعی اور غیر واقعی مصائب کے طومار شائع کر کے ایک عزت دار آدمی کو مطعون کیا جاتا ہے۔ حرص جاہ کا یہ جوش

[1] ایضاً، ص ۲۳

راست بازی وراست پسندی اور انسانی شرافت کو فنا کر دیتا ہے اور آدمی دوسروں کی خوبیوں سے دیدہ دانستہ منکر ہو کر خود ستائی کرتا پھرتا ہے۔ کرایہ کے مداح تلاش کئے جاتے ہیں ایسے حضرات کسی کی عزو جاہ کو دیکھ سکیں، کسی کی خوبی کا اعتراف کریں، ایسی امید رکھنا ان سے عبث ہے ——— طبقۂ علماء کی نسبت تو انہوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ یہ سیاسیات سے محض نابلد ہیں اور ان کو نظم و نسق کے کسی کام میں دخل دینا بھی نہ چاہیئے۔ یہ بھی اس جذبۂ حرص و آز اور شوق جاہ کا ایک چٹکلہ ہے کہ علم و فضل والا طبقہ اگر اس طرف متوجہ ہو گیا تو بہت سی نشستیں لے جائے گا اور دنیا دار لوگوں کے لئے کرسیاں کم رہ جائیں گی۔ طبقۂ علماء میں جو علمی دقائق کو حل کرنے میں مشاق ہے اور جس کا دماغ بہترین معلومات سے روشن ہو رہا ہے اگر وہ دنیوی انتظام کی طرف اپنی توجہ منعطف کرے تو بے کوفت و کلفت ان سے بدرجہا بہتر کام انجام دے سکتا ہے، مگر وہ طبقہ انکسار، تواضع، ایثار کا عادی ہے۔ خود نمائی اور جاہ طلبی سے متنفر ہے، اس لئے کبھی اس میدان میں قدم نہیں رکھتا۔[۱]

مندرجہ بالا اقتباس میں اہل ظاہر اور اہل باطن کے سیاسی طرز عمل کو کس مؤرخانہ دیانت داری اور حقیقت پسندانہ انداز میں بیان فرمایا ہے ——— علماء اہل سنت اور قائداعظم علیہ الرحمہ شریعت اسلامیہ کے نفاذ کے لئے اسی وجہ سے کوشاں رہے کہ اس سے دنیا و دین دونوں سنور جاتے ہیں اور اسی مقصد عظمیٰ کو حاصل کرنے کے لئے حصول پاکستان کے لئے انتھک جدوجہد کی اور بالآخر اس مقصد کو حاصل کیا لیکن جس نظریہ کے تحت اس کو حاصل کیا گیا تھا، اس کی چنداں حفاظت نہ کی گئی حالانکہ نظریاتی مملکتوں میں نظریہ کی حفاظت اور نشوونما اساسی حیثیت رکھتی ہے۔

---

[۱] السواد الاعظم، رجب المرجب ۱۳۴۹ھ ص ۵، ۶

Marfat.com

اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صدر الافاضل تحریر فرماتے ہیں :۔

شریعت اسلامیہ حقہ کی تدوین اور اس کا نظام ایک عجیب و غریب نعمت ہے اور نہایت مستحکم و استوار ہے۔ کسی دولت سے منتفع اور بہرہ یاب ہونے کے لئے نظم و ترتیب کے ساتھ اس کی خدمت کرنا ضروری ہے۔ [1]

---

[1] السواد الاعظم۔ شمارہ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ ص ۷، ۸

Marfat.com

صدر الافاضل کے مجوزہ اسلامی دستور کے گیارہ دفعات

سنہ ۱۹۴۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ ومن والاہ

پاکستان

تعریف: آل انڈیا سُنّی کانفرنس کی تصریحات کے مطابق پاکستان سے وہ آزاد اسلامی حکومت مراد ہے جو ہندوستان کے اندر شریعت طاہرہ کے مطابق فقہی اصول پر قائم کی جائیگی

۱۔ اس حکومت کا سربراہ ایک سُنّی امیر ہوگا۔

۲۔ اس امیر کو مسلمانان اہل سُنّت کی اکثریت منتخب کرے گی۔

۳۔ وہ امیر دیندار اور مدبر اہل اسلام کی ایک جماعت کو شوریٰ کے لیے منتخب کریگا۔

۴۔ جماعت شوریٰ امیر کے ماتحت ہوگی۔

۵۔ جماعت شوریٰ کی تجاویز، امیر کی منظوری کے بعد مکمل سمجھی جائیں گی۔

۶۔ امیر، جماعت شوریٰ کے مشورہ سے ایک وزیر اعظم کا انتخاب کریگا

۷۔ یہ وزیر جملہ امور داخلہ و خارجہ کے نظم و نگرانی کا کفیل ہوگا

۸۔ وزیر اعظم، محکمہ جات سلطنت کیلئے جُدا جُدا وزیر نامزد کرکے امیر سے منظوری حاصل کریگا

۹۔ امیر کی منظوری کے بعد یہ وزراء اپنے اپنے محکمہ کا کام ہاتھ میں لیں گے اور حسب ضرورت عہدہ دار اور محکمے مقرر کریں گے

۱۰۔ محصولات، شرع کے مطابق فقہ کی رہنمائی سے مقرر کیے جائیں گے۔

۱۱۔ غیر مسلم رعایا کو معاہد بنایا جایا گا اور انہیں امن دیا جائیگا اور ان کے جان و مال کی حفاظت حکومت کے ذمہ ہوگی

غلام معین الدین نعیمی:
حیات صدر الافاضل، مطبوعہ لاہور، ص ۱۹۵

Marfat.com

سیاسیات

(۱)

تدبیر فلاح ونجات واصلاح

Marfat.com

Marfat.com

تحریکِ خلافت اور پھر تحریکِ ترکِ موالات (۱۹۱۹ - ۲۰ء) کے دور میں فاضل بریلوی کے خلاف مخالفت کا ایک طوفان اٹھایا گیا[۱] —— یہ دور نہایت جذباتی دور تھا مگر اس پُرآشوب دور میں فاضل بریلوی، صدرالافاضل اور تاج العلماء نے جس سیاسی سوجھ بوجھ اور بصیرت کا ثبوت دیا اس کی قدر اگرچہ اس وقت نہ کی گئی ہو مگر آج کا مورخ مجبور ہے کہ انکی بصیرت و عاقبت اندیشی کو خراج عقیدت پیش کرے۔

۱۱ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ کو مسجد بی بی جی (بریلی) میں اہل سنت وجماعت کا جلسہ ہوا یہ وہ زمانہ تھا جب فاضل بریلوی صاحب فراش تھے اور اسی سال آپ کا وصال ہوا —— آپ نے قوم کے نام ایک پیغام جاری کیا جس میں آپ نے ترکوں کی مدد، اماکن مقدسہ کی حفاظت اور مخالفین کی سیاسی چالوں کا بڑے بصیرت افروز

---

[۱] فاضل بریلوی کی مخالفت میں قادیانی اور حضرات دیوبند پیش پیش تھے چنانچہ اخبار الحکم (قادیان) شمارہ ۲۸ اپریل ۱۹۲۰ء میں فاضل بریلوی کی "مجددیت" پر حرف گیری کی گئی ہے۔ اس کا جواب السواد الاعظم، شمارہ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ میں تاج العلماء نے دیا ہے۔ (ص ۲۹، ۳۰)

۱۳۳۹ھ میں مرادآباد میں ایک اشتہار شائع کیا گیا جس کا عنوان تھا:-

"کالا کافر پکا وہابی۔"

اس اشتہار میں فاضل بریلوی پر خوب سب وشتم کیا گیا ہے اور اس طرح سیاسی سطح پر علماء اہلسنت سے ایک جنگ کی بنیاد ڈالی گئی —— یہ اشتہار سہوارہ اور لکھنؤ کے جلسوں میں تقسیم کیا گیا۔ (السواد الاعظم جمادی الاخر ۱۳۳۹ھ، ص ۲۱، ۲۲)

Marfat.com

انداز میں ذکر فرمایا ہے اور آخر میں مسلمانوں کو حقیقی فلاح حاصل کرنے کے لیے اپنی ان تجاویز کی طرف متوجہ فرمایا جو آپ بہت پہلے ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء میں پیش کر چکے تھے۔

اس پیغام کے آخر میں آپ نے فرمایا :-

آٹھ برس ہوتے، جب اس جنگ کا نام وگمان بھی نہ تھا، فقیر نے فلاح مسلمین کی چار تدبیریں شائع کی تھیں، امید کہ ان پر غور فرما کر، ان کے اجرا میں سعی کریں۔ وباللہ التوفیق والسلام

فقیر احمد رضا خاں قادری عفی عنہ ، ۱۱ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ[1]

جن تدابیر کی طرف فاضل بریلوی نے اشارہ فرمایا ہے وہ بصورت رسالہ بعنوان

(۱) تدبیر فلاح ونجات واصلاح

فاضل بریلوی کے خلیفہ حاجی محمد لعل خاں نے ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء میں کلکتہ سے شائع کرایا تھا۔ اس رسالے میں جن چار تدابیر کا ذکر کیا گیا ہے اور ان پر مفصل ومدلل بحث کی گئی ہے، وہ یہ ہیں :-

۱- ماسوائے ان امور کے جن میں حکومت کی دخل اندازی ہے، اپنے معاملات باہم فیصل کریں کہ کروڑوں روپے مقدمہ بازی میں نہ اڑیں۔[2]

---

[1] السواد الاعظم، جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ، ص ۲۷، ۲۸

[2] فاضل بریلوی نے اکثر مقامات پر مسلمانانِ ہند کو بچت اور کفایت شعاری کی تلقین فرمائی ہے۔ اس تدبیر کی روح بھی یہی ہے۔ ۱۹۳۶ء میں جے۔ ایم کینز (J. M. Keynes) نے اپنا مشہور نظریہ روزگار پیش کیا تھا جس کے صلے میں اس کو تاج برطانیہ کی طرف سے "لارڈ" کا خطاب ملا تھا، لیکن یہی نظریہ ۱۹۱۲ء میں حضرت فاضل بریلوی پیش کر چکے تھے، اسی لیے اقبال نے کہا ہے ؏

مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ مسعود

Marfat.com

۲. مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے نہ خریدیں۔[۱]
۳. بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد کے تونگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لیے بینک کھولیں۔[۲]
۴. علم دین کی ترویج و اشاعت کریں۔

---

[۱] ۱۷۹۱ء میں امریکی سیاست داں الیگزینڈر ہملٹن (Alexander Hamilton) نے "نظریۂ تامین" پر زور دیا اور آزاد بین الاقوامی تجارت کی مخالفت کی، جرمنی میں فریڈرک لسٹ (Friedrich List) نے 'تامین' کی حمایت کی، مغربی دنیا نے اس نکتے پر دوسری جنگ عظیم کے بعد عمل کر کے حیرت انگیز ترقی کی۔ مگر فاضل بریلوی نے پہلی جنگ عظیم سے قبل ۱۹۱۲ء میں "تامین" کی اہمیت کو مسلمانوں میں روشناس کرایا، اور اس پر زور دیا — دوسری جنگ عظیم کے بعد فرانس، جرمنی، اٹلی کا حال تباہ تھا، روم میں ایک کانفرنس ہوئی اور یورپین مشترکہ منڈی کا قیام عمل میں آیا جس کے نتیجے میں عالمی منڈی میں جرمنی سکے کے مقابلے میں ڈالر کی قیمت گھٹ گئی اور وہ سکہ، کرنسی بن گیا۔ اس تجربہ سے معاشیات میں ایک نیا تصور "Theory of Economic Integration" قائم ہوا۔ اسی نظریہ کے تحت آرسی ڈی کے نام سے پاکستان، ترکی اور ایران میں معاہدہ ہوا ہے۔ اگر فاضل بریلوی کی ہدایت پر ۱۹۱۲ء میں عمل کر لیا جاتا تو آج مسلمانوں کی معاشی حالت قطعاً مختلف ہوتی۔ مسعود

[۲] فاضل بریلوی کی اس تجویز پر بھی بہت بعد میں عمل ہوا۔ چنانچہ ۱۹۴۱ء میں بمبئی میں حبیب بینک قائم ہوا۔

نوٹ: پروفیسر رفیع اللہ صدیقی ایم ایس کوئنز یونیورسٹی، کینیڈا نے اپنے ایک فاضلانہ مقالے میں جدید معاشیات کی روشنی میں فاضل بریلوی کی ان معاشی تدابیر کا جائزہ لیا ہے۔ راقم نے یہ تفصیلات اسی مقالے سے اخذ کی ہیں۔ مسعود

Marfat.com

حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی مندرجہ بالا اہم تجاویز کو پیش نظر رکھتے ہوئے ۱۳۴۸ھ/۱۹۲۹ء میں تاج العلماء نے مسلمانوں کی معاشی اور اقتصادی خوش حالی کے لئے نہایت نفیس تجاویز پیش کیں اور درد مندانہ اپیل کی، یہ وہ وقت تھا جب مسلمان سیاسی رہنما مسلمانوں کی معاشی ترقی سے بالکل غافل تھے اور حیرت یہ ہے کہ جو قوم مسلمانوں کی اقتصادی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ تھی اس سے وداد و اتحاد کے درپے تھے گویا اپنے عمل سے مسلمانوں کی رہی سہی اقتصادی قوت کو ختم کر رہے تھے اور ان کو خبر تک نہ تھی۔ ایسے نازک حالات میں تاج العلماء نے جس سیاسی بصیرت کا ثبوت دیا وہ نہایت ہی حیرت ناک اور تعجب خیز ہے۔ خصوصاً ان لوگوں کے لئے جو طبقہ علماء کو ناکارہ سمجھتے ہیں۔

حضرت تاج العلماء، ملت اسلامیہ کو متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

مسلمان ان حالات کا احساس کریں اور جلد تر اپنی حالت درست کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔

۱۔ دوسرے تمام مشاغل ترک کر دیں، ذرائع معاش پیدا کریں۔

۲۔ اور بے روزگاروں کے لئے کار آمد تدابیر سوچیں اور عمل میں لائیں۔

۳۔ تمام فضول مصارف قطعاً ترک کر دیں کھیل اور تماشا میں روپیہ ضائع کرنا موقوف، سگرٹ موقوف، چائے موقوف، ہر وہ چیز موقوف جو حاجت سے زائد ہے اور جس کے بغیر زندگی گزارنا دشوار نہیں ہے۔

۴۔ اپنے خرچ آمدنی سے گھٹائیں۔

۵۔ جس طرح ممکن ہو قرض ادا کریں، ایک دوسرے کو اداء قرض میں مدد دیں یہ اسیروں کی رہائی ہے، مردہ قوم کے لئے جان بخشی ہے۔

۶۔ اگر تمام دماغ جو مختلف افکار میں آوارہ و پریشاں رہا کرتے ہیں اس طرف متوجہ ہو جائیں اور سارے بہی خواہان قوم مسلمانوں کی حالت درست کرنے میں مصروف عمل ہوں تو وہ دن دور نہیں کہ مسلمانوں کا شمار بھی زندہ قوموں میں ہو۔

Marfat.com

۷۔ ہمیں افسوس ہے مسلمانوں نے بڑے بڑے کام کئے، لیڈروں نے بڑی ہلچل مچائی، دنیائے اسلام میں بارہا تلاطم پیدا ہوئے مگر رہنماؤں نے اس مقصد پر زور نہ دیا اور کبھی سرگرم عمل نہ ہوئے، کاش اب بھی احساس کریں![1]

تاج العلماء نے مسلمانوں کی معاشی حالت سدھارنے کے لئے جو تجاویز پیش کی ہیں قریباً چالیس سال گزرنے کے باوجود آج بھی پاکستان کے مسلمان اس پہ عمل کریں تو ان کی مجموعی حالت درست ہو سکتی ہے اور اندرونی اور بیرونی قرضوں کا بار ہلکا ہو سکتا ہے۔ مگر اس کے لئے بڑے عزم و حوصلے اور ہمت کی ضرورت ہے بہرکیف پاکستان وجود میں آنے کے بعد تاج العلماء کے خواب کی کچھ تو تعبیر نظر آئی۔

جس دور میں تاج العلماء نے یہ تجاویز پیش کی ہیں ہندو مسلم اتحاد کی باتیں ہو رہی تھیں اور جو کچھ ہو رہا تھا اس کے تصور سے روح اسلام کانپتی ہے۔ ان شاء اللہ ہم کسی مناسب جگہ اس المناک صورت حال کی جھلک دکھائیں گے —— ایسے حالات میں ملت اسلامیہ کے علیحدہ تشخص کی بات وہی کر سکتا تھا جس کے دل میں اسلام کا درد تھا اور یہ ہمت رکھتا تھا کہ مشرکین ہند کی طرف جھکنے کی بجائے خود ان کو اسلام کی دعوت دیتا۔ ایسے دور میں جب کہ ہمتیں پست ہو گئی تھیں، ایسی ہمت کرنا یقیناً بڑی بات تھی —— آیئے ذرا تاج العلماء کی مسٹر گاندھی کے نام دعوتِ اسلام ملاحظہ کریں۔

۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں جب مسٹر گاندھی نے ہندوؤں سے چھوت چھات ختم کر کے اچھوتوں کو ملانا چاہا تو اس موقع پر تاج العلماء نے بڑی ہمت اور جرأت کے ساتھ انہیں اسلام کی دعوت دی اور فرمایا:-

اے ہندوؤں کے عالی ہمت، بلند حوصلہ لیڈر! تو نے ایک دیرینہ غلطی کو دور کرنے کے لئے بھوک ہڑتال کی، جو غلطی ہندو قوم کی انسانی حقوق

---

[1] السواد الاعظم۔ ذیقعدہ ۱۳۴۸ھ صہ ۶

Marfat.com

کے متعلق بھی تو کیا اے شیر دل بہادر تجھ میں یہ بھی ہمت ہے، یہ بھی حوصلہ ہے کہ تو خداوند عالم سے بغاوت کرنے کی رسم و آئین کو مٹانے کے لئے اپنی جان کی قربانی دینے کے لئے تیار ہو؟ —— اگر تو چھوت توڑ کر انسانی حقوق کی پاسداری کے لئے بھوک ہڑتال کر سکتا ہے تو بت پرستی مٹا کر شانِ کبریائی کا حق عبدیت ادا کرنے کے لئے کوئی قربانی تیری تجویز میں ہے؟ —— اگر تو نے سیاسی میدان سے قدم آگے بڑھا کر ہندوستان کے کثیر انسانوں کی روحانی زندگی کی طرف قدم بڑھانے کی تحریک کی تو تیری سعی مبارک ہے، تیرا عمل مقبول ہے، تو واقعی سچا خیر خواہ ہے اور تو ہندوستان کا اصلی محسن ہے۔ ؎

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں :۔

تو جس طرح سات کروڑ اچھوتوں کے مذہبی عقیدے کے سامنے سر نیاز جھکا کر انہیں اپنے ساتھ لے سکتا ہے، اس طرح آٹھ کروڑ مسلمانوں کے اعتقاد کے سامنے بھی سر تسلیم خم کر کے اس جماعت کو اپنے میں ضم کر سکتا تھا ہندو دھرم کے اٹل عقیدوں کو توڑ کر اگر بھنگی سے برادری کی جا سکتی ہے تو اسی تدبیر سے مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملا لینا کیا مشکل ہے! توحید کی، رسالت کی صدائیں مسلمانوں کی ہم آہنگی کرو تو کیسی اکثریت ہندوستان کی، تمام آبادی تمہارے ساتھ ہے، پھر حکومت کے لئے جو دستور بنے گا اس میں کوئی منازعت کرنے اور جھگڑا اٹھانے والا ہی نہ ہوگا —— اے سیاسی لیڈر! ذرا اور دور بینی سے کام لے کر ایک قدم اور آگے بڑھا، پھر میدان تیرے ہاتھ میں ہے۔ ؎۲

ؔلہ السواد الاعظم، ماہ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ ص۵

ؔلہ ۲ ایضاً ص ۶، ۷

Marfat.com

تاج العلماء نے مسٹر گاندھی کو جو مخلصانہ دعوت دی وہ دل کی آواز اور وقت کی پکار تھی۔ اگر وہ اس طرف متوجہ ہوتے اور یہ دعوت قبول کر لیتے تو ہندوستان کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔

اکتوبر ۱۹۷۶ء میں جمہوریہ وسطی افریقہ کے صدر بوساکا (صلاح الدین احمد) نے اپنے اعیانِ مملکت اور اہل وعیال کے ساتھ لیبیا کے صدر معمر قذافی کے دورے کے موقعہ پر ان کی موجودگی میں اسلام قبول کیا اور اپنی رعایا سے اپیل کی کہ وہ مشرف باسلام ہو جائے —— کاش اسی طرح مسٹر گاندھی بھی تاج العلماء کی دعوت پر اسلام قبول کر لیتے اور پھر ہندوستانی عوام کو دعوت اسلام دیتے تو ایک عظیم الشان انقلاب آتا۔ دورنگی ختم کرنے کا سہرا انہیں کے سر رہتا جس کے لئے وہ عرصہ سے کوشاں تھے —— ویسے ۱۹۴۷ء اور ۱۹۴۸ء میں دہلی میں راقم نے دیکھا تھا کہ مسٹر گاندھی اپنے دعائیہ اجلاس (پرارتھنا) کا آغاز تلاوت سورہ فاتحہ واخلاص سے کرتے تھے۔ غالباً اسی لئے بعض مسلمان ان کو مسلمان ہی سمجھتے تھے، ان کی موت پر فاتحہ وغیرہ کا بھی اہتمام کیا گیا اور اب بھی ہوتا ہے —— مگر حقیقت میں وہ ہندو ہی تھے اور ہندو مت کے زبردست داعی —— اگر وہ ایک قدم اور آگے بڑھا لیتے تو برصغیر کا سیاسی حل بحسن وخوبی نکل آتا۔ اور ہولناک کشت وخون نہ ہوتا —— مگر افسوس تاج العلماء کی اس دعوت پر لبیک نہ کہا اور تحریک خلافت وتحریکِ ترکِ موالات کے ذریعہ مسلمانوں کی صفوں میں داخل ہو کر اپنے عزائم کی تکمیل کی۔

Marfat.com

شاید قارئین کو حیرت ہو کہ میں نے دنیا کی نہایت ہی باأثر شخصیات میں سب سے پہلے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام رکھا ہے اور ممکن ہے کہ کچھ لوگ سوال بھی کریں ——— حقیقت یہ ہے کہ تاریخ عالم میں ایک ہی شخصیت تھی جو دینی اور دنیاوی، دونوں سطحوں پر حد سے زیادہ کامیاب رہی آپ نے دنیا کے عظیم ترین مذہب (اسلام) کی بنیاد رکھی، اسکو مقبول عام بنایا اور نہایت ہی کامیاب سیاسی رہنما ثابت ہوئے ——— آپ کو دنیا سے پردہ کئے ہوئے آج تیرہ صدیاں گزر چکی ہیں مگر اب بھی آپ کا اثر قوی اور ہمہ گیر ہے۔

(ترجمہ انگریزی)

(مائیکل ایچ۔ ہارٹ : دنیا کے ایک سو مشاہیر،)

(مطبوعہ نیویارک، ص۳۳)

Marfat.com

(ب) تحریک خلافت

۱۹۱۹ء میں تحریک خلافت کا آغاز ہوا۔ اس تحریک کے ساتھ دو اور تحریکیں شروع ہوئیں یعنی تحریک ترک موالات اور تحریک ہندو مسلم اتحاد ——— السواد الاعظم میں ان تینوں تحریکوں کے متعلق جو اظہارِ خیال ہے اس کا ہم علٰحدہ علٰحدہ جائزہ لیں گے۔ پہلے تحریک خلافت کے بارے میں السواد الاعظم کے مندرجات کی روشنی میں کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

تحریک خلافت اور اماکن مقدسہ کی حفاظت کے لئے اہل سنت وجماعت کے مخالفین پیش پیش تھے، بعض لوگ خود اہل سنت وجماعت میں بھی اس کے ہم نوا تھے لیکن ان کے مقابلے میں بہت کم ——— اس جذباتی دور میں اہل سنت وجماعت پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ تحفظ خلافت اور حفاظت اماکن مقدسہ کے خلاف ہیں حالانکہ حقیقت حال کچھ اور تھی۔ فی نفسہٖ مخالفت نہ تھی، البتہ طریقہ کار میں مخالفت تھی۔ مخالفین کی طرف سے اس الزام کی تردید کرتے ہوئے تاج العلماء تحریر فرماتے ہیں:-

> کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ دین اسلامی کا حامی اور شریعت کا پاسدار تو سلطنت اسلامیہ اور اماکن مقدسہ کا مخالف سمجھا جائے اور وہ وہابیہ جن کے نزدیک بقیہ دنیا مشرک ہے، اور قبّے بنانا ناجائز اور ڈھانا جائز وہ اس کے حامی ومددگار سمجھے جارہے ہیں ——— گرگ اور گلہ کی چوپانی، لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔[1]

---

[1] السواد الاعظم۔ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ ص ۲۴، ۲۳

Marfat.com

مخالفین کے طرزِ عمل پر تنقید کرتے ہوئے ایک جگہ ان کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا ہے اور لکھا ہے کہ جس طرح عین دورانِ جنگ غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے ۷ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ کو انگورا کی مسجد میں محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کی۔ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں یہ حضرات بھی ایسی محافل منعقد کریں، تاج العلماء فرماتے ہیں:۔

کیا گاندھی کے حکم سے برت رکھنے اور بھوکے مرنے کے لئے آپ تیار ہیں، ہندوؤں کا ماتم کرنے اور غم منانے کے لئے ہڑتالیں کرنے پر مستعد ہیں؟

آیا سرفروشانِ اسلام ترکی غزاۃ اور فدائے ملّت غازی مصطفےٰ کمال اور اسلامی پیشواء ترکی مفتی اعظم کے طریقِ عمل اور دلی جذبات کا بھی آپ کے قلب پر کوئی اثر ہے؟ —— اگر ہے ضرور ہونا چاہیئے تو ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں مصطفےٰ کمال کی محفل میلاد کے نقشے کھینچ ڈالیئے اور دردمند دلوں سے پروردگارِ عالم کے حضور فتح اسلام کی دعائیں کی جئیے۔[۱]

---

[۱] السواد الاعظم، ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ، ص ۷، ۶

نوٹ:۔ محفل میلاد اور دعا والی بات شاید عقل پرستوں کو اپیل نہ کرے۔ لیکن عین دورانِ جنگ خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے —— حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء نے ایک مکتوب میں خود جہانگیر بادشاہ کو دعا کی اہمیت کی طرف متوجہ کیا ہے۔ اور دورِ جہاں گیری میں فتح کانگڑہ کے موقع پر خود جہانگیر نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی دعا کے اثرات بچشم خود ملاحظہ کئے اور آپ کو اپنے ساتھ اس قلعے میں لے گیا ——

(ملاحظہ سیرت مجدد الف ثانی، کراچی ۱۹۷۷ء) مسعود

Marfat.com

اس نصیحت وہدایت کے بعد تاج العلماء مسلمانوں سے یہ دردمندانہ اپیل کرتے ہیں :-

مسلمانو! ہوشیار! اپنے دین کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرو صراطِ مستقیم پر قائم رہو، جو علماء بلاد اسلامیہ کے ہم عقائد وہم خیال ہیں ان کے دامنوں کو تھامو اور اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہو، کسی آندھی کا جھونکا، کسی طوفان کی لہر تم کو جگہ سے نہ ہلا سکے۔ دوستوں کے لباس میں آنے والے دشمن، ہمدردی ومحبت کے گیت گا کر دل لبھانے والے خونخوار تم پر اپنا جادو نہ چلا سکیں، تم کو اپنے دام فریب میں لا کر تباہ نہ کر سکیں۔ [1]

سیاسی میدان میں جب کوئی تحریک چلتی ہے اور ہوا دینے والے اس کو ہوا دیتے ہیں تو عوام کی عقل وخرد زائل ہو جاتی ہے اور جذبات کی گرفت مضبوط ہو جاتی ہے۔ اس وقت خود سمجھنے میں آنا تو بڑی بات ہے، سمجھانے سے بھی بات سمجھ میں نہیں آتی، یہی کیفیت تحریک خلافت کے زمانے میں پیش آئی —— ایک طرف بے تیغ وتفنگ جہاد کی تیاریاں اور دوسری طرف میلوں ٹھیلوں میں عیش کوشیاں —— قول وعمل کے اس تضاد سے دردمندوں کو اس تحریک پر کچھ شبہ سا ہوا، اور مستقبل نے صاف صاف بتا دیا کہ یہ شبہ صحیح تھا —— تاج العلماء تحریک خلافت کے دوران خلافتی عوام کے قول وعمل کے تضاد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں :-

کون کہتا ہے کہ جہاد فرض نہیں ہے —— لیکن اپنی طاقت کا دیکھنا بھی تو شرط ہے ہم نے ہتھیار تو خواب میں بھی نہیں دیکھے، یہ بھی نہیں معلوم کہ بندوق کدھر سے چلائی جاتی ہے، اپنے اتحاد واتفاق کا یہ حال کہ دو شخص ایک خیال پر ہی نہیں [2]

---

[1] السواد الاعظم، ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ ص۱۰، ۱۱

[2] السواد الاعظم، شوال المکرم ۱۳۳۸ھ ص۲۴

Marfat.com

جنگ کا تصور اسی وقت کیا جاسکتا ہے جب قوم متحد و متفق ہو، اس کی معاشی حالت درست ہو، اس کو فن حرب میں مہارت حاصل ہو اور سامان حرب بھی مہیا ہو۔ — اس کے بغیر جنگ کرنا موت کو دعوت دینا ہے — تحریک خلافت کے زمانے میں نہ یہ حالات تھے اور نہ یہ اسباب اور عوام الناس بلکہ خواص بھی بعض موقع پرست سیاست دانوں کی چال میں آچکے تھے۔

ایک طرف عوام الناس جہاد کی باتیں کر رہے تھے اور دوسری طرف رقص و سرود اور کھیل تماشے کی محفلیں بھی سجی تھیں — اس تضاد کو دیکھ کر صدر الافاضل پوچھتے ہیں :۔

> کیا انہیں کے قلوب میں سلطنت اسلامیہ کا درد ہے ؟ — یہی بے چین و مضطرب ہیں ؟ — [1]

حقیقت یہ ہے کہ جب کسی مقصد کے حصول کی لگن لگ جاتی ہے تو کھیل تماشوں کا ہوش نہیں رہتا۔ بلکہ اپنی جان بھی جان نہیں معلوم ہوتی — دورنگی، سطحیت کی نشاندہی کرتی ہے۔ اگرچہ بعض حضرات اس تحریک میں مخلصانہ اور دردمندانہ شریک تھے مگر وہ دشمن کے مخفی عزائم سے بے خبر تھے اس لئے ان کے اخلاص پر بھی شبہ نہیں کیا جاسکتا

جب علماء اہل سنت خصوصاً فاضل بریلوی، صدر الافاضل اور تاج العلماء نے ان مخفی عزائم سے مسلمانوں کو باخبر کیا تو ان کے خلاف ایک ہمہ گیر تحریک چلائی گئی اور یہ مشہور کر دیا گیا کہ علماء کا یہ گروہ انگریزوں کا تنخواہ دار ہے — [2] اس الزام کی تردید کرتے ہوئے تاج العلماء تحریر فرماتے ہیں :۔

> وہ کونسی بات ہے جس کی وجہ سے علمائے اسلام گورنمنٹ کے تنخواہ دار سمجھے گئے ؟ — کیا شعائر اسلام کے مٹنے سے راضی نہ ہونا، مسلمانوں

---

[1] ایضاً، ص ۲۲

[2] حالانکہ یہ الزام مولوی حفظ الرحمن سیوہاروی نے علامہ شبیر احمد عثمانی پر لگایا اور

باقی اگلے صفحہ پر

Marfat.com

کو مراسم شرک میں مبتلا ہونے سے روکنا یہ خاص گورنمنٹ کا کام ہے؟
یا اس کے علاوہ وہ گورنمنٹ کو کوئی امداد پہنچا رہے ہیں؟
مگر حقیقۃ الامر یہ ہے کہ خود غرض خوب جانتے ہیں کہ علماء بجز دین اور برائی کی کبھی حمایت نہیں کر سکتے اس لیے وہ اپنی اغراض کو پورا کرنے کیلئے عوام کو علماء کی طرف سے بدظن کرنا ضرور تصور کرتے ہیں۔
جب علماء کی آواز عوام تک نہ پہنچے اور ان کو گورنمنٹی آدمی سمجھ کر کوئی ان کی بات کان لگا کر نہ سنے تو پھر گاندھی اور لیڈروں کا جادو چل جانا کیا مشکل ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے شعائر مذہب سے بے گانہ اور ہندوؤں میں جذب ہوتے چلے جاتے ہیں۔ لہ
اخبار الفقیہ (امرتسر) کے شمارہ ۵ مئی ۱۹۳۱ء میں اخبار وطن کے حوالے سے ایک خبر شائع ہوئی تھی جس میں ایک نو مسلمہ کو مرتد بنانے کی ہندوانہ کوششوں اور اس کے خلاف علماء اہلسنت کی مزاحمت وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس خبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صدر الافاضل تحریر فرماتے ہیں:
کیا ایسے واقعات عبرت پذیری کے لئے کافی نہیں ہیں، کیا اس طوفان

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۲ علامہ مرحوم نے مولوی اشرف علی تھانوی کے لیے یہی بات فرمائی۔ (مکالمۃ الصدرین، صفحہ ۱۰) اسی طرح اس سے بہت پہلے مولانا احسن نانوتوی کے لئے یہ کہا گیا کہ ۲۴ مئی ۱۸۵۷ء کو انہوں نے بریلی میں انگریزوں کی حمایت میں تقریر فرمائی جس پر بڑی شورش ہوئی (سوانح محمد احسن نانوتوی، صفحہ ۵۱) ——— اسی زمانے میں مولوی قاسم نانوتوی، مولوی عبدالرشید گنگوہی اور مولوی ضامن علی کے لیے بھی لکھا ہے کہ انہوں نے مجاہدین آزادی سے انگریزوں کی حمایت میں جنگ کی۔
(مولوی عاشق الٰہی: تذکرۃ الرشید، صفحہ ۷۲)

لہ السواد الاعظم، شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

مذہب دشمن کو فنا کرنا خاص گورنمنٹ کا مقصد اصلی ہے جس کی وجہ سے علمائے اسلام اور پیشوایان دین کو گورنمنٹی آدمی بتایا جاتا ہے ۔ [1]

دشمن کے تمام سیاسی حربوں کا ذکر کرنے کے بعد تاج العلماء ان الفاظ میں مسلمانانِ ہند کو خبردار کرتے ہیں :-

مسلمانو ہوشیار ! ذلت اسلام کی نگہبانی کرو، اپنے دین وملت کو بچاؤ، اپنی ہستی اپنے ہاتھوں فنا نہ کرو ! ـــــ یارب مسلمانوں پر کرم فرما ! اے تاجدار عربی صلی اللہ علیہ وسلم امت کی بے کسی پر نظر فرمائیے ! ـــــ اللہ کرے کہ ہمارے لیڈران درد آشنائے مذہب ہوں اور شریعت طاہرہ کے حریم و حدود کی عزت و توقیر اور صیانت وحفاظت اپنی سعادت سمجھیں ـــــ نسئلک اللّٰھم ھدایت الحق والصواب ! [2]

الزام تراشی کا یہ سیلاب فاضل بریلوی کی طرف بھی متوجہ ہوا، اور ان پر ایک نہیں کئی الزامات لگائے گئے اور پوری فرد جرم تیار کی گئی جس کی تفصیل یہ ہے :-

۱- حمایت سلطنت اسلامیہ کے خلاف ہیں ۔
۲- حفاظت اماکن مقدسہ ضروری نہیں بتاتے ۔
۳- نینی تال پر لیفٹیننٹ گورنر سے ملاقات کی ۔
۴- گورنمنٹ کی خوشی کے لئے اس کے حسب منشا فتویٰ لکھ دیا ۔ [3]
۵- گورنمنٹ سے تنخواہ پاتے ہیں ۔
۶- کانپور میں حنفی سنی علماء صوبہ متحدہ کے جلسہ میں باصرار بلایا گیا، مگر شرکت سے

---

[1] ایضاً، ۱۹

[2] السواد الاعظم شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ ، ص ۲۲

[3] جس فتوے کا اس الزام میں ذکر کیا گیا ہے ۔ اس پر راقم نے ایک تحقیقی مقالہ بعنوان "فاضل بریلوی اور ترک موالات" پیش کیا ہے جو مرکزی مجلس رضا، لاہور نے ۱۹۷۱ء میں شائع کیا تھا اور اب تک اس کے پانچ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں ۔ مسعود

Marfat.com

انکار کر دیا۔

اسی زمانے میں مولانا احمد مختار صدیقی نے ان الزامات کے جوابات فاضل بریلوی سے طلب کئے تو فاضل بریلوی نے ان الزامات کے سلسلہ وار یہ جوابات مرحمت فرمائے۔

جواب الزام نمبر ۱ : سلطنت اسلامیہ اگرچہ بدعمل و بد مذہب ہو بشرطیکہ اس کی بدمذہبی حد کفر تک نہ پہنچی ہو جب کفار سے اس کی جنگ ہو گی، مسلمانوں پر حسب استطاعت اس کی امداد فرض ہے، استطاعت سے زیادہ نہیں۔[۱]

جواب الزام نمبر ۲ : اسی طرح اماکن مقدسہ اور جملہ شعائر اسلام کی حفاظت علیٰ حسب الوسعتہ فرض ہے۔[۲]

جواب الزام نمبر ۳، ۴، ۵ : ان کا جواب میرے پاس اس سے بہتر کیا ہے۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ جس نے ایسا کیا ہو اس پر قیامت تک اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے نیک بندوں کی لعنت ہو۔[۳]

جواب الزام نمبر ۶ : مولوی نثار احمد صاحب جمعیتہ العلماء صوبہ متحدہ کی دعوت لے کر آئے، میں نے اس کے مقاصد، ہندوؤں سے اتحاد اور دیوبندیوں وہابیوں کی شرکت و رکنیت وغیرہ بیان کئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم خالص اہلسنت کا جلسہ کریں گے میں نے کہا بھیجئے۔ میں خالص اہلسنت کے ایک خدمت گار کی حیثیت سے اپنی تحریر بھیج دوں گا، جلسہ میں پڑھی جائے کہ بوجہ ضعف و علالت حاضری سے معذور ہوں۔[۴]

---

[۱] السواد الاعظم، شمارہ جمادی الاول ۱۳۳۹ھ ص ۲۸، ۲۹

[۲] ایضاً، ص ۲۹ [۳] ایضاً ص ۳۰

[۴] السواد الاعظم، جمادی الاول ۱۳۳۹ھ ص ۳۱

نوٹ : فاضل بریلوی ان ایام میں شدید بیمار تھے چنانچہ ۱۹۲۱ء میں آپ کا وصال ہو گیا۔ مسعود

Marfat.com

اس میں شک نہیں کہ تحریک خلافت اور اس کے مقاصد سے فی نفسہٖ فاضل بریلوی کو کوئی اختلاف نہ تھا۔ مگر اس کے طریقہ کار سے سخت اختلاف تھا ـــــ سیاست جدیدہ میں مقاصد پر نظر رہتی ہے، ذرائع پر نہیں ـــــ مگر سیاست شرعیہ میں مقاصد اور ذرائع دونوں کا محاسبہ کیا جاتا ہے۔ اس لئے موخر الذکر سیاست اول الذکر سیاست سے نہایت نازک ہے چنانچہ فاضل بریلوی نے تحریک خلافت کے ذرائع پر سخت تنقید کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اعتراضات وارد کئے ہیں اگر مورخانہ دیانت داری اور حمیت اسلامی کے ساتھ ان اعتراضات کا جائزہ لیا جائے تو نہایت وقیع معلوم ہوتے اور اس کے مقابلے میں مخالفین کی الزام تراشیاں بے وقعت معلوم ہوتی ہیں ـــ

۱۔ مشرکین سے وداد و اتحاد منایا گیا۔

۲۔ انہیں معاہد اور حلیف بنایا گیا۔

۳۔ انہیں رازدار اور دخیل کار ٹھہرایا گیا۔

۴۔ انہیں اپنا یار و مددگار اور خیرخواہ و غمگسار جانا۔

۵۔ آپ پس رو بنے انہیں پیشوا مانا۔

۶۔ قرآن و حدیث کی تمام عمر بت پرست، یا بت پرستی پہ نثار کی۔ [۱]

۷۔ ان کی بڑی تعظیمیں ہوتی ہیں ۔ [۲]

۸۔ ان کی مدح میں سخت غلو و اغراق کے گیت گائے جاتے ہیں۔ [۳]

---

[۱] مولٰنا عبدالباری فرنگی محلی نے مسٹر گاندھی کی قیادت پر فخر کیا اور جب اس حرکت پہ تنبیہ کی گئی تو جواباً تحریر فرمایا :۔ عمرے کہ بآیات و احادیث گزشت

رفتی و نثار بت پرستی کردی (السواد الاعظم شعبان ۱۳۳۹ھ صہم)

[۲] مولوی محمد علی جوہر نے کانگرس کے اجلاس میں پنڈت مدن موہن مالویہ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور مولوی شوکت علی نے اس کو پنکھا جھلنا شروع کر دیا۔ (اخبار ہمدم ۴ جنوری ۱۹۲۹ء)

[۳] ظفر الملک مولوی اسحاق علی نے مسٹر گاندھی کے لئے کہا :۔

"اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے۔" (دبدبۂ سکندری، رامپور یکم نومبر ۱۹۲۰ء)

Marfat.com

۹۔ انہیں مسجد میں لے جاکر واعظ مسلمین بنایا جاتا ہے۔

۱۰۔ ان کی خوشی کے لئے شعائر اسلام کو مٹایا جاتا ہے۔ ؎۱

۱۱۔ ایسا مذہب بنانے کی فکر کی جاتی ہے جو ہندو مسلم کا امتیاز اٹھا دے سنگم و پریاگ کو مقدس علامت بنا دے۔ ؎۲

؎۱ دسمبر ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں مسلم لیگ کے بارہویں اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے حکیم اجمل خاں مرحوم نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ وہ ہندوؤں کی خوشنودی کے لئے گائے کی قربانی ترک کردیں (السواد الاعظم ۱۳۳۸ھ، ص ۱۷) ——— اس مسئلے پر مسلمانوں کی طرف سے عموماً اور علمائے اہل سنت کی طرف سے خصوصاً بڑا احتجاج ہوا تفصیلات کیلئے مندرجہ ذیل ماخذ ملاحظہ کریں:۔

ا۔ محمد مظہر اللہ: فتاوی مظہری، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء ص ۳۱۳ تا ۳۴۲

ب۔ السواد الاعظم، جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء ص ۱۳ تا ۱۷

ج۔ السواد الاعظم، ربیع الاول ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء ص ۹، ۱۰، ۱۷ تا ۲۴

مسلمانوں کی طرف سے اس ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے ہندوؤں کو یہ جرأت ہوئی کہ انہوں نے ترک گاؤکشی اور ترکِ گوشت خوری کا مطالبہ کیا بلکہ بعض مقامات پر حکماً گائے کی قربانی بند کردی گئی ——— چنانچہ ۱۵ جنوری ۱۹۲۰ء کے بمبئی کرانیکل میں گاؤکشی پر پابندی کا مطالبہ کیا گیا ——— یکم مارچ ۱۹۲۰ء کے اخبار ہمدم (دہلی) میں ایک اشتہار شائع ہوا جس میں "آہنسا پرچارنی سبھا کاشی" کی طرف سے ایک ایسا مسلمان لکچرار مانگا ہے جو جاہل اور کم علم مسلمانوں میں جاکر مولود خوانی کرے اور اس کے بعد ترک گوشت خوری کا درس دے ——— ۱۴ جون ۱۹۲۰ء کے اخبار ہمدم میں غلام بھیک نیرنگ نے انبالہ سے یہ خبر دی کہ ریاست نالہ گڑھ میں تاریخ میں پہلی مرتبہ گاؤکشی حکماً بند کردی گئی۔

مسعود

؎۲ السواد الاعظم، شمارہ جمادی الاول ۱۳۳۹ھ ص ۳۲

Marfat.com

۱۲۔ مسلمان اپنے ماتھوں پر قشقہ لگواتے ہیں۔ [1]

۱۳۔ ہندوؤں اور گاؤ ماتا کی جے پکارتے ہیں۔ [2]

۱۴۔ قربانی کی گائے پھولوں کے ہار پہنا کر باجے گاجے کے ساتھ گؤشالہ تک پہنچائی جاتی ہے۔

۱۵۔ مشرکین کی لاش کو کندھا دیتے اور مرگھٹ لے جاتے ہیں۔ [3]

اگر یہ حقائق صحیح ہیں تو بحیثیت ایک غیرت مند عالم اسلام کے فاضل بریلوی نے ایسی تحریک سے خود کو علحدہ رکھا تو کوئی گناہ نہیں کیا۔ بلکہ مندرجہ بالا فہرست میں بعض تلخ حقائق تو ایسے ہیں کہ اس زمانے کا گیا گزرا مسلمان بھی ایسا نہیں کر سکتا —— ان حقائق کو نظر انداز کر کے صرف یہ مشہور کر دینا کہ فاضل بریلوی تحریک خلافت کے مخالف تھے، یہی نہیں بلکہ انگریزوں کے ایجنٹ ہیں سخت بددیانتی اور تاریخی خیانت ہے اور ایسے خائن مورخوں کا محاسبہ کیا جانا چاہیئے، ——

---

[1] ۲۲ جنوری ۱۹۲۰ء کو میرٹھ میں مسٹر گاندھی کی آمد کے موقع پر مسلمانوں کی پیشانی پر چندن لگایا گیا۔ (السواد الاعظم، جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ/ ص ۱۹ تا ۲۲) قشقہ لگانے کا حال مولوی اشرف علی نے بھی لکھا ہے۔ (افاضات الیومیہ، جلد چہارم ص ۷۷)

[2] مسلمانوں کی طرف سے گاندھی جی کی جے کا ذکر مولوی اشرف علی نے کیا ہے۔ (افاضات الیومیہ، جلد ششم، ص ۲۵۵) —— مفتی محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ سے اس مسئلے پر ایک استفتاء لیا گیا تھا ملاحظہ ہو فتاوی مظہری، جلد اول مطبوعہ کراچی، ۱۹۷۰ء ص ۳۲۸، ۳۲۹)

—— ہندوؤں کے ساتھ اسی محبت و یگانگت کا نتیجہ ہے کہ حال میں یہ خبر نظر سے گزری کہ تلک ہال (کانپور) میں مسٹر گاندھی کی برسی کے موقع پر حافظ بعیت اللہ اور بابا خضر نے مسٹر گاندھی کی تصویر کے سامنے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی کی جبکہ دوسری طرف بھجن گائے جا رہے تھے۔ (اخبار سیاست، کانپور، یکم فروری ۱۹۵۷ء)

[3] السواد الاعظم، جمادی الاول ۱۳۳۹ھ، ص ۳۲

Marfat.com

فاضل بریلوی کو ایک اور الزام دے کر بدنام کیا گیا ہے جس کا اثر اب تک موجود ہے اور علمی دنیا میں ان کو اسی حیثیت سے جانا پہچانا جاتا ہے ــــــ وہ الزام یہ ہے کہ آپ ہر کسی کو کافر کہہ دیا کرتے ہیں ــــــ تاج العلماء نے اس الزام کا اس طرح ذکر کیا ہے :-

جب مسلمان بنے رہنے اور مسلمانوں کو اپنے دام تزویر سے پھانسنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو مشہور کر دیا کہ اعلیٰ حضرت کے لئے کافر کہہ دینا ایک امرِ عادی ہے۔[۱]

اس کے جواب میں تاج العلماء نے لکھا ہے کہ فتویٰ تکفیر پر کیا موقوف ہے۔ فتاویٰ رضویہ کی بارہ ضخیم مجلدات میں ایک ہی موضوع پر ہزاروں فتوے ہیں اگر طلاق ہی کے لئے جائیں تو کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ بس آپ طلاق کے فتوے دیتے تھے ــــــ ایک حکیم کا رجسٹر اٹھایا جائے، اس میں ایک ہی مرض کے ہزاروں مریض اور نسخے ملیں گے تو کیا ان نسخوں کی بناء پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس کو دیکھو بخار بنا دیا۔؟

تاج العلماء آگے چل کر بڑی دل لگتی بات فرماتے ہیں :-

دیکھنا یہ ہے کہ جن لوگوں پر کفر کے فتوے دیے گئے ہیں آیا ان میں کوئی بھی ایک ایسا ہے کہ اس سے کفر کی کوئی بات سرزد نہ ہوئی ہو اور اس کو کافر کہہ دیا گیا ہو، مگر ایسا نہیں ہے تو ان لوگوں کو کفر کرنے سے منع کرنا چاہیئے نہ کہ مفتی کو کافر کہنے سے۔

---

[۱] السواد الاعظم، رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ صہ ۸

نوٹ :- حضرت مولانا انور شاہ کشمیری اُس وقت حیات تھے آپ نے ابن عبدالوہاب نجدی کو محض اس بناء پر جاہل لکھا ہے کہ وہ تکفیر میں تعجیل کرتا تھا (فیض الباری، جلد اوّل صہ ۱۷۱) مگر اس کے برخلاف فاضل بریلوی سے وہ متاثر نظر آتے ہیں بلکہ علم حدیث میں انہوں نے غائبانہ استفادہ بھی فرمایا ہے۔ (الهادی، دیوبند، شمارہ جمادی الاول ۱۳۳۰ھ صہ ۲۱) (مسعود)

Marfat.com

طبیب کے پاس جو بخار والا آئے گا وہ ضرور اس کی تپ کو تشخیص کرے گا اور بخار کا نسخہ لکھے گا، نہایت بے عقلی ہو گی اگر آپ مریض کو دوا اور پرہیز پر تو آمادہ نہ کریں لیکن طبیب کو بخار تجویز کرنے سے روکیں اور اس پر یہ الزام لگائیں کہ آپ نے اپنی عمر میں ہزار ہا آدمیوں کو بخار بنایا ہے، یہ آپ کی عادت ہی ہو گئی ہے۔ [1]

حقیقت یہ ہے کہ کافر بنایا نہیں جاتا بلکہ انسان اپنے قول و عمل سے خود کافر بن جاتا ہے مفتی صرف اس کی نشاندہی کرتا ہے ——— اب اگر اس کا قول و عمل صحیح ہے تو مفتی کے کہہ دینے سے کافر نہیں ہو جاتا۔ اس لئے تشویش و فکر نہ ہونی چاہئیے۔

تحریک خلافت کے زمانے میں مخالفت کے سیلاب نے نہ صرف فاضل بریلوی بلکہ ان کے صاحب زادگان اور خلفاء کو بھی اپنی لپیٹ میں لیا تھا چنانچہ بریلی کی عیدگاہ میں حسب معمول فاضل بریلوی کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں صاحب نماز عید پڑھایا کرتے تھے لیکن تحریک کے دوران یکم شوال ۱۳۳۹ھ کو جو عید آئی تو مخالفین نے پوری پوری کوشش کی کہ آپ نماز نہ پڑھا سکیں لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ بقول تاج العلماء اس مرتبہ پہلے سے زیادہ رونق رہی اور سارا انتظام جماعت رضائے مصطفےٰ نے کیا۔ [2]

---

[1] السواد الاعظم، رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ ص۔ ۱۰

[2] السواد الاعظم، شوال المکرم ۱۳۳۹ھ، ۱۵، ۱۶

نوٹ:۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین فاضل بریلوی، ان کے صاحبزادگان اور ان کے زیر اثر علمائے اہل سنت کے پیچھے پڑے رہے۔ چنانچہ ۱۹۱۹ء میں الہ آباد سے ایک کتاب افسانہ عبرت شائع ہوئی جس میں علمائے اہل سنت کو خوب سخت و سست کہا گیا ہے (السواد الاعظم، جمادی الاول ۱۳۳۸ھ ص ۱۳) ۲۴ دسمبر ۱۹۲۷ء کے اخبار الانصار (دیوبند) نے علمائے اہل سنت کی دل کھول کر تضحیک و تذلیل کی ——— فاضل بریلوی کے

باقی اگلے صفحہ پر

Marfat.com

اسی طرح اخبار مفید روزگار (ممبئی) کے شمارہ ۲ مئی ۱۹۲۰ء میں خلیفہ فاضل بریلوی مفتی آگرہ مولانا سید محمد دیدار علی شاہ صاحب کے بارے میں توہین آمیز خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ کہیں آپ کو کفر وہابیت کا سول ایجنٹ بنایا ہے ـــــــ کہیں مثل الحمار یحمل اسفارا کا مصداق کہا ہے اور کہیں پوچھا ہے "تم کون ہو، کافر مجوسی، مرتد؟" ـــــ لے

بقیہ حاشیہ ص ۲۱۰ انتقال کے بعد یہ سلسلہ شدید تر ہو گیا۔ چنانچہ اسی انتقامی جذبہ کے تحت مولوی محمد منظور نعمانی صاحب، ایڈیٹر رسالہ الفرقان بریلی لے گئے اور وہاں ۲۰ محرم ۱۳۵۴ھ سے ۲۲ محرم ۱۳۵۴ھ تک جامعہ رضویہ (واقع مرزائی مسجد، بریلی) میں مولوی سردار احمد صاحب سے مناظرہ کیا جس کی روداد "قلعہ رضاخانیت پر فیصلہ کن حملہ" کے عنوان سے جامعہ برقی پریس دہلی سے ۱۳۵۴ھ میں شائع ہوئی۔ اس روداد میں مناظرہ کے دوران مولوی محمد منظور نعمانی کا یہ جملہ بھی ملتا ہے:-

> میں نے ان کے فرزند اکبر اور آپ کے آقائے نعمت (مولوی حامد رضا خاں) کا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ (ص ۷۰)

ایک جگہ فرماتے ہیں:-

> آج بحمداللہ منظور کے حقانی نعروں سے بریلی کی فضا گونج رہی ہے۔ حامیانِ باطل کے دل لرز رہے ہیں اور جو کفر و تکفیر کے علم بردار اس دنیا سے گزر گئے اگر دیدۂ بصیرت ہو تو دیکھو کہ اس وقت جب کہ میں آپ کے مرکز جامعہ رضویہ میں حق کا جھنڈا لئے کھڑا ہوں اور رضاخانیت کی دھجیاں اڑا رہا ہوں، ان کی قبروں میں کیسی واویلا مچ رہی ہے۔ (ص ۷۰)

اور ابھی چند سال ہوئے ۱۹۷۰ء میں مسلک دیوبند کے ایک بزرگ عبدالمالک کھوجپوری فاضل بریلوی کے دارالافتاء اور کتب خانہ کا جائزہ لینے پہنچے۔ موصوف نے ایک رسالہ "مزاروں کی جھلکیاں" لکھا ہے۔ اس میں اس طرح اپنے تاثرات قلمبند کئے ہیں (باقی اگلے صفحہ پر)

لے السواد الاعظم۔ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ ص ۳۱

Marfat.com

مخالفین کی اس ناشائستہ حرکت کا تاج العلماء نے نہایت شائستہ اور معقول جواب دیا ہے۔ آپ نے فرمایا :۔

مسلمانوں کی تباہی کا یہی باعث ہے کہ ان کے زبان و قلم کی قوتیں اپنے ہی بزرگوں اور پیشواؤں کے ایذا رسانی میں صرف ہوتی ہیں، نامعلوم مضمون نگار نے کونسا بخار نکالا ہے، زمانہ کی نزاکت اور مسلمانوں کی حالت کیا اس قابل ہے کہ ان میں اس طرح تفرقہ اندازی کی جائے، مولانا دیدار علی صاحب ایک آبائی حنفائی متقی و متورع عالم ہیں ہندوستان کے بڑے حصے میں ان کا اثر ہے۔ لہ

تاج العلماء نے مضمون نگار کے ان توہین آمیز کلمات کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک دن مخالفین کی طرف سے جامع مسجد آگرہ میں کسی شخص نے مولانا دیدار علی صاحب سے کہا کہ خطبے میں سلطان المعظم کا نام پڑھ دیجئے۔ مولانا نے جواباً فرمایا "نام بتادو" ——— بس یہ جرم ہے جس پر مولانا کو اسلام سے خارج کر دیا گیا ———

اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے تاج العلماء تحریر فرماتے ہیں :۔

سلطان کے نام کو پردہ بنا کر اپنے دل کے پرانے پرانے بخار نکالے اور عوام کو مشتعل بنا کر مولانا کی طرف سے برافروختہ کرنے کی کوشش کی، وقت کی نزاکت سے خوب کام نکالا، اگر یہ وقت بھی اپنے پرانے تعصب نکالنے اور اپنے مخالفین کو زیر کرنے کی فکروں میں خرچ نہ کیا تو پھر ایسا وقت ہاتھ آنا مشکل ہے۔ اس وقت آپس میں کٹ مرنے کی خوب کوشش کرو اس سے سلطنت ترکی کو فائدہ پہنچے گا۔ کس قدر بدعقلی ہے کہ ہم بجائے اتحاد و اتفاق کے عداوت و حسد میں گرفتار ہیں۔ ہندو سے اتحاد کی فکریں اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۱ گویا بریلی میں سوائے سفید جھوٹ کے کچھ اور نہیں ؟ ——— المیزان بمبئی۔ امام احمد رضا نمبر ۱۹۷۶ء صفحہ ۴۰۰ ، ۴۴۱) نامعلوم اہل علم کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی مہم کب تک جاری رہے گی۔

لہ السواد الاعظم۔ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ صفحہ ۲۱

Marfat.com

اپنے پیشوایان دین سے یہ سلوک![1]

ان حالات و واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ تحریک خلافت کے زمانے میں فاضل بریلوی اور ان کے صاحب زادگان و خلفاء نے مخالفت کے سیلاب سے کس بلند ہمتی سے مقابلہ کیا اور مسلمانوں کو اس راہ پر چلایا جو پاکستان کی منزل تک پہنچتی تھی ——— چنانچہ ۲۲، ۲۳، ۲۴، شعبان ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء کو اہل سنت وجماعت کی تنظیم انصار الاسلام[2] کی طرف سے بریلی میں شاندار اجلاس ہوئے۔ جس میں اماکن مقدسہ کی حفاظت اور ترکوں کی مدد موضوع رہا، مندرجہ ذیل حضرات نے خطاب فرمایا۔

۱۔ مولانا سید شاہ محمد میاں قادری برکاتی۔

۲۔ مولانا محمد ظفر الدین قادری بہاری، (خلیفہ فاضل بریلوی)

۳۔ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی۔ 〃

۴۔ پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری 〃

۵۔ مولانا سید دیدار علی شاہ 〃

ان حضرات نے ترکوں کی مدد، اماکن مقدسہ کی حفاظت اور ترک موالات کے موضوع پر مدلل تقریریں فرمائیں۔ لیکن ان کا مطمح نظر سیاسی نہیں بلکہ شرعی تھا اس

---

[1] السواد الاعظم، رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ ص ۳۲

[2] جن مقاصد کے تحت "تنظیم انصار الاسلام" قائم کی گئی تھی، اس کا خلاصہ یہ ہے :-

۱۔ حفاظت مقامات مقدسہ و حمایت سلطنت اسلامیہ، ترکوں کی ہمدردی میں جائز و مفید کوشش کرنا اور ناجائز و نامفید راہوں سے مسلمانوں کو بچانا۔

۲۔ اسلام اور مسلمین کو بیرونی دشمنان دین کے حملوں سے بچانے کی حتی الوسع جائز تدابیر کرنا اور بالخصوص دشمنان اندرونی کے حملوں سے بچانا۔

۳۔ مسلمانوں کو ان کے اخلاقی، معاشرتی، تمدنی، اقتصادی مفاد کی طرف رہنمائی کرنا اور ان میں حقیقی و خالص پابندی احکام شرعی کی راہ بنانا۔

(السواد الاعظم، شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء ص ۶)

Marfat.com

لئے مخالفین کی طرف سے ان جلسوں کو درہم برہم کرنے کی پوری پوری کوشش کی گئی۔ اس جذباتی دور میں معقولیت اور شریعت کی بات سننے کے لیئے بہت کم لوگ تیار تھے کیونکہ سوءِ اتفاق کہ مخالفین کے رہبر بھی علماء ہی تھے ــــ فرق یہ تھا کہ وہ کفار و مشرکین کے ساتھ تھے اور یہ علیحدہ اور یہی بہت بڑا فرق تھا جو اس وقت محسوس نہیں کیا گیا۔ لیکن آج کا پاکستانی مؤرخ اس کو ضرور محسوس کرے گا۔

اس جلسے میں جو قرارداد منظور کی گئی اس کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ علمائے اہل سُنت اور مسلمانانِ بریلی کا یہ عظیم الشان جلسہ گورنمنٹ برطانیہ سے زور کے ساتھ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنا اور تمام اتحادیوں کا اثر جزیرۃ العرب سے اٹھا کر مسلمانوں کو مذہبی دست اندازی کی تکلیف سے باز رکھے۔

۲۔ یہ جلسہ گورنمنٹ سے زبردست مطالبہ کرتا ہے کہ وہ مظلومین سمرنا وغیرہ کی مالی اعانت وارسال زر کے قابل اطمینان ذرائع ہمارے لیئے بہم پہنچائے۔

۳۔ یہ جلسہ ترک و عرب میں اتحاد پیدا کرنے کے لئے ایک وفد بھیجنا تجویز کرتا ہے اور گورنمنٹ سے زور کے ساتھ مطالبہ کرتا ہے کہ عرب میں ہمارے وفود کی ذمہ داری کرے۔

۴۔ یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ ان مطالبات کے لئے گورنمنٹ کے پاس وفد بھیجا جائے۔

۵۔ یہ جلسہ مسلمانوں کو پورے زور کے ساتھ ترغیب دیتا ہے کہ اپنے تمام مقدمات جن کو آپس میں طے کرنے کے مجاز ہیں مطابق شرع شریف فیصل کریں اور کچہریوں کی مقدمہ بازی سے کہ فریقین کی تباہ کن ہوتی ہیں بچیں۔

۶۔ یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ گورنمنٹ جو قانون ایسا بنائے جس سے کسی اسلامی مسئلے کو مضرت پہنچے یا پہنچنے کا اندیشہ ہو، اس کی ضرور ترمیم چاہی جائے اور اس کی جائز کوشش انتہا تک پہنچائی جائے۔

۷۔ یہ جلسہ اپنے مسلمان بھائیوں کو خاص اپنی تجارت بڑھانے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور اس کے ذرائع کی توسیع اور حتی الامکان ان صورتوں کے بہم پہنچانے پر

Marfat.com

توجہ دلاتا ہے جن سے مسلمان کبھی کسی غیر مسلم تجارت کے محتاج نہ رہیں۔

۸۔ یہ جلسہ اپنے مسلمان بھائیوں کو اسلامی بینک کھولنے[1] پر توجہ دلاتا ہے "تاکہ مسلمان غیر مسلموں کے دست برد سے بچیں۔

۹۔ یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ تجار اور رؤسا سے ایک اسلامی خزانہ قائم کرنے کی تحریک کی جائے جس میں ماہ بماہ سال بہ سال کچھ رقم جمع ہوتی رہے کہ "وقتاً فوقتاً" مسلمانوں کی تجارت کی توسیع کی ضرورتوں اور نیز اعانت سلطنت اسلام و ضروریات اسلام میں کام آئے۔

۱۰۔ یہ جلسہ مسلمانوں کو علم دین ومذہب اہل سنت وجماعت کے مطابق عقائد علمائے حرمین شریفین کی اشاعت پر نہایت تاکید سے توجہ دلاتا ہے۔

۱۱۔ یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ جو غلط یقینے ناجائز راستے امضر و نیز بے غلط لباس شرعی پہنائے گئے ہیں۔ ان کی شناعت پر مسلمانوں کو تحریراً "تقریراً" مطلع کرے۔[2]

---

[1] ۱۹۲۰ء میں بریلی میں انصار الاسلام کے جلسے میں "اسلامی بینک" کا تصور جو بطور قرار داد پاس ہوا تھا اس پر نصف صدی بعد ۱۹۷۰ء میں عمل کیا گیا چنانچہ اسلامی ممالک کے وزراء خارجہ کی دوسری کانفرنس منعقدہ کراچی (دسمبر ۱۹۷۰ء) میں یہ تصور سامنے آیا۔ حکومت مصر نے اس مسئلے پر غور کر کے اجلاس قاہرہ (منعقدہ فروری ۱۹۷۲ء) میں تفصیلی رپورٹ پیش کی۔ اس کے بعد مسلم وزراء خارجہ کے اجلاس منعقدہ جدہ (۱۹۷۲ء) میں پیش کی گئی، اس کے بعد اسلامی سکرٹریٹ کے سپرد کر دی گئی اور دسمبر ۱۹۷۳ء میں اسلامی سکرٹریٹ کے ممبروں کے اجلاس منعقدہ جدہ میں اسلامی ترقیاتی بینک کی تجویز کو عملی طور پر منظور کرایا اور ایک اعلامیہ جاری کر دیا گیا ـــ اس "اسلامی بینک" نے مارچ ۱۹۷۵ء میں اپنا کام شروع کر دیا۔
(مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں روزنامہ ڈان (کراچی) ۱۰، ۱۲ دسمبر ۱۹۷۶ء)

[2] السواد الاعظم، شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ ص ۷، ۸

Marfat.com

تقریباً تمام ہی تجاویز ان ہدایات پر مشتمل ہیں جو ۱۹۱۲ء میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے ارشاد فرمائی تھیں اور جس کو پیچھے مناسب مقام پر بیان کر دیا گیا ہے۔ اگر تاریخی، سیاسی اور معاشی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو تجاویز نہایت ہی دقیع ہیں ــــــ اسلامی بینک قائم کرنے کی تجویز جو نصف صدی پہلے علمائے اہل سنت نے پیش کی تھی، عالم اسلام آج اس پر عمل پیرا ہے ـــــــ ان تجاویز میں عقل و ہوش بھی ہے۔ اور درد و سوز بھی ـــــ سمجھنے والے بخوبی سمجھ سکتے ہیں ـــــ

تجویز تشخیص کے تابع ہوتی ہے، پہلے مرض تشخیص کیا جاتا ہے۔ پھر علاج کیا جاتا ہے۔ بغیر تشخیص کے علاج مہلک ثابت ہوتا ہے ـــــ ترکوں کی امداد سے پہلے یہ جاننا بھی ضروری تھا کہ یہ انحطاط کن اسباب کی بناء پر آیا، کیا یہ حادثاتی و اتفاقی ہے یا ارتقائی ـــــ ان اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے تاج العلماء نے انحطاط و زوال کے یہ اسباب بیان کیے ہیں :۔

۱۔ ترکی میں مسلمانوں میں باہمی خانہ جنگیاں۔

۲۔ ترکوں کے بدخواہ ان کے اپنے حلقے میں پیدا ہو گئے جنھوں نے دشمن کی موافقت کی۔

۳۔ طوائف الملوکی، ہر شخص نے الگ راستہ اختیار کیا۔

ان امراض کا تاج العلماء نے یہ علاج پیش کیا ہے۔

۱۔ ترکوں میں اسلامی ہمدردی پیدا کرنے اور غداری سے تائب ہونے کی کوشش کرنا۔

۲۔ اسلامی اتحاد کا جوش پیدا کر کے انہیں سلطنت اسلامیہ کی حمایت میں کھڑا کرنا

۳۔ ملت فروشی کو عام نگاہوں میں ذلیل بنا کر اس زہریلی وبا کے اثر سے وہاں کے باشندوں کو محفوظ رکھنا۔

۴۔ مسلمانان دنیا کے جذبات کی ترجمانی کر کے ان میں نئی سرگرمی پیدا کرنا جس سے خود بخود سلطنت کے مردہ قالب میں جان آجاتی [1]

---

[1] السواد الاعظم شوال المکرم ۱۳۳۸ھ ص ۲۵

Marfat.com

تشخیص اور تجویز کے بعد تاج العلماء نے تحریک، خلافت کے پیرو کاروں سے یہ سوالات کئے ہیں :-

۱۔ کیا اس مقصد کے لئے مسلمانوں کا کوئی وفد قسطنطنیہ پہنچا ؟

۲۔ کیا عربوں کو ترکوں کے ساتھ موافق کرنے کے لئے کوئی جماعت گئی ؟

۳۔ کیا عربوں کی باہمی کشمکش اور جنگجوئی کو روکنے کے لئے کوئی تدبیر عمل میں لائی گئی ہے ؟

۴۔ "اگر دو مسلمان لڑیں تنیسرا ان میں صلح کرا دے" کبھی اس کے لئے کوئی فکر کی گئی ۔ ؟ [1]

آخر میں تحریک خلافت کے رہنماؤں کو ہوشمندی اور دانشمندی اور عاقبت اندیشی سے کام لینے کی درخواست کرتے ہوئے لکھا ہے :-

مجھے اس وقت یہ غور کرنا ہے کہ ہمارے ان افعال سے ترکوں کو کیا نفع پہنچ سکتا ہے ۔ ؟ امید ہے کہ اہل الرائے اپنے دماغوں کو عقل زائل کرنے والے جوش سے خالی کرکے اس پر غور فرما دیں ۔ [2]

---

[1] السواد الاعظم، شوال المکرم ۱۳۳۸ھ، ص ۲۶

[2] ایضاً، ص ۲۶

تحریکِ خلافت کے دوران ترکوں کے ہاتھوں خود سلطان ترکی کی معزولی پر

مفتی اعظم ہند کے تاثرات

۱۹۲۲ء

اگرچہ چہرۂ پرنور ماہتاب صدق پر کذّابوں کے کذب کی نہایت دہشت ناک تیرگیاں چھائیں اور روئے آفتاب حق پر باطل کی سخت بھیانک اور خوفناک تاریکیاں اور کالی کالی ڈراؤنی بدلیاں آئیں مگر ہمارے قلوب بفضلہ تعالیٰ مطمئن تھے، ہم سمجھے ہوئے تھے کہ یہ بھی کچھ روز کی ہوا ہے جو دم بھر ہوا ہے — آخر کار وہی ہوا جس کا ہمیں شدت سے انتظار تھا وہ دن آہی گیا وہ تیرگی دور اور تاریکی کافور ہوئی اور حق کا جگمگاتا، چمکتا، دمکتا پرنور چہرہ آفتاب نصف النہار کی طرح آنکھیں خیرہ کرتا نکلا اور ایک عالم نے آنکھوں دیکھ لیا کہ حق یہ ہے اور باطل وہ تھا جو اس کے حضور جم نہ سکا، پتّا توڑ بھاگا، کب تک باطل حجاب، حق کو چھپا لیتے؟ تابکے جھوٹے نقاب، صدق کی آڑ کر سکتے ——— آخر حق کی شعاعوں نے ان باطل پردوں کو خاکستر کر ہی دیا، جھوٹے نقابوں کو جلا ہی ڈالا اور دنیا کو اپنا جلوہ جہاں تاب دکھا ہی دیا ———

——— وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرہ ———

مقدمہ دوام العیش مصنف امام احمد رضا خاں، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء، ص ۳۴

Marfat.com

(ج)

تحریکِ ترکِ موالات

اور

ہندو مسلم اتحّاد

Marfat.com

(ج) تحریک ترکِ موالات (۱)

تحریک خلافت کے ساتھ ساتھ ۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی نے تحریکِ ترک موالات کا آغاز کیا چونکہ انہوں نے نہایت دانشمندی سے تحریک خلافت کی حمایت کی۔ اس لئے تحریک ترک موالات میں ہندوستان کے مسلمان ذوق وشوق سے جوق در جوق شامل ہونے لگے اور مسٹر گاندھی کو اپنا حامی و ناصر سمجھنے لگے۔

تحریک خلافت ایک جذباتی تحریک تھی۔ جذباتی تحریکوں کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا ایک داناو بینا سیاست داں کا کام ہے۔ وہ آن کی آن میں ایسی تحریکوں کے سہارے اپنے مقاصد پورے کر لیتا ہے اور کسی کو خبر تک نہیں ہوتی تحریک ترک موالات میں یہی کچھ ہوا ——— اس سلسلے میں 'حالات حاضرہ' کے عنوان سے صدر الافاضل نے جو کچھ لکھا وہ تاریخی اور سیاسی حیثیت سے نہایت اہم ہے، آپ نے فرمایا :۔

"ہندو ناداں نہیں، ان کی کوئی حرکت عبث و بے کار نہیں، وہ ہر کام کے لئے کوئی مقصد رکھتے ہیں، ان کا ہر عمل اسی مقصد کے محور پر گردش کرتا ہے، جب تم نے انہیں پیشوا بنایا تو وہ اپنے مقصد کو مقدم رکھیں گے۔" [۱]

آگے چل کر فرماتے ہیں :۔

---

[۱] السواد الاعظم، شوال المکرم ۱۳۳۸ھ ص ۱۷

Marfat.com

میں صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ ترکِ تعاون کا خیال مسٹر گاندھی کے دماغ میں مدت دراز سے مرکوز ہے، ان کے کارنامہ زندگی سے اس کے دلائل ملیں گے لیکن وہ اپنے اس مقصد میں اپنی خواہش کے موافق کامیابی سے محروم رہے ہیں۔ ؎۱

پھر فرماتے ہیں :-

ایک طرف تو مسٹر گاندھی مسلمانوں سے یہ خطاب کرتے ہیں کہ تمہارے مطالبات بالکل بجا ہیں اور تم حق بجانب ہو، میں تمہارے ساتھ ہوں۔

———— دوسری طرف مسٹر گاندھی لب و لہجہ بدل کر یہ فرما دیتے ہیں کہ دیکھو خبردار قانون کی حدود سے باہر قدم نہ رکھنا، امن عامہ میں خلل اندازی کرنے سے باز رہنا ورنہ میں تمہارے ساتھ نہیں، جس سے گورنمنٹ کو مسلمانوں کی شوریدہ سری اور قانون شکنی اور امن عامہ میں فساد انگیزی کا ثبوت دینا چاہتے ہیں اور اپنے آپ کو امن عامہ اور قانون کا حامی ظاہر کرتے ہیں۔ ؎۲

صدر الافاضل کو تحریک خلافت سے کوئی اختلاف نہ تھا۔ اختلاف تھا تو مسٹر گاندھی کی قیادت سے ———— تحریک خلافت اور مسٹر گاندھی کی قیادت، متضاد باتیں معلوم ہوتی ہیں

؎۱ السواد الاعظم، شوال المکرم، ۱۳۳۸ھ ص ۱۹

؎۲ ایضاً، ص ۲۰ **نوٹ**: مسلمان فطرتاً جاں باز و فداکار ہے، جذباتی تحریکوں میں اس کا قانون کے دائرے میں رہنا بہت مشکل ہے، اس لئے ہندوستان میں جب کبھی ایسی تحریکیں چلیں مسلمانوں نے زیادہ نقصان اٹھایا۔ ۱۹۴۶ء میں جب Victory Week منایا گیا تو راقم دہلی میں تھا، عجب مناظر دیکھنے میں آئے۔ مسلمانوں نے انگریزوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ لیکن اس ہنگامہ میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ مارشل لا لگ گیا اور دہلی تاریکی میں ڈوب گیا۔ مسعود

Marfat.com

——پھر تحریک ترک موالات سے مسلمانوں کو فوائد کے بجائے جو نقصانات متوقع تھے اس کے پیش صدر الافاضل کو اس تحریک سے اختلاف تھا —— بادی النظر میں یہ شک ظاہر کیا جاسکتا ہے کہ کہیں وہ انگریزوں کے ساتھ تو نہ تھے لیکن جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس زمانے میں انگریزوں کی مخالفت آسان تھی، حمایت مشکل تو یہ شک رفع ہوجاتا ہے۔ کیونکہ انسان خصوصاً موقع پرست مشکلات سے زیادہ آسانیوں کو پسند کرتا ہے —— اس کے علاوہ ماضی میں کوئی ایسی تاریخی شہادت نہیں ملتی جس سے یہ ظاہر ہو کہ صدر الافاضل یا اکابر علماء اہلسنت نے انگریزوں سے امداد قبول کی ہو اس کے برخلاف ان کے مخالفین کے بارے میں خود ان کی اپنی کتابوں سے ایسی شہادت مل جاتی ہے —— پھر تقسیم ہند کے وقت ان آنکھوں نے خود دیکھا کہ انگریز ہندوؤں سے زیادہ ہمارا دشمن نکلا —— اگر قائد اعظم یا ان کے ہم نوا علماء اہلسنت انگریزوں کے خیر خواہ ہوتے تو انگریز بھی ان کا خیر خواہ ہوتا، بدخواہی بتا رہی ہے کہ قائد اعظم اور علماء اہلسنت کو انگریز اپنا خیر خواہ نہیں سمجھتا تھا ——

اب تحریک ترک موالات کے بارے میں صدر الافاضل کے تاثرات قلم بند کرتے ہیں جو نہایت بصیرت افروز اور مومنانہ نظر آتے ہیں —— آپ فرماتے ہیں :۔

حکومت کا تعلق ہمارے ساتھ تمدن میں اس قدر نہیں جتنا سیاست میں ہے —— تمدن کو فاسد کرنے کا بڑا اثر ہم پر پڑے گا —— برابر والے سے جنگ کرنے میں بھی پہلے اپنے آپ کو تکلیف برداشت کرنا پڑتی ہے، سامان حرب مہیا کرنا پڑتا ہے، اس کی تلاش اور حملہ کے موقع کی جستجو میں سرگردانی ہوتی ہے تب کہیں جاکر اس کو تکلیف پہنچائی جاسکتی ہے۔ اس پر بھی اپنا غلبہ یقینی نہیں —— جب زبردست سے مقابلہ ہو تو اپنے آپ کو کس قدر مصیبت برداشت کرنا پڑے گی اور اس کا برداشت کرنا ہم پر اتنا ہی دشوار ہوگا جتنا ہم میں ضعف ہے اور ہمارے حملے کا تحمل اور قوت برداشت مقابل بقدر اپنی طاقت

Marfat.com

کے ہوگا، ہمیں تو پہلے حملہ کی تیاری ہی فنا کے دروازے تک پہنچا دے گی۔[1]

صدرالافاضل نے ترک موالات کے موضوع پر ایک فاضلانہ اور محققانہ مقالہ لکھا تھا جو السواد الاعظم کے شمارے ربیع الاوّل ۱۳۳۹ھ اور جمادی الاول ۱۳۳۹ھ کے اہم صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ نہایت اہم اور مفید رسالہ ہے اور اس سے ان کے موقف کی صحیح ترجمانی ہوتی ہے ——— رسالے کے مباحث کا خلاصہ یہ ہے :۔

۱۔ مذہبی حیثیت سے کفار کے ساتھ محبت و وداد، ربط و اتحاد، دوستی و یک دلی تو مومن سے ممکن ہی نہیں، اگر ایسا ہے تو وہ مومن نہیں۔

۲۔ دوسری حیثیت شخصی و ذاتی ہے، یہ محبت بھی اگر اتنی ہو کہ شعائر کفر کی نفرت دل سے کم ہو جائے اور شعائر اسلام کے ساتھ ان کے استہزاء پر راضی ہو تو یہ بھی منافی اسلام ہے۔

۳۔ اور اگر اس حد تک نہیں بڑھی جب بھی نشانِ مومن کے خلاف و ممنوع ہے۔[2]

"ترک موالات" سے متعلق ایک دوسرے مقالے میں صدرالافاضل محبت و عشق کا ایک نکتہ بیان فرماتے ہیں :۔

مجازی اور معمولی محبتوں میں محبوب کے دشمنوں کے ساتھ قدب کو نفرت ہو جاتی ہے اور دوست کا ادنیٰ مخالف دشمن سے بدتر معلوم ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ قرابتوں کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں تو کس طرح ممکن ہے کہ عشق الٰہی کی دولت سے مالا مال ہو کر کوئی دل کفار کی طرف مائل ہو سکے اور باوجود ایمان کے دل میں محبت کفار کی گنجائش رہے۔[3]

---

[1] السواد الاعظم، شوال المکرم، ۱۳۳۸ھ، ص ۱۸، ۱۹

[2] السواد الاعظم، ربیع الاوّل، ۱۳۳۹ھ، ص ۳، ۵، ۶، ۹

[3] السواد الاعظم، جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ، ص ۱

Marfat.com

(ج) (۲) تحریک ہندو مسلم اتحاد

تحریک ترک موالات کے نتیجے میں ہندو مسلم اتحاد کی تحریک ترک موالات کی تحریک سے زیادہ شدت سے جاری ہوئی ——— علماء کرام نے اس مسئلے کے موافق و مخالف لکھا لیکن علماء اہل سنت نے بحیثیت مجموعی اس اتحاد سے اختلاف کیا، اس کی وجوہات مذہبی بھی تھیں اور سیاسی بھی ——— اور وہ اتحاد کو فی نفسہٖ ناممکن سمجھتے تھے۔ دلائل و شواہد ایسے تھے کہ اگر ایک خالی الذہن غیر مسلم بھی سنجیدگی سے اس کا مطالعہ کرتا تو اسی نتیجے پر پہنچتا جس نتیجہ پر علمائے اہل سنت خصوصاً فاضل بریلوی اور صدر الافاضل پہنچے۔ یہ محض ایک قیاس ہی نہیں حقیقت ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہندو سیاست داں لالہ لاجپت رائے[1] کے تاثرات بیان کر دیے جائیں۔

ایک اور چیز جو ایک عرصہ سے میرے لیے وجہ اضطراب ہو رہی ہے وہ ہندو مسلم اتحاد کا مسئلہ ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ کو اس پر دعوت غور و خوض دوں، گزشتہ چھ ماہ میں میں نے اپنے وقت کا بیشتر حصہ اسلامی تاریخ اور اسلامی قوانین کے مطالعہ میں صرف کیا ہے اور اس سے جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ چیز یعنی ہندو مسلم اتحاد ایک امر محال اور ناقابل عمل شئے ہے وہ مسلمان رہنما جو عدم تعاون کی تحریک میں شامل ہیں اگر ان کے خلوص نیت کو تسلیم بھی کر لیا جائے

---

[1] لالہ لاجپت رائے ۱۸۶۰ء میں قصبہ جگراؤں (ضلع لدھیانہ، بھارت) میں پیدا ہوئے

باقی اگلے صفحہ پر

Marfat.com

پھر بھی میرے خیال میں ان کا مذہب ...... ہندو مسلم اتحاد کے راستہ میں ایک زبردست رکاوٹ ثابت ہوگا۔ ؎

(مکتوب مطبوعہ ۱۲ فروری ۱۹۴۰ء)

مسئلہ "ہندو مسلم اتحاد" پر جب ہندو سیاست دانوں کا یہ اندازِ فکر تھا تو خود غور کیا جاسکتا ہے کہ صاحب بصیرت مسلم علماء کا اندازِ فکر کیا ہوگا۔؟

چنانچہ مسئلہ "ہندو مسلم اتحاد" پر صدر الافاضل نے جن تاثرات کا اظہار فرمایا وہ بڑے بصیرت افروز اور حقیقت پسندانہ ہیں ـــــ ۱۹۱۹ء میں تحریک خلافت کا آغاز ہوا۔ مسٹر گاندھی نے اس تحریک کی حمایت کی، ہندو مسلم اتحاد کا یہی نقطۂ آغاز تھا اس حمایت کی اس قدر پذیرائی کی گئی جس کا وہم و گماں بھی نہ تھا خصوصاً مسلم علماء کی طرف سے ـــــ صدر الافاضل اس پذیرائی پر تنقید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں!

مسلمانوں نے ان مساعی میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ضروری سمجھا کہ ہندوؤں کو اپنے ساتھ شریک کریں اور اپنا ہم آواز بنائیں تاکہ ان کی صدا میں زور آئے اور سلطنت ان کی درخواست کان لگا کر سنے ـــــ مذہب کا فتویٰ اس کو ممنوع اور ناجائز نہیں قرار دیتا اور اس قدر جد و جہد جواز میں رہتی۔

لیکن صورت حال کچھ اور ہے ـــــ ہندو امام بنے ہوئے آگے آگے ہیں اور مسلمان "آمین" کہنے والے کی طرح ان کی ہر صدا کے ساتھ موافقت کر رہے ہیں پہلے مہاتما گاندھی کا حکم ہوتا ہے اس کے پیچھے مولوی عبدالباری

بقیہ حاشیہ صـ۲۲۴ ۱۸۸۱ء میں قانونی پیشہ اختیار کیا اور حصار میں وکالت شروع کردی۔ پھر ۱۸۹۲ء میں لاہور ہائی کورٹ سے متعلق ہوگئے۔ ۱۹۰۵ء میں کانگریس کی طرف سے ایک وفد میں شریک ہوکر فرنگیوں سے ملے (الیشری پرشاد: لالہ لاجپت رائے کی سوانح اور کارنامے مطبوعہ لاہور) فتنۂ ارتداد میں شردھانند کے ساتھ بھی کام کیا (مسعود)

؎ مصباح الحسن: کانگریسی مسلمان اور حقائق قرآن، مطبوعہ آگرہ، ۱۳۶۵ھ صـ۳۰، ۳۱

Marfat.com

کا فتوی مقلد کی طرح سر نیاز خم کرتا چلا جاتا ہے۔

پہلے تو ہندوؤں نے سود کے پھندوں میں مسلمانوں کی دولتیں اور جاگیریں لے لیں، اب وہ مفلس ہو گئے اور کچھ پاس نہ رہا تو مقامات مقدسہ اور سلطنت اسلامیہ کی حمایت کی آڑ میں مذہب سے بھی بے دخل کرنا شروع کر دیا۔[1]

سلطنت اسلامیہ کی اعانت اور مقامات مقدسہ کی حمایت و حفاظت کے لئے مسلمان ہر ممکن تدبیر عمل میں لائیں لیکن اپنے دین و مذہب کو محفوظ رکھیں، اپنے آپ کو ہندوؤں کے ہاتھوں میں نہ دے ڈالیں، اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں، اپنے عقل و حواس کو معطل نہ کریں، اپنے ہوش و خرد کو کام میں لائیں، نہایت فرزانگی کے ساتھ اپنے نیک و بد، اپنے انجام و مآل پر نظر ڈالیں۔

ایسی بے رائی کہ ہر بات میں گاندھی پر نظر ہے، کچھ کام نہیں آسکتی فرض کرو آج گاندھی تمہارے موافق ہیں اور تم ہر مشورے میں ان کی رائے کے محتاج ہو، کل اگر گاندھی کا رنگ بدل جائے، تم کیا کرو گے؟ ——

یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ تم میں کوئی ایک بھی مدبّر نہیں اگر ایسا ہے تو خاموش رہنا چاہیئے۔[2]

مسلمانوں کی اس بے رائی اور عاقبت نااندیشی نے جو گل کھلائے اس کا نقشہ صدر الافاضل نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔:

کہیں ہندوؤں کی خاطر سے قربانی اور گائے کے ذبیحہ ترک کرنے کی تجاویز پاس ہوتی ہیں، ان پر عمل کرنے کی صورتیں سوچی جاتی ہیں، اسلامی

---

[1] السواد الاعظم، شوال المکرم ۱۳۳۸ھ، ص ۱۵، ۱۶

[2] ایضاً ص ۱۷

Marfat.com

شعائر مٹانے کی کوششیں عمل میں لائی جاتی ہیں، کہیں پیشانی پر قشقہ کھینچ کر کفر کا شعار (ٹریڈ مارک) نمایاں کیا جاتا ہے، کہیں بتوں پر پھول اور ریوڑیاں چڑھا کر توحید کی دولت برباد کی جاتی ہے۔ معاذ اللہ!

"کروروں سلطنتیں ہوں تو دین پر فدا کی جائیں، مذہب کسی سلطنت کی طمع میں برباد نہیں کیا جاسکتا، مولانا سلیمان اشرف صاحب نے خوب فرمایا کہ "لعنت اس سلطنت پر جو دین بیچ کر حاصل کی جائے" [۱] ترکی کی سلطنت کی بقا کے لئے مسلمان کفر کرنے لگیں، شعائر اسلام کو مٹا دیں! —— لاحول ولا قوۃ الا باللہ! —— اسلام ہی کے صدقے میں تو اس سلطنت کی حمایت کی جاتی ہے ورنہ ہم سے اور ترکوں سے واسطہ؟ —— مطلب جو کوشش کی جائے اپنا دین محفوظ رکھ کر کی جائے" [۲]

"مسلمانوں کی نادانی کمال کو پہنچ گئی، نصاریٰ کے ساتھ ہوئے تو ان کے ہو کر موافقت کی، بلاد اسلامیہ میں جا کر لڑے، مسلمانوں پر تلواریں چلائیں ان کے ملک ان سے چھین کر کفار کو دلائے، اب اس خود کردہ کا علاج کرنے چلے اور مشتے بعد از جنگ یاد آیا تو ہندوؤں کی غلامی میں دین برباد کرنے پر تل گئے" ——

دسمبر ۱۹۱۹ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا بارہواں اجلاس حکیم اجمل خاں کی صدارت میں امرتسر میں منعقد ہوا۔ اس میں حکیم صاحب نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ وہ ہندوؤں کی خوشنودی کی خاطر گاؤ کشی بند کر دیں [۳] —— صدر الافاضل نے اس کا تعاقب کیا

---

[۱] علامہ اقبال نے اسی قسم کے خیالات سے متاثر ہو کر کہا تھا ؎

دیں ہاتھ سے دیکر اگر آزاد ہو ملت   ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا

[۲] السواد الاعظم شوال المکرم ۱۳۳۸ھ، ص ۱۶، ۱۷

[۳] السواد الاعظم، جمادی الاول ۱۳۳۸ھ، ص ۱۷، ۲۴

Marfat.com

اور بڑی دل لگتی بات فرمائی :۔

شرکت وطنی ہے تو وطنی امور میں شرکت و اتحاد کیجیے مذہب کو اس میں دخل دینا یقیناً ناصواب و ناروا ہے۔ لہ

مسلمانوں کی اس ڈھیل سے ہندو اتنے جری ہو گئے کہ اس مقصد کے حصول کے لئے واعظین مقرر کئے، مطالبے پیش کئے اور کہیں گاؤکشی کو حکماً بند کرا دیا گیا۔ چنانچہ یکم مارچ ۱۹۲۰ء کو اخبار ہمدم (دہلی) میں "آہنسا پرچارنی سبھا کاشی" کی طرف سے یہ اشتہار شائع کیا گیا :۔

ایک مسلمان مولوی صاحب لکچرار چاہئیں واسطے آہنسا پرچارنی سبھا کاشی کے جو چھوٹی قوموں مثلاً کنجڑے، قصاب، کبڑیے وغیرہ میں جاکر پہلے مولود شریف کریں بعدہٗ رحم و ترک گوشت خوری پر لکچر شہر بشہر دیں۔ ۲ھ

شاہ افغانستان امان اللہ خان سیاحت یورپ کے دوران ہندوستان سے گزرے تو بمبئی میں جمعہ کی نماز کی امامت فرمائی اور خطبہ جمعہ میں فرمایا :۔

نہایت درجہ شرم کی بات ہے کہ ہندوستان کے مسلمان گائے کے سوال پر ہندوؤں کے جذبات کی عزت نہیں کر سکتے۔ ۳ھ

اس بیان کی پذیرائی کے لئے ہندو مہاسبھا کا ایک خصوصی اجلاس ہوا جس میں امان اللہ خاں کا شکریہ ادا کیا گیا اور ہندوستان کے مسلمانوں سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ گاؤکشی قطعاً بند کر دیں۔ ۴ھ

لہ السواد الاعظم، جمادی الاول ۱۳۳۸ھ، ۱۷، ۲۴

۲ھ السواد الاعظم، رجب المرجب ۱۳۳۹ھ، نوٹ :۔ اور ایک زمانہ وہ بھی آیا جب کلکتہ سے ایک اشتہار شائع ہوا کہ معاذ اللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مورتیاں بنا کر فروخت کی جا رہی ہیں۔ شاید اس لئے کہ مسلمان ہندوؤں کے قریب تر آ گئے ہیں، اس بہانے ان کو بت پرستی کی طرف مائل کیا جائے۔ (السواد الاعظم، محرم الحرام ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء ص ۷)

۳ھ روزنامہ ہمدم (دہلی) ۲۱ دسمبر ۱۹۲۷ء (السواد الاعظم رجب و شعبان ۱۳۴۶ھ/ ص ۲۱

۴ھ ایضاً، ص ۲۱، ۲۵

Marfat.com

اور یہ گزر چکا کہ حکیم اجمل خاں نے مسلم لیگ کے اجلاس میں ترک گاؤکشی کیلئے ہدایت فرمائی ——— مولوی عبدالباری فرنگی محلی بھی اس کی حمایت میں تھے چنانچہ السواد الاعظم میں اس مسئلے پر مولانا محمد میاں قادری برکاتی کی کھلی چٹھی مولوی عبدالباری فرنگی محلی کے نام شائع ہوئی ہے [۱]

لیکن طبقہ علماء اور عوام میں اس تحریک کی سختی کے ساتھ مزاحمت کی گئی ——— فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب کا ترک گاؤکشی کی مخالفت میں ایک فاضلانہ فتویٰ السواد الاعظم میں شامل ہے [۲]

اس سلسلے میں بہت سے جلسے بھی ہوئے۔ چنانچہ ۱۵ نومبر ۱۹۲۰ء کو قصبہ بیسلپور مدرسہ اسلامیہ جامعہ ثانی میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس کی صدارت منشی احمد اللہ خاں صاحب رضوی نے فرمائی۔ اس جلسے میں حسب ذیل قرارداد منظور ہوئی۔

۱۔ یہ جلسہ مسٹر گاندھی، مسٹر شوکت علی، محمد علی اور مولوی عبدالباری وغیرہم کی پالیسی و طرز عمل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

۲۔ یہ جلسہ گائے کی قربانی چھوڑنے کے واسطے تیار نہیں ہے اور ان لوگوں سے متنفر ہے جو اس شعار اسلام کو مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

۳۔ یہ جلسہ جناب اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد مائتہ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ جناب مولانا مولوی حاجی قاری مفتی شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب متع اللہ مسلمین بطول بقائہ کے فتووں کو جو رسالہ "خلت" میں شائع ہوئے ہیں، وقعت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان کی پابندی ہر مسلمان پر ضروری سمجھتا ہے۔ [۳] (مقصود علی، سکرٹری، محمڈن کمیٹی، بیسلپور)

---

[۱] السواد الاعظم، جمادی الاول ۱۳۳۹ھ ص ۹ تا ۱۴

[۲] السواد الاعظم، جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ/ ص ۱۳ تا ۱۷

[۳] السواد الاعظم، ربیع الاول ۱۳۳۹ھ ص ۲۴

Marfat.com

حضرت صدر الافاضل اور فاضل بریلوی کی کوششوں سے[1] وہی مولوی عبدالباری جنہوں نے گاندھی کی متابعت پر فخر کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ ؎

عمرے کہ بآیات و احادیث گزشت
رفتی و نثار بت پرستی کردی[2]

آج ان کو اللہ تعالےٰ نے توبہ کی توفیق عنایت فرمائی چنانچہ ۲۰ مئی ۱۹۱۹ء، ۱۳۳۹ھ کو اخبار ہمدم (لکھنؤ) میں مولانا کی توبہ شائع کردی گئی جس سے باغیرت مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور انہوں نے ہر طرف سے فاضل بریلوی کو مبارکباد کے تار بھیجے اور جلسے بھی کیے چنانچہ مراد آباد میں مسجد میر عباس علی اور مسجد چوکی حسن خاں میں اسی قسم کے جلسے ہوئے ـــــ

مولانا عبدالباری کا توبہ نامہ السواد الاعظم کے ص ۱۹ سے ص ۲۰ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کے یہ الفاظ قابل توجہ ہیں :-

"اے اللہ! میں نے جو امور قولاً و فعلاً، تقریراً و تحریراً بھی کئے ہیں جن کو میں گناہ نہیں سمجھتا ہوں، مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ان کو کفر یا ضلال یا معصیت ٹھہرایا ہے، ان سب سے اور ان کی مانند امور سے ـــــ محض مولوی صاحب موصوف پر اعتماد کر کے توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ! اے اللہ! توبہ قبول کرنے والے! میری توبہ قبول کر اور مجھے توفیق دے کہ تیری معصیت کا ارتکاب نہ کروں۔[3]

---

[1] مولوی عبدالباری کی غلط روش پر فاضل بریلوی نے سخت تنبیہ فرمائی۔ یہ پوری تفصیل السواد الاعظم، رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ ص ۲ سے ص ۲۰ تک پھیلی ہوئی ہے۔

[2] السواد الاعظم، شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ، ص ۱۴

[3] السواد الاعظم ۱۳۳۹ھ نوٹ :- مولوی عبدالباری فرنگی محلی کی توبہ اور شکست توبہ کی داستان ملاحظہ کرنی ہو تو مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلوی کی مرتبہ کتاب الطاری الداری

Marfat.com

وسط رجب ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء میں بریلی میں جمعیۃ العلماء ہند کا ایک عظیم جلسہ ہوا اس موقع پر مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا امجد علی (خلیفہ فاضل بریلوی) کے درمیان سیاسی امور پر گفتگو کرنے اور اختلافات کو ختم کرنے کے لئے مراسلت ہوئی مگر بے نتیجہ رہی۔

اس کے بعد علماء اہلسنت نے یہ طے کیا کہ خود جلسہ میں پہنچیں چنانچہ دس بارہ علماء جلسہ گاہ میں پہنچے۔ صدر جلسہ مولانا ابوالکلام آزاد تھے۔ چنانچہ اظہار خیال کے لئے ان سے وقت مانگا گیا، مولانا نے ۲۵ منٹ دیئے، فاضل بریلوی کے خلیفہ پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف (صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے ترک گاؤکشی اور ترک موالات کے خلاف مدلل تقریر فرمائی اور اس مسئلے پر علماء اہلسنت کے موقف کو واضح کیا۔ ان کی تقریر سے مجمع کا رنگ بدل گیا۔ پروفیسر موصوف نے مسٹر گاندھی کو پیشوا بنانے، اراکین خلافت کمیٹی کی سخت و فاحش شرعی غلطیوں کی بھی نشاندہی فرمائی اور یہ کہا کہ علماء اہلسنت کو ترکوں کی مدد اور مقامات مقدسہ کی حفاظت سے انکار و اختلاف نہیں، اختلاف ہے تو ان حرکات سے جو دین اسلام کے منافی ہیں ——

سید سلیمان اشرف کی تقریر کے بعد مولانا آزاد نے تقریر فرمائی اور جلسہ کا رنگ دیکھتے ہوئے سید صاحب سے اپنے ذاتی مراسم کا ذکر کیا اور ان کی تقریر پر اظہار مسرت فرمایا۔ نیز فرمایا :-

---

بقیہ حاشیہ صد ۲۳۰ لمعفوات عبدالباری (مطبوعہ بریلی ۱۳۳۹ھ) پڑھیں اس کا تعارف کراتے ہوئے فاضل بریلوی نے کہا ہے :

زہ علم و فن جناب عبدالباری ۔۔۔ خوش سکہ زن جناب عبدالباری
یک کودک من طاری داری نوشت ۔۔۔ دندان شکن جناب عبدالباری

(الطاری الداری، صد ۸۱)

اس کتاب کے حصہ سوم میں فاضل بریلوی کے دو سو سے زیادہ فارسی و عربی ناصحانہ و ناقدانہ اشعار ہیں جو اب تک فاضل بریلوی کے کسی شعری مجموعے میں شائع نہ ہو سکے۔ اس کے

باقی صد ۲۳۱ پر

Marfat.com

موالات جیسی نصاریٰ کے ساتھ حرام ہے، ہندو کے ساتھ بھی حرام ہے ـــــ ہندوستان کے ۲۲ کروڑ ہندو، گاندھی ہو جائیں اور مسلمان ان کا اتباع کریں تو میں کہوں گا کہ وہ سب بت ہیں اور یہ بت پرست ـــــ کس ذمہ دار شخص نے ہندوؤں کے ساتھ موالات جائز کہی ہے؟ [۱]

پروفیسر سلیمان اشرف کی تقریر کے بعد فاضل بریلوی کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں نے خطاب فرمایا اور حرمین شریفین، مقامات مقدسہ اور ممالک اسلامیہ کی حفاظت و خدمت کو بقدر طاقت و وسعت فرض عین قرار دیا اور فرمایا کہ ہمیں ترک موالات سے اختلاف نہیں کرنا۔ اختلاف ان امور سے ہے جو اختیار کئے گئے۔

بقیہ حاشیہ ص۲۳۱ علاوہ فاضل بریلوی کے مولانا عبدالباری کے نام ۱۲ مکاتیب ہیں اور مولانا عبدالباری کے فاضل بریلوی کے نام ۱۶ مکاتیب ہیں اور بعض دوسری نہایت اہم تفصیلات ہیں۔ مسعود

[۱] السواد الاعظم، شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ، ص۱۵ نوٹ: مولانا آزاد نے ۱۹۲۱ء میں یہ بات فرمائی اور اسی سال جمعیۃ العلماء ہند کے جلسے منعقدہ بریڈلا ہال لاہور میں فرمایا۔

"مسلمان ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ وجود کہ جس وجود کو اگر رائی برابر اللہ اور اس کی شریعت اور اس کا ایمان محبوب ہے وہ ایک منٹ کے لئے انگریزی گورنمنٹ کی غلامی کو، اس کی اطاعت کو، اس کی وفاداری کو، اس کے وجود کو، اس کی بقا کو، قبول نہیں کر سکتا۔

(خطبہ صدارت تقریری، مرتبہ مشتاق احمد، مطبوعہ دہلی ۱۹۲۱ء، ص۲۷)

یعنی اس کے برخلاف "مسلمان وہ ہے جو ہندو کی غلامی، اس کی اطاعت اس کی وفاداری، اس کے وجود کو، اس کی بقا کو قبول کر سکتا ہے ـــ یہ محض قیاس نہیں بلکہ مولانا آزاد نے ہمارے قیاس کو اپنے عمل سے سچ کر دکھایا۔ مسعود

Marfat.com

اس کے ساتھ ساتھ جماعت رضائے مصطفےٰ[1] کی طرف سے ستر سوال بعنوان اتمام حجت کا بھی ذکر فرمایا اور مولانا آزاد سے اس کا جواب طلب کیا اور فرمایا کہ جب تک آپ ان حرکات سے باز نہیں آتے ہم آپ کے ساتھ شریک نہیں۔ اس کے بعد مولانا آزاد سے مخاطب ہو کر فرمایا :-

مولانا حامد رضا خاں :- حضرت آپ کو بھی تو اپنی حرکات سے توبہ کرنی ہے ؟

مولانا ابوالکلام آزاد :- میری کیا حرکات ہیں ؟

---

[1] جماعت رضائے مصطفےٰ قریباً ۱۹۱۷ء میں بریلی میں قائم ہوئی، اس کے اہم مقاصد یہ تھے :-

۱۔ طالبان حق کو راہ حق دکھانا۔

۲۔ مسلمانوں کو بد مذہبوں سے محفوظ رکھنا۔

۳۔ رہزنان راہ حق سے بچنے کے لئے مسلمانوں کو بیدار کرنا۔

۴۔ تمام دشمنان اسلام وایمان سے ترک موالات کے لئے تیار کرنا۔

۵۔ اتحاد مومنین اور ترقی اسلام کے لئے کوشش کرنا۔

(بحوالہ تحقیقات قادریہ، بریلی ۱۹۱۹ء، ص ۵۰)

جماعت رضائے مصطفےٰ نے بہت سی علمی اور سیاسی خدمات بھی انجام دیں۔ سیاسی خدمات کا پیچھے بھی ذکر کیا گیا ہے، علمی خدمات کے سلسلے میں اس کی بہت سی مطبوعات کا جائزہ لیا جا سکتا ہے جن میں سے چند یہ ہیں :-

۱۔ احمد رضا خاں : المحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء، بریلی۔

۲۔ محمد عبد العظیم : مصحح دماغ مجنون (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) بریلی

۳۔ محمد مصطفےٰ رضا خاں : الطاری الداری لهفوات عبد الباری ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء بریلی

۴۔ احمد رضا خاں : احکام شریعت (۱۹۲۰ء) بریلی

۵۔ احمد رضا خاں : الرمد المدد صنف علی سوال مولانا السید آصف ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء بریلی

وغیرہ وغیرہ۔ مسعود

Marfat.com

مولانا حامد رضا خاں : ۔ آپ نے خطبہ جمعہ میں گاندھی کی تعریف پڑھی۔

مولانا ابوالکلام آزاد : ۔ میری طرف یہ نسبت کذب ہے۔ [1]

مولانا آزاد نے جلسہ گاہ میں تمام غیر شرعی امور سے توبہ کرنے اور ان سے اپنی بیزاری شائع کرنے کا وعدہ فرمایا (بقول فاضل مدیر السواد الاعظم)

تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے پر آشوب دور نے علماء و صوفیہ کی عقل و شعور کو متاثر کیا تھا، ان کے فیصلے بھی حالات سے متاثر نظر آتے ہیں۔ مولوی عبدالباری اور مولانا آزاد کا حال اوپر گزر چکا، خواجہ حسن نظامی مرحوم نے بھی اس زمانے میں مجالس میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ ۱۲ ربیع الاول کو ہندوؤں کی دلجوئی کے لئے گائے کی قربانی بند کر دیں [4] ـــــ ایک جگہ انہوں نے جھٹکے کے گوشت کو ذاتی طور پر جائز تحریر فرمایا ہے [5] ـــــ اور ایک دوسری جگہ استنجے کے لئے ڈھیلے کے استعمال کو عرب کی وقتی ضرورت قرار دیا ہے [6] ـــــ اس طرز عمل پر گرفت کرتے ہوئے تاج العلماء نے مسلمانوں کو غیر شرعی اور غیر اسلامی روش اختیار کرنے سے روکا ہے اور سخت تنبیہ کی ہے۔" [7]

---

[1] السواد الاعظم۔ شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ، ص ۱۵، ۱۶ لوٹ :۔ یہ خبر اخبار فتح (دہلی) ج ۲ ص ۲۴ میں شائع ہوئی تھی۔ جس کے عینی شاہد مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی تھے اور جس کو فاضل بریلوی نے اپنے رسالے المحجۃ المؤتمنۃ (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء) میں نقل فرمایا ہے، ص ۸۵۔ مسعود

[2] السواد الاعظم۔ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء، ص ۱۹، ۲۰

[3] خواجہ حسن نظامی مرحوم اردو کے مشہور ادیب ہیں اور ان کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ شاہ و گدا، کافر و مشرک، اور مسلمان سب ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہیں ۱۹۵۴ء میں دہلی میں انتقال فرمایا۔ مزار درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء میں واقع ہے۔ مسعود

[4] اخبار حق (لکھنؤ) ۱۹ اگست ۱۹۲۹ء/۱۳۴۸ھ۔ السواد الاعظم، ربیع الاول ۱۳۴۸ھ/۱۹۲۹ء، ص ۴

[5] اخبار جمہور (کلکتہ) بحوالہ السواد الاعظم رمضان المبارک ۱۳۴۸ھ ص ۶

[6] اخبار منادی (دہلی) یکم فروری ۱۹۲۹ء بحوالہ السواد الاعظم شعبان ۱۳۴۷ھ ص ۱۰

اسی طرح ناظم جمعیۃ العلماء ہند مولوی احمد سعید[1] نے اپنے ایک مضمون میں کرشن کو خراج عقیدت پیش کیا[2] ـــــ تاج العلماء نے اس کا تعاقب کیا ہے۔[3] ـــــ

جمعیۃ العلماء ہند کے صدر مفتی محمد کفایت اللہ[4] نے شردھانند کے قاتل غازی عبدالرشید کیلئے فتویٰ دیا کہ وہ جنت سے محروم ہے ـــــ انہوں نے فرمایا

"کافر معاہد کا قاتل جنت کی بو بھی نہ سونگھے گا۔"[5]

ایک طرف حضرت مفتی صاحب نے یہ فتویٰ عنایت فرمایا اور دوسری طرف جب مسلمانوں نے شردھانند کے قصاص میں غازی عبدالرشید کی شہادت پر ماتم کیا اور فاتحہ خوانی کی مجلسیں منعقد کیں تو ہندوؤں میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی اور انہوں نے اس کا برملا اظہار کیا[6] ـــــ غالباً ہندوؤں کی خواہش یہ تھی کہ جس طرح انہوں نے

بقیہ حاشیہ صہ ۲۳۴ ؎ السواد الاعظم، رمضان المبارک ۱۳۴۸ھ/۱۹۲۹ء صہ ۸

[1] مولوی احمد سعید مرحوم مسلک دیوبند کے عالم ہیں مگر سیاسی حیثیت سے زیادہ ممتاز رہے ـــــ مرنے سے پہلے راقم کے ایک دوست سے فرمایا "دل تو یہ چاہتا ہے کہ میری نماز جنازہ امام صاحب (مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ) پڑھائیں۔ مگر ان کے ساتھ بدعت کا دم چھلا لگا ہوا ہے، خیر مولوی یوسف ابن مولوی محمد الیاس مرحوم سے پڑھوا دینا۔ لیکن اگر وہ نہ ملیں تو پھر امام صاحب سے ہی پڑھوا دینا ـــــ ایک اور عزیز سے فرمایا "میاں کچھ بھی کہو سچی بات تو یہ ہے کہ مرتے وقت ہر دیوبندی کو بدعتی ہونا ہی پڑتا ہے"۔ (مسعود)

[2] روزنامہ تیج دہلی کرشن نمبر ۱۹۳۰ء

[3] السواد الاعظم ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ صہ ۲۵

[4] مفتی محمد کفایت اللہ مرحوم مسلک دیوبند کے ممتاز عالم تھے۔ ابتداء میں سیاست میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا لیکن بعد میں سیاست سے کنارہ کش ہو گئے اور بقیہ عمر درس وتدریس اور فتویٰ نویسی میں وقار و سنجیدگی سے گزار دی ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء میں دہلی میں انتقال فرمایا۔ اور درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی چوکھٹ پر مدفون ہوئے۔ مسعود

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

شردھانند کے شہید نمبر نکالے، اسی طرح مسلمان بھی نکالیں۔

اسی طرح راجپال نے جب اپنی کتاب "رنگیلا رسول" شائع کی اور مسلمانوں کے احتجاج پر اس کے خلاف مقدمہ چلا اور عدالت عالیہ پنجاب نے اس کو بری کر دیا تو تاج العلماء نے اس کے خلاف سخت احتجاج کیا[۱] پھر جب پنجاب کے ایک نوجوان غازی علم الدین نے اس کو قتل کیا تو ابھی مقدمہ زیر سماعت تھا لیکن قوم پرست پریس نے علم الدین کو مرتکب جرم قرار دیا اور اس فعل کو بزدلانہ قرار دیا[۲]

قوم پرستی اور مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں پر نوازش و عنایت کا یہ نتیجہ نکلا کہ ان کے حوصلے بڑھ گئے اور پھر وہ وقت بھی آیا جب دل کی بات زبان پر آئی، بڑے سلیقے سے تنظیمیں بنائیں اور مسلمانوں کو شہید کیا۔ مثلاً سیوا سمیتی کے نام سے ایک ہندو تنظیم وجود میں آئی۔ اس کے رضاکار ریلوے اسٹیشنوں پر مسافروں کو پانی پلاتے اور ان کو آرام و آسائش پہنچانے میں مدد دیتے۔ اسی تنظیم نے جبن پور میں مسلمانوں کے خلاف زبردست فساد کیا۔[۳]

۱۹۲۸ء میں بیہڑ (ضلع مراد آباد) میں ہندو مسلم فسادات ہوئے۔ السواد الاعظم نے ہندوؤں کے مظالم کے چشم دید واقعات لکھے ہیں۔ اس سلسلے میں ۲۵ نومبر ۱۹۲۸ء کو انجمن اہل سنت و جماعت (مراد آباد) نے ایک کمیٹی تشکیل دی اور ۶ دسمبر ۱۹۲۸ء کو تاج العلماء تحقیقات کے لئے جائے واردات پر پہنچے جس سے معلوم ہوا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۵ [۵] (و) السواد الاعظم، رجب المرجب ۱۳۴۵ھ، صفحہ ۱۷

ب۔ اخبار ہمدم۔ لکھنؤ، ۸ جنوری ۱۹۲۷ء

[۶] السواد الاعظم، جمادی الآخرہ ۱۳۴۶ھ صفحہ ۱۰، ۱۱

[۱] (و) السواد الاعظم، صفر المظفر ۱۳۴۷ھ، صفحہ ۸ ب۔ السواد الاعظم ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ صفحہ ۸، ۹

[۲] السواد الاعظم، ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ، صفحہ ۱ [۳] مضمون سید احمد بلگرامی مطبوعہ اخبار ہمدم لکھنؤ، ۴ جولائی ۱۹۲۱ء بحوالہ السواد الاعظم، شوال المکرم ۱۳۳۹ھ، صفحہ ۶ تا ۸

Marfat.com

۱۴ر نومبر ۱۹۲۸ء کو سنگھٹنی سورماؤں نے یہ فساد کیا، آگ لگائی، مسلمانوں کو زندہ جلایا، عورتوں اور بچوں کو بھی زخمی کیا، کلام مجید جلائے، مسجد کو آگ لگادی ——— وغیرہ وغیرہ [1]

اس زمانے میں جو کچھ ہوا اس کی ایک جھلک السواد الاعظم کے ان تاثرات میں نظر آتی ہے:-

ہر دوار میں مسلمانوں کی دکانیں لٹیں اور بے غم لیڈر اتحاد ہی کے نعرے بلند کرتے رہے۔ بنارس، مرزا پور، اوناؤ، کانپور، آگرہ وغیرہ مقامات میں ہندوؤں نے کیا طوفان برپا نہ کئے، کیسے کیسے لرزہ خیز مظالم نہ توڑے ——— اسی زمانے میں کرتار پور کی ستم رانیاں بروئے کار آئیں زندہ مسلمان جلادیے گئے۔ [2]

یہ سب کچھ ہوا مگر ہندو مسلم اتحاد کے داعیوں نے اس طرف توجہ نہ فرمائی۔ مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے پوری تیاریاں کی جارہی تھیں مگر قوم پرست مسلمان اس سے چشم پوشی کیے ہوئے تھے ——— جو کچھ ہو رہا تھا اس کی کہانی تاج العلماءؒ کی زبانی سنیئے:

ان کا طیش اور فتنہ انگیزی و جذبہ مسلم آزاری پہلے سے بدرجہا زیادہ ہو گیا ہے۔ ان کے لیڈر عام مجمعوں میں اپنی قوم میں اشتعال انگیزی کرتے ہیں اور انہیں مسلمانوں پر جور و ستم کرنے پر آمادہ کرتے اور ابھارتے ہیں، ہندوؤں کی جماعتیں کی جماعتیں فن سپہ گری اور نبرد آزمائی کی مشقیں کر رہی ہیں، تقریباً تمام کی تمام قوم عداوت اسلام کے جذبے

---

[1] السواد الاعظم، رجب المرجب ۱۳۴۷ھ، ص ۷ تا ۱۰
رپورٹ قاضی احسان الحق نعیمی، ناظم محکمہ تبلیغ دار العلوم اہل سنت وجماعت، مراد آباد

[2] السواد الاعظم، شوال و ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ ص ۱۲

Marfat.com

میں سرشار ہے، ادنیٰ درجہ کے شخص سے لے کر اعلیٰ درجہ کے ہندو تک سب کے سب ایک ذہنیت رکھتے ہیں، روزانہ قتل و غارت کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ [1]

۱۹۳۰ء کے جس ماحول کا اوپر نقشہ کھینچا گیا ہے وہ ۱۹۴۰ء اور ۱۹۴۷ء کے درمیان راقم نے بچشم خود دیکھا ــــ علماء اہل سنت و جماعت نے اس دور پرآشوب میں جس سیاسی بصیرت اور دور اندیشی کا ثبوت دیا۔ ان کے معاصرین سیاست دان اور قوم پرست علماء میں اس کا فقدان نظر آتا ہے چنانچہ تحریک خلافت، تحریک ترک موالات میں جو حضرات ہندو مسلم اتحاد کے داعی تھے وہ بعد میں یہ سوچنے پر آمادہ ہوئے جو کچھ انہوں نے کیا اس میں عقل سے زیادہ جذبات کی آمیزش تھی۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تاج العلماء فرماتے ہیں :۔

---

[1] السواد الاعظم، ربیع الاول ۱۳۴۹ھ صہ ۹

نوٹ :۔ فسادات کو ہوا دینے کے لیے ہندوؤں نے نفسیاتی حربے بھی استعمال کئے۔ مثلاً ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء میں دہلی میں ایک فوٹو چھاپ کر بکثرت تقسیم کیا گیا۔ اس میں دو بچوں کی تصویر دکھائی گئی۔ جنہیں لاہور کا مسلمان سرہند، دیوار میں زندہ چنوا رہا ہے ــــ اس مرقع کے نیچے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے :۔

۱۷۶۲ء میں سات اور چھ برس کے بالک دھرم پر بلدان ۔ اورنگ زیب عالمگیر کے راج میں لاہور کے سرہند نے گرو گوبند سنگھ کے دو بالکوں سے کہا کہ تم مسلمان بنو :۔

زور آور سنگھ، فتح سنگھ : مسلمان نہیں بنیں گے، اسلام میں کونسی اچھی بات ہے، ویدک دھرم سے ؟

سرہند :۔ تمہاری بیگمانوں سے شادی، لونڈیاں خدمت میں حکومت کے لئے اورنگ زیب کے پاس ۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

۲۱-۱۹۲۰ء میں جب خلافت کمیٹیاں کانگرس میں ضم ہوگئی تھیں، اس وقت بھی بتایا گیا تھا کہ ہندوؤں کی دوستی پہ اعتماد خلاف قرآن، خلاف عقل، خلاف تجربہ ہے۔ مگر خود رائے لیڈر کب مانتے تھے، علمائے دین کے درپے آزار ہوگئے، ان کی زندگی اور عزت کے لیے خطرے پیدا کر دیے، انہیں طرح طرح کے بہتانوں سے متہم کیا، ان کے ساتھ وہ عناد برتا جو کسی سخت سے سخت کافر کے ساتھ بھی برتنا انہیں اپنی زندگی میں کبھی نصیب نہ ہوا لیکن چند سال کے تجربوں نے انہیں یقین دلا دیا کہ علماء برسرحق تھے۔ ہندوؤں کے ساتھ اتحاد اور ان پر اعتماد خطرناک اور تباہ کن غلطی تھی۔ آج اس اتحاد کے علم بردار مسٹر محمد علی، شوکت علی، سید

بقیہ حاشیہ ص۲۳۵ زور آور سنگھ :۔ بیگماتیں، لونڈیاں، حکومت نہیں چاہتے۔
۱۷۳۲ء میں گرو تیغ بہادر نے سر دیا تھا۔

سرہند :۔ تم کو زندہ دیوار میں چنوا دیا جائے گا

زور آور سنگھ :۔ دھرم پر تیار ہیں۔

(السواد الاعظم، جمادی الاول ۱۳۵۰ھ، ص۱۲)

آپ نے دیکھا مسلمانوں کی تاریخ و کردار کو مسخ کرنے اور ہندوؤں اور سکھوں کو ان کی جانیں لینے کے لیے تیار کرنے کے لئے کیا کیا جتن کیے گئے۔ ایسی تصویر آگ لگانے کے لئے کافی تھی۔ جذباتی دور میں جمہور کا تنقیدی شعور تقریباً ختم ہو جاتا ہے اور دشمن جو چاہتا ہے ان سے کام لے سکتا ہے ۔۔۔۔۔۔۔

غالباً اسی زمانے میں مولانا آزاد نے سرمد شہید کی مختصر سوانح لکھی جس میں اورنگ زیب عالمگیر کے کردار کو مسخ کر کے قاری کو دارا شکوہ کی طرف مائل کیا ہے اور سرمد کا ہمدرد و غمخوار بنایا ہے۔ یہ سوانح "حالات سرمد" کے عنوان سے رحمانی پریس، دہلی میں طبع ہوئی۔

مسعود

Marfat.com

حبیب اور دوسرے لیڈر ہندوؤں کی بے وفائیوں کا رونا رو رہے ہیں اور جو حضرات علماء نے فرمایا تھا ہو بہو ویسا ہی پاکر اتحاد کے زہریلے اثر سے دور بھاگ رہے ہیں، وہی مولوی اور لیڈر جو گاندھی کی اطاعت فرض سمجھتے تھے، آج گاندھی کو مسلمانوں کا بدخواہ مان رہے ہیں۔[1]

۱۹۳۰ء میں تاج العلماء نے علماء حق کی جس ہدایت و نصیحت کی طرف اشارہ فرمایا ہے، اس کے وہ خود بھی داعی تھے، چنانچہ ۱۹۲۰ء میں انہوں نے مسلمانوں کو اس انداز سے انتباہ کیا تھا۔

مسلمانو! ہوشیار! اپنے دین کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرو، صراط مستقیم پر قائم رہو۔ جو علماء بلاد اسلامیہ کے ہم عقائد و ہم خیال ہیں۔ ان کے دامنوں کو تھامو اور اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہو، کسی آندھی کا جھونکا کسی طوفان کی لہر، تم کو جگہ سے نہ ہلا سکے۔ دوستوں کے لباس میں آنے والے دشمن، ہمدردی و محبت کے گیت گا کر دل لبھانے والے خوں خوار، تم پر اپنا جادو نہ چلا سکیں۔ تم کو اپنے دام فریب میں لا کر تباہ نہ کر سکیں۔[2]

اور ۱۹۲۹ء میں پھر متنبہ کیا:

مسلمانو! اسلامی احکام کے سامنے گردن جھکاؤ، شریعت کا احترام اور پاسداری تمہارا فرض ہے، وقت کی نزاکت کو پہچانو! اپنی حالت کو دیکھو اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو تباہ نہ کرو، شریعت کے مجرم نہ بنو، اپنی آبرو، پیسہ، وقت ضائع نہ کرو۔ ہر اخلاق خراب کرنے والی مجلس سے دور بھاگو۔[3]

حقیقت میں شریعت کی محبت حضرات اہل اللہ اور علماء حق کی صحبت میں

---

[1] السواد الاعظم، ربیع الاول ۱۳۴۹ھ، صد ۱۰، ۱۱

[2] السواد الاعظم، ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ صد ۱۰، ۱۱ [3] السواد الاعظم، ربیع الاول ۱۳۴۸ھ ص۶

Marfat.com

بیٹھنے سے پیدا ہوتی ہے۔ بیشک اسلامی قانون کا مطالعہ بھی یہ محبت پیدا کر سکتا ہے لیکن صحبت سے جو بات پیدا ہوگی۔ مطالعہ سے نہیں ہو سکتی، شخصیات میں ان کے فکری اور معاشرتی پس منظر میں ہم اس فرق کو نمایاں طریقے سے دیکھ سکتے ہیں، اس نفسیاتی اور عمرانی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے حضرت صدر الافاضل فرماتے ہیں :-

مگر یہ تنگی ایک مرض ہے، دل کی بیماری ہے، اس کا علاج ہوتا ہے، انبیاء، اولیاء، مشائخ، علماء صلوات اللہ تعالٰی علیٰ سید انبیائہٖ وعلیہم اس کے طبیب و معالج ہیں،[1] وہ تنگ دل کو وسعت عطا فرماتے ہیں[2] وہ تاریک دل کو منور کرتے ہیں، اسی کو ہدایت ارشاد کہتے ہیں[3] مبارک وہ دل ہے جو حبیب کی جلوہ گاہ ہو، حسن عالم افروز اس میں جلوہ کرے، عرش الٰہی کہلانے کا مستحق ہو[4] وہ جمیل بے نیاز اس میں بسے، جس کی سمائی آسمان و زمین میں نہ ہو سکے۔ وہ ہو اور بے شمار صدق و نیاز کے ولولے اس پر فدا ہوں۔ عابدانہ اخلاص کی کروڑ ہا ادائیں اس کے حضور فرائض عبدیت پیش کریں[5] تمام جہاں سے وسیع دل قدوس قدیر کی پاکی سے بھرا ہوا اور اس کی عظمت و جلال اس میں نمودار ہوں، تمرد و بغاوت،

---

[1] علامہ اقبال نے اس شعر میں اسی روحانی علاج کی طرف اشارہ فرمایا ہے ؎

خاک کے ڈھیر کو اکسیر بنا دیتی ہے ! یہ اثر رکھتی ہے خاکستر پروانہ دل

[2] علامہ نے اس شعر میں اسی وسعت کا ذکر کیا ہے جو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کے مزار مبارک پر انہوں نے خود محسوس کی ؎

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

[3] علامہ نے اس مصرع میں اسی فیض تربیت کا ذکر کیا ہے۔ ع

سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی ؟

[4] حدیث میں آتا ہے :- قلب المومن عرش اللہ

[5] علامہ نے لذت عبدیت کا اس مصرع میں ذکر کیا ہے ع

مقام بندگی دے کر نہ لوں شان خداوندی ، مسعود

Marfat.com

کا اس پاک عالم[1] میں نام و نشان نہ ہو، صدق و وفا کی کائنات، آئین عبدیت کے ساتھ مشغول سجود و رکوع و خشوع و خضوع ہو، حی قیوم کے عشق و محبت میں یہ دل وہ حیات پائے جو دست بُردِ فنا سے امین[2] ہو

آمین ![3]

---

[1] صدر الافاضل نے جس "پاک عالم" اور جس "آئین عبدیت" کا ۱۹۳۰ء میں ذکر فرمایا وہ "عالم پاک" ۱۹۴۷ء میں وجود میں آیا جس کے لیے یہی "آئین عبدیت" تجویز کیا گیا۔ — چوہدری رحمت علی نے ۱۹۳۳ء میں اسی پاک عالم کا نام پاکستان تجویز کیا (مسعود)

[2] علامہ اقبال نے اس زندہ حقیقت کو اس شعر میں بیان فرمایا ہے ؎

دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ

جذبات کی بیداری اور ہے، دل کی بیداری اور ہے — جذبات جاگ کر بہت جلد سو جاتے ہیں مگر دل جاگ کر پھر نہیں سوتا، خدا دل کو یہ زندگی عطا فرمائے۔ آمین۔ (مسعود)

[3] السواد الاعظم، رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ، صد ۱-۵

(د)

الجمعية العالية المركزية

Marfat.com

Marfat.com

مارچ ۱۹۲۵ء میں مراد آباد (بھارت) میں علمائے اہل سنت کی چار روزہ کانفرنس[۱] ہوئی جس میں اہل سنت وجماعت کی تنظیم "الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ" (آل انڈیا سنی کانفرنس) کی داغ بیل ڈالی گئی۔ اس کے ناظم اعلیٰ صدر الافاضل، ہوئے اور صدر حضرت محدث علی پوری پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

اس تنظیم کے حسب ذیل مقاصد تھے۔

۱۔ ہندوستان کے سنی مسلمانوں کی کثیر تعداد کے انتشار کو دور کر کے ان کی تنظیم کرنا اور انفرادی طور پر مذہبی کام کرنے والوں میں ایک ربط پیدا کر کے متحدہ قوت بنانا۔

۲۔ ہندوستان کے ہر شہر اور قصبات ودیہات میں اسلامی انجمنیں قائم کرنا اور موجودہ انجمنوں کو جمعیت عالیہ کے ساتھ مربوط کرنا۔

۳۔ تبلیغی کام کو ایک نظم محکم کے ساتھ، وسیع کرنا اور اس کے لئے مفید ذرائع اختیار کرنا۔

۴۔ تبلیغ کی تعلیم دینے کے لئے خاص مدارس کھولنا۔

---

[۱] یہ کانفرنس ۲۰ شعبان تا ۲۳ شعبان ۱۳۴۳ھ (۱۶ مارچ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء) کو جامعہ نعیمیہ کے میدان میں منعقد ہوئی۔ صدر مجلس استقبالیہ مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ تھے جن کی طرف سے خطبہ صدارت پڑھا گیا جس میں ان تمام امور کی نشاندہی کر دی گئی تھی جو ۱۹۴۷ء تک منظر عام پر آئے (خطبہ صدارت جمہوریت اسلامیہ مطبوعہ مراد آباد ۱۹۴۶ء)

Marfat.com

۵۔ مذہبی تعلیم عام کر کے مسلمانوں کے ہر طبقے کو مذہب سے باخبر اور شائستہ بنانا۔

(الف) انگریزی خواں طلبہ کے لئے مذہبی تعلیم کا خاص اہتمام اور آسان ذرائع بہم پہنچانا۔

(ب) مزدوروں اور پیشہ وروں کی تعلیم کے لئے مدارس شبینہ جاری کرنا۔

۶۔ مسلمانوں کو تجارت کی طرف مائل کرنا اور ان کی معاشرت میں اصلاح کرنا۔

۷۔ مسلمانوں سے قرض کی عادت چھوڑوانا اور ایسی تدابیر اختیار کرنا کہ مسلمان اپنی ضرورتیں خود پوری کریں اور غیر اقوام کے سامنے قرض کے لئے ہاتھ پھیلانے کی ذلت سے محفوظ رہیں۔

۸۔ مقروض مسلمانوں کے لئے وہ تدابیر اختیار کرنا کہ وہ ایک محدود مدت میں قرض سے سبکدوش ہو جائیں۔

۹۔ بے کار مسلمانوں کے لئے ذریعہ معاش تجویز کرنا اور انہیں کام پر لگانا۔[1]

آل انڈیا سنی کانفرنس کی تشکیل کے بعد ہندوستان کے طول و عرض میں اس کے اجلاس ہوتے اور بہت سی مفید قرار دادیں پاس کی گئیں ــــــ ۱۶ مئی تا ۱۸ مئی ۱۹۲۷ء کو پوکھریرا (ضلع مظفر پور، صوبہ بہار) میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا سہ روزہ اجلاس ہوا جس کے مستقل صدر مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ تھے اور صدر جلسہ مولانا سید محمد شاہ محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ اس میں مذہبی، اقتصادی اور سیاسی اہمیت کی بہت سی قرار دادیں پاس ہوئیں۔[2]

۳ اگست ۱۹۲۸ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس کا اجلاس مراد آباد میں ہوا جس میں جموں و کشمیر میں محدث علی پوری، پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کے داخلے پر پابندی گجراتی اخبار ہندوستان کی دریدہ دہنی اور اس کے جواب میں سلیمان ابراہیم

---

[1] السواد الاعظم، ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ ص ۵

[2] السواد الاعظم، ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ ص ۱۲، ۱۳

Marfat.com

مدیر رسالہ آفتاب اسلام (احمد آباد) کی کتاب کے بارے میں قرار دادیں پاس ہوئیں [۱]
۱۸ ستمبر ۱۹۲۸ء کو مراد آباد ہی میں ایک اور اجلاس ہوا جس میں نہرو کمیٹی کی رپورٹ کے خلاف قرار داد پاس ہوئی اور لازمی تعلیم کے ساتھ جزوی طور پر مذہبی تعلیم کو لازمی قرار دینے کے حق میں بھی قرار داد پاس ہوئی۔ [۲]

۱- انجمن اہل سنت وجماعت کی بنیاد قصبہ نبی پور (ضلع بھڑونچ، گجرات) میں ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ کو زیر صدارت پیرزادہ بڑا صاحب میاں سجادہ نشین علامہ شاہ وجیہہ الدین علوی رحمۃ اللہ علیہ قصبہ نبی پور میں رکھی گئی — بروقت ضرورت جمعیۃ العالیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس) مراد آباد کے مشورے کام میں لئے جائیں۔ [۳]

۲- راج کوٹ (کاٹھیاواڑ) میں مولوی ابو الکمال مراد آبادی کی کوشش سے ۱۱ محرم ۱۳۴۹ھ کے اجلاس میں آل انڈیا سنی کانفرنس کی شاخ قائم کرنے کی قرار داد منظور کی گئی۔ [۴]

آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس ملک کے طول وعرض میں کئے گئے اور اس کا مقصد وحید وہ تھا جس کا اظہار تاج العلماء نے اس طرح کیا ہے:

"ہندوستان کے لئے مراعات طلب کرنے میں اگر ہندوؤں نے مسلمانوں کی پروا نہیں کی تو مسلمان اپنی آواز خود علیحدہ کیوں نہ اٹھائیں، اپنے لئے ضروری اور مناسب مراعات کیوں نہ طلب کریں، اپنے حقوق کے مطالبہ سے کیوں زبان روکیں"۔ [۵]

---

[۱] السواد الاعظم، صفر المظفر ۱۳۴۷ھ ص۱۸ [۲] السواد الاعظم، ربیع الاول ۱۳۴۷ھ ص۴
[۳] السواد الاعظم، جمادی الاول ۱۳۴۷ھ، ص۱۸
[۴] السواد الاعظم، محرم الحرام ۱۳۴۹ھ، ص۱۳
[۵] السواد الاعظم، ربیع الاول ۱۳۴۹ھ ص ۱۲

Marfat.com

اس مقصدِ عظمیٰ کا اظہار ۱۹۳۰ء/۱۳۴۹ھ میں کیا گیا، یہی وہ زمانہ ہے جب علامہ اقبال اس طرف متوجہ ہوئے۔ اور قائد اعظم نے عملی طور پر ۱۹۳۳ء میں مسلم لیگ میں دوبارہ شامل ہونے کے بعد مسلمانوں کی ملی وحدت کے لئے کام کیا۔

۲۰ مئی سے ۲۲ مئی ۱۹۳۰ء کو بہار (ضلع مالدہ بنگال) میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا سہ روزہ اجلاس ہوا۔ ۲۰ مئی کو تاج العلماء اور صدر الافاضل کے شیخ طریقت حضرت شاہ ابو احمد محمد علی حسین اشرفی جیلانی (سجادہ نشین کچھوچھہ شریف) بحیثیت صدر کانفرنس تشریف لائے ——— ۲۱ مئی کو حضرت صدر الافاضل تشریف لائے ——— روزانہ دو اجلاس ہوتے تھے، صبح سے ۱۱ بجے تک اور پھر عصر سے رات گئے تک، (ماسوائے وقفہ نماز) ——— آخری اجلاس میں صدر الافاضل نے چار گھنٹے تقریر فرمائی۔[1]

اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس کیا گیا۔ اس کی زبان ذرا سخت معلوم ہوتی ہے لیکن چونکہ ایک تاریخی دستاویز ہے اور اس سے علماء حق کی خدمات کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس لئے ہم بغیر کسی تبصرے کے یہ ریزولیوشن پیش کرتے ہیں:

۱۔ یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ موجودہ حالات میں مسلمانوں کو کانگرس کی تحریکات سے علیحدہ رہنا ضروری ہے، مذہب کا یہی حکم ہے اور اقتصادی مصالح کا بھی یہی اقتضاء ہے۔

۲۔ یہ جلسہ جمعیۃ العلماء کی گمراہ کن پالیسی پر اظہار نفرت کرتا ہے، جو اس نے ہندوؤں کے اشارے سے مسلمانوں کو کانگرسی تحریکات کی تائید پر ابھارنے میں اختیار کر رکھی ہے، اور ظاہر کر دینا چاہتا ہے کہ جمعیۃ العلماء صرف چند خود غرض شخصیتوں کا نام ہے جو کٹھ پتلی کی طرح بالکل ہندوؤں کے ہاتھ میں ہیں ——— یہ جماعت مسلمانوں کی نمائندہ نہیں۔ نہ مسلمان اس کو اعتماد کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

---

[1] السواد الاعظم، محرم الحرام ۱۳۴۹ھ ص ۳۔

Marfat.com

۳- یہ جلسہ فلسطین کانفرنس بمبئی کی منظور شدہ تجاویز کی تائید کرتا ہے۔[1]
یہ قرار داد ناظم محکمہ تبلیغ آل انڈیا سنی کانفرنس قاضی محمد احسان الحق نعیمی نے پیش کی۔

بنگال کی اس سہ روزہ کانفرنس کے بعد صدر الافاضل دوسرے مقامات سے ہوتے ہوئے ۳ جون ۱۹۳۰ء کو، بھاگلپور تشریف لائے اور یہاں کانگریسی تحریکات کے ساتھ اشتراک عمل کے مضر پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور جامع و مدلل تقریر فرمائی ـــــ آپ نے فرمایا:-

"جمعیۃ العلماء نے کانگریسی تحریکات کی شرکت منظور کر کے مسلمانوں میں ایک نئے تفرقہ و اختلاف کی بنیاد ڈالی ہے اور اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ مسلمان آپس میں کٹ مریں گے اور ان کی قوتیں باہمی مخالفت پر ضائع ہو جائیں گی۔"

حضرت صدر الافاضل نے جس اندیشہ کا اظہار فرمایا۔ گردش دوراں نے اسے سچ کر دکھایا، اور آج تک ہم اس فتنے کے اثرات سے کلیتہً محفوظ نہ رہ سکے

۲۰ محرم ۱۳۴۹ھ قصبہ نبی پور (گجرات) کی جامع مسجد میں انجمن اہل سنت و جماعت کا جلسہ ہوا، جس کی صدارت قاضی اسماعیل نے کی۔ اس جلسے میں یہ قرار داد منظور کی گئی:-

۱- یہ جلسہ گاندھی کی موجودہ تحریک آزادی و سول نافرمانی میں موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے ہندوؤں کے ظلم و ستم کا خیال کرتے ہوئے، مسلمانوں کو گاندھی کی آندھی میں شرکت کرنے سے منع کرتا ہے۔

۲- یہ جلسہ جمعیۃ العلماء ہند دہلی جو دیوبندیوں، وہابیوں پر مشتمل ہیں اور

---

[1] السواد الاعظم، محرم الحرام ۱۳۴۹ھ، ص ۳-۴

Marfat.com

آجکل کے گاندھی نما شکلوں کے ہاتھ کھلونا بنی ہوئی ہے اور جنہوں نے ہندوؤں کے ساتھ اس موقع پر اتحاد کیا اور وہ کانگرس اور گاندھی کی تحریک آزادی وسول نافرمانی میں جذب ہو گئے اس کو ہم انتہائی حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ [۱]

۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۰ء میں مولوی عبد الرشید صاحب نے بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس منعقد کئے اور پاک و ہند کے تمام خانقاہوں اور آستانوں کو اپنے اپنے نمائندے بھیجنے کی دعوت دی۔ یہ دعوت السواد الاعظم شعبان المعظم ۱۳۴۹ھ میں شائع ہوئی —— اس پر فاضل مدیر تاج العلماء نے جو درد مندانہ تبصرہ فرمایا ہے وہ قابل مطالعہ ہے۔ آپ نے فرمایا:-

آج دنیا کی ہر قوم اپنی ترقی کے لئے دشوار ترین منزلیں حوصلہ مندی کے ساتھ طے کر رہی ہے، اگر ہم ایک جسم مردہ کی طرح بے حس و حرکت پڑے ہیں، ہم مٹتے جا رہے ہیں اور ہمیں اپنی حفاظت کا خیال تک بھی نہیں آتا، کاش کہ ہم میں آثار حیات عود کریں، ہماری آنکھ کھلے، ہمارے ہوش درست ہوں ہم میں جذبۂ عمل پیدا ہو وہ اسلاف جن کے ناموں پر فخر کیا کرتے ہیں، جن کے کارناموں کو دنیا کے سامنے پیش کر کے اپنے وقار و اقتدار کے سکے جمایا کرتے ہیں، اے کاش ہم ان کی راہ پر دو چار ہی قدم چل سکیں —— مبارک ہے وہ شخص جس کے دل میں درد ملت ہو! [۲]

جس کسمپرسی کے عالم میں آل انڈیا سنی کانفرنس قائم کی گئی اور اس کے اجلاس بلائے گئے اس کا کچھ اندازہ اس پرسوز اپیل سے ہوتا ہے جو تاج العلماء نے ان الفاظ میں پیش کی تھی:-

---

[۱] السواد الاعظم صفر المظفر ۱۳۴۹ھ ص ۱۸ [۲] السواد الاعظم شعبان المعظم ۱۳۴۹ھ ص ۲

Marfat.com

ظاہر ہے کہ دنیا کا سر و سامان ہمارے پاس نہیں، ہمارا طبقہ کا طبقہ غریب ہے، نادار ہے، بے زر ہے، ہم دوسروں کی طرح کثیر اموال خرچ کرنے کے قابل نہیں، ہم میں وسعت نہیں کہ اپنے اکابر اور رہنمایانِ ملت کو جمع کرنے کے لئے ان کے مصارف سفر کا تکفل بھی کر سکیں۔ ہم میں طاقت نہیں کہ ہم ان کی شان کے لائق میزبانی کی خدمتیں انجام دے سکیں۔ اس لئے ہم دردمندانِ ملت سے التجا کرتے ہیں کہ اگر وہ اس اجتماع کو دین و ملت کے لئے نافع خیال فرمائیں تو زحمت سفر برداشت کریں۔ [1]

آل انڈیا سنی کانفرنس کا آغاز ۱۹۲۵ء میں مراد آباد کی سرزمین پر جس سادگی سے ہوا، اس کا انجام ۱۹۴۶ء میں سرزمین بنارس میں نہایت ہی شاندار ہوا گو اس کا ذکر السواد الاعظم سے غیر متعلق ہے لیکن چونکہ آغاز کا ذکر السواد الاعظم میں موجود ہے اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس کے انجام کا بھی ذکر کر دیا جائے۔ اس کانفرنس سے کچھ قبل ۸ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ کو پھپھوند (ضلع اٹاوہ بھارت) میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا اجلاس ہوا، جس میں مفتی سید مصباح الحسن صاحب سجادہ نشین آستانہ صمدیہ، پھپھوند اور صدر جماعت استقبالیہ سنی کانفرنس کا خطبۂ صدارت پڑھ کر سنایا گیا اس میں مفتی صاحب نے صدر الافاضل کی خدمات کو سراہتے ہوئے فرمایا ہے:-

مقام مسرت ہے کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے عالی قدر ناظم حضرت صدر الافاضل مولانا حافظ محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی مدظلہ اور کانفرنس کے دوسرے اکابر و کارکنان نے تین سال سے حالات کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد سنی کانفرنس کی تشکیل کا مبارک آغاز فرمایا اور آج

---

[1] السواد الاعظم، شعبان المعظم ۱۳۴۹ھ ص ۲

Marfat.com

الحمدللہ اس ادارے کی ہر صوبہ کے اندر شاخیں قائم ہو چکی ہیں اور سُنی کانفرنس کی اہمیت و ضرورت کا احساس طبقۂ اہل سنت میں پیدا ہوتا جا رہا ہے۔ [1]

سیاست حاضرہ کے عنوان سے اس خطبے میں ایک جگہ فرماتے ہیں :

"عصر حاضر میں مسلمانانِ ہند کی سیاست نے ۱۹۴۲ء سے جو نئی کروٹ بدلی ہے اور مسئلہ پاکستان یعنی قیام حکومت اسلامیہ کا جو جذبہ عوام و خواص میں پیدا ہو رہا ہے، اسے ہمارے طبقۂ علمائے اہلسنت نے یہی نہیں کہ دور بیٹھ کر صرف مطالعہ ہی کیا بلکہ ہماری جماعت کے محترم علماء مجاہدانہ حیثیت سے از اوّل تا آخر اس جذبہ کے محرک و مؤید بنے ہوتے ہیں اور کانگرس جیسی ہندو جماعت کے مقابلے پر دس سال کے طویل زمانے سے بے پناہ خدمات انجام دے کر کانگرس کی ہر تحریک کو مردہ کر چکے ہیں۔ [2]

مفتی مصباح الحسن صاحب نے علماء اہلسنت کی جن مجاہدانہ کارگزاریوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس کا نقطۂ عروج بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس کے وہ چار روزہ اجلاس تھے جو تحریک پاکستان میں نہایت موثر اور انقلاب انگیز ثابت ہوئے ــــــ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس کے مختصر حالات و کوائف پیش کر دیے جائیں۔

۲۴ جمادی الاولیٰ تا ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ (۲۷ اپریل تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء) بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس منعقد ہوئے۔ چاروں دن اجلاس کی صدارت محدث علی پوری حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب (۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء) نے فرمائی۔

---

[1] مصباح الحسن، خطبہ صدارت، مطبوعہ مراد آباد ۱۹۴۶ء، ص ۴

[2] ایضاً، ص ۶، ۷

Marfat.com

ان اجلاس میں پاک و ہند کے تقریباً دو ہزار علماء کرام اور ۷۰ ہزار دوسرے عام حاضرین شریک تھے خطبہ صدارت حضرت مولانا شاہ سید محمد محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ (م ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء) نے دیا۔ یہ خطبہ تاریخی اور سیاسی حیثیت سے نہایت اہم ہے اور اس قابل ہے کہ کوئی سنجیدہ مؤرخ و سیاست داں گہری نظر سے اس کا مطالعہ کر کے اس کی اصلی قدر و قیمت سے محبان وطن کو آشنا کرے۔ اس میں پاکستان اور مسلمانوں کے معاشی و علمی و سیاسی مسائل کے بارے میں جو انقلاب انگیز اور صاف ستھرے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے وہ توجہ کے قابل ہیں اور ہم اب بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

آل انڈیا سنی کانفرنس میں جو تجاویز منظور ہوئیں ان میں نظریہ پاکستان کی خاص طور پر حمایت کی گئی ہے چنانچہ ۲۹ اپریل ۱۹۴۶ء کو بوقت ۹ بجے تا ایک بجے دوپہر باغ فاطماں میں جو اجلاس ہوا اس میں پاکستان کے بارے میں یہ قرارداد منظور کی گئی ہے۔

> "آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علما و مشائخ اہلسنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن حکیم اور حدیث نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔[1]

اسلامی حکومت کے مستقل دستور و لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے مندرجہ ذیل علماء کی ایک کمیٹی بھی تشکیل دی گئی جس کا اسی قرارداد میں ذکر موجود ہے۔

مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی، صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی، مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلوی، مولانا امجد علی اعظمی، مولانا

---

[1] مختصر رپورٹ خطبہ صدارت جمہوریت اسلامیہ مطبوعہ مرادآباد ۱۹۴۶ء، ص ۲۹

Marfat.com

بمنہ تعالیٰ وکرمہ

وہ حقائق افروز باطل سوز خزینہ ہدایت صحیفہ بلاغت

مختصر رپورٹ

خطبۂ صدارت

جمہوریۂ اسلامیہ

جو

حضرت حامی سُنّت ناصرِ شریعت سحبانِ ہند راس المحدثین رئیس المتکلمین
مولانا الحاج السید الشاہ سیّد محمّد صاحب محدث اشرفی جیلانی کچھوچھوی
صدر جماعت استقبالیہ جمہوریت اسلامیہ دامت برکاتہم نے

آل انڈیا سُنی کانفرنس

کے بینظیر عدیم المثال تاریخی اجلاس منعقدہ ۲۴ تا ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء دو ہزار مشائخ وعلماء اور ساٹھ ہزار سے زائد عام حاضرین کے عظیم الشان مجمع میں پڑھ کر سُنایا اور مجمع لفظ لفظ اور فقرے فقرے پر جھوم جھوم گیا تحسین ومرحبا ونعرہائے تکبیر سے فضائے آسمانی گونج اٹھی اور بہت سے جملوں کے بار بار اعادہ اور تکرار کی استدعائیں کی گئیں، اکابر علماء نے اس خطبہ کو آل انڈیا سُنی کانفرنس کا شاہکار قرار دیا

باہتمام جناب مولانا مولوی محمد ظفر الدین احمد صاحب اہل سنت برقی پریس مراد آباد میں چھپ کر شائع ہوا

سرورق : خطبہ صدارت، جمہوریۂ اسلامیہ، مطبوعہ مراد آباد ۱۹۴۶ء

Marfat.com

لے کے رہینگے مسجدوں میں، خانقاہوں میں، بازاروں میں، ویرانوں میں لفظ پاکستان لہرا رہا ہے
اس لفظ میں پنجاب کا یونینسٹ لیڈر بھی استعمال کرتا ہے۔ اور ملک بھر میں ہر لیگی بھی بولتا ہے۔ اور
ہم سنیوں کا بھی یہی محاورہ ہو گیا۔ اور جو لفظ مختلف ذہنیتوں کے استعمال میں ہو اس کے معنی مشکوک
ہو جاتے ہیں۔ جب تک بولنے والا اس کو واضح طور پر نہ بتا دے۔ یونینسٹ کا پاکستان وہ ہوگا
جس کی مشنری سردار جوگندر سنگھ کے ہاتھ میں ہوگی۔ لیگ کے پاکستان کے متعلق دوسری
قومیں چیختی ہیں کہ اب تک اس نے پاکستان کے معنی نہ بتائے اور جو بتائے وہ اُلٹے پلٹے ایک دوسرے
سے لڑتے بتائے۔ اگر یہ صحیح ہو تو لیگ کا ہائی کمانڈ اس کا ذمہ دار ہے لیکن جن سنیوں نے لیگ کے
اس پیغام کو قبول کیا ہے اور جس یقین پر اس مسئلہ میں لیگ کی تائید کرتے پھرتے ہیں۔ وہ صرف اس قدر ہے
کہ ہندوستان کے ایک حصہ پر اسلام کی، قرآن کی آزاد حکومت ہو جس میں غیر مسلم ذمیوں کے جان
و مال عزت و آبرو کو حسب حکم شرع امن دیا جائے۔ ان کو ان کے معاملات کو اُن کے دین پر چھوڑ دیا جائے۔ وہ
جانیں ان کا دھرم جانے۔ ان کو انّما الٰہکم الٰہ واحد سنا دیا جائے اور بجائے جنگ و جدل کے
صلح و امن کا اعلان کر دیا جائے۔ ہر انسان اپنے پُر امن ہونے پر مطمئن ہو جائے۔ اگر سنیوں کے
اس سمجھی ہوئی تعریف کے سوا لیگ نے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا تو کوئی سُنی قبول نہیں کریگا۔
اِن سنیوں نے نہ دستور اساسی پڑھا ہے نہ تجاویز پڑھی ہیں۔ نہ اخبارات کے ہفواتی ایڈیٹوریل دیکھے
ہیں، نہ غیر ذمہ داروں کے لکچر سُنے۔ وہ صرف اتنا سمجھ کر کہ قرآنی حکومت اسلامی اقتدار لیگ کا مقصد
ہے اس کے ساتھ ہو گئے ہیں، اور ان کو چھوڑ کر لیگ باقی ہی نہیں رہتی۔ اُس کے دستور
اساسی کا کیا سوال ہے۔ اب تو تمام سنیوں نے جو یقین کر لیا ہے وہی دستور اساسی بھی ہے، وہی تجاویز
متفقہ بھی ہیں لیگ اُن کے لیے کوئی نیا دین نہیں ہے جس کو سوچ سمجھ کر ٹھونک بجا کر قبول کیا جائے
بلکہ لیگ انکے جذبات کی محض ترجمان ہے جس کو وہ ہر معترض سے زیادہ خود سمجھ رہے ہیں۔ خیر یہ تو لیگی زبان

پاکستان : اور خطبہ صدارت جمہوریۂ اسلامیہ کا صـ ۲۲

Marfat.com

میں پاکستان کی بحث تھی لیکن آل انڈیا سُنی کانفرنس کا پاکستان ایک ایسی خود مختار آزاد حکومت ہے جس میں شریعتِ اسلامیہ کے مطابق فقہی اصول پر کسی قوم کی نہیں بلکہ اسلام کی حکومت ہو جس کو مختصر طور پر یوں کہیے کہ خلافتِ راشدہ کا نمونہ ہو ہماری آرزو ہے کہ اس وقت ساری زمین پاکستان ہو جائے لیکن اگر عالمِ اسباب میں رفتہ رفتہ درجہ بدرجہ حصہ بحصہ تھوڑا تھوڑا کرکے پاکستان بنایا جائے تو اس کو بنایا جائے کسی حصہ زمین کو پاکستان بنانا اس کے سوا دوسرے حصہ کے ناپاک رہنے پر رضامندی نہیں ہے بلکہ عالمِ اسباب میں حکمت تدریج ہے۔ ہندوستان تک صحابہ کرام نہیں پہنچے تو وہ اس لیے نہ تھا کہ ہندوستان کے کفریات و شرکیات سے راضی تھے۔ بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ الامور مرھونۃ باوقاتھا صلح حدیبیہ کا یہ ترجمہ کسی جانور نے بھی نہیں کیا کہ اس میں مکہ کے کفر و کفار سے رضامندی پائی جاتی ہے۔ بلکہ عالمِ اسلامی کو صاف نظر آنے لگا کہ مکہ جلد پاکستان ہونے والا ہے۔ معاہدے اور صلحنامے واعدوا لھم ما استطعتم کی تعمیل میں ہوتے ہیں اور بعد استطاعت خود ختم ہو جاتے ہیں آل انڈیا سنی کانفرنس کے پاکستان کے خلاف زبان کھولنے اور قلم چلانے سے پہلے خوب سوچ لیا جائے کہ داور حشر کے سامنے کیا منہ لے کر جائیں گے۔ پاکستان میں اس مجرم کو نہ بخشا جائیگا جو کلمہ پڑھ کر اپنے کو سُنی کہہ کر اسلامی اقتدار کے تصور سے چڑھتا ہو۔

ہاں یہ عرض کرنا رہ گیا کہ حال میں وزارتی مشن کے سامنے سُنا جاتا ہے کہ ڈاکٹر خان بھی پاکستان کا نعرہ لگا کر گئے ہیں لیکن یہ پاکستان ایسا ہے جس کو سُن کر پاکستان کا بڑے سے بڑا دشمن بھی ناراض نہیں۔ کیا عجب ہے کہ ۴۰ گز کے پاجامے پہننے والوں کے لیے لنگوٹیہ پاکستان بنانا منظور ہو۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

حضرات سطورِ بالا میں مسلم لیگ کا نام آگیا ہے۔ اور اس طرح آیا ہے کہ وہ سُنی کانفرنس کے بالکل جداگانہ ایک نظام ہے یہی حقیقت بھی ہے۔ مسلم لیگ کا پروگرام عارضی ہے جو صرف پاکستان پر ختم ہو جاتا ہے

پاکستان : ادر خطبہ صدارت جمہوریۂ اسلامیہ کا صد ۲۳

Marfat.com

مفید تصانیف مرتب کرے اور بہم پہنچائے۔

مجلس سوم ۲۹ اپریل ۴۶ء بوقت ۹ بجے صبح تا ایک بجے دوپہر اندرون باغ قاطمان حسب ذیل تجاویز باتفاق آرا منظور ہوئیں

پاکستان

(۱) یہ آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے، اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہلسنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں، اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قایم کریں جو قرآنِ کریم اور حدیثِ نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔

(۲) یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کے لئے مکمل لائحہ عمل مرتب کرنے کیلئے حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے۔

حضرت[۱] مولانا شاہ سید ابوالمحامد سید محمد صاحب محدث اعظم ہند کچھوچھوی۔ حضرت[۲] صدر الافاضل اُستاذ العلماء مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب۔ حضرت[۳] مفتی اعظم ہند مولانا مولوی شاہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب۔ حضرت[۴] صدر الشریعہ مولانا مولوی محمد امجد علی صاحب۔ حضرت[۵] مبلغ اعظم مولانا مولوی عبدالعلیم صاحب صدیقی میرٹھی۔ حضرت[۶] مولانا مولوی عبد الحامد صاحب قادری بدایونی۔ حضرت مولانا مولوی سید شاہ دیوان آلِ[۷] رسول علی خاں صاحب سجادہ نشین اجمیر شریف۔ حضرت مولانا ابوالبرکات سید[۸] احمد صاحب لاہور۔ حضرت مولانا شاہ قمر الدین[۹] صاحب سجادہ نشین سیال شریف۔ حضرت پیر سید[۱۰] شاہ عبدالرحمٰن صاحب بھرچونڈی شریف (سندھ)۔ حضرت حضرت مولانا شاہ سید[۱۱] زین الحسنات صاحب مانکی شریف۔ خان[۱۲] بہادر حاجی بخشی مصطفےٰ علی صاحب (مدراس)۔ حضرت مولانا ابوالحسنات سید[۱۳] محمد احمد صاحب لاہور۔

(۳) یہ اجلاس کمیٹی کو اختیار دیتا ہے کہ مزید نمائندوں کا حسب ضرورت و مصلحت اضافہ کرے۔ یہ لازم ہو گا کہ اضافہ میں تمام صوبجات کے نمائندے لیے جائیں۔

پاکستان ۱ اور خطبہ صدارت جمہوریہ اسلامیہ کا ص ۲۹

کمیٹی برائے اصول پاکستان

پاکستان

Marfat.com

عبدالعلیم میرٹھی صدیقی، مولانا عبدالحامد بدایونی، دیوان سید آل رسول سجادہ نشین درگاہ اجمیر شریف، ابوالبرکات مولانا سید احمد الوری، مولانا قمرالدین سیالوی، مولانا شاہ عبدالرحمٰن بھرچونڈی شریف، زین الحسنات پیر مانکی شریف، ابوالحسنات مولانا محمد احمد الوری [1]

---

[1] ایضاً، ص ۲۹

نوٹ :۔ سید آلِ رسول علی خاں (سجادہ نشین درگاہ خواجہ معین الدین چشتی) کے ایماء پر ۵، اور ۶، رجب ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس کا ایک خصوصی اجلاس ہوا جس میں حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی نے مطالبہ پاکستان پر اپنا تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں، اکابرین تحریک پاکستان لاہور ۱۹۷۶ء (مرتبہ محمد صادق قصوری) ص ۲۱۴ تا ۲۲۱

مسعود

Marfat.com

(ھ)

تحریکِ سوراج
اور
کانگرس

Marfat.com

Marfat.com

تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات نے جو جوش وجذبہ اور بیداری پیدا کی اسی نے تحریک سوراج اور تحریک کانگرس کو فروغ بخشا، اس تحریک پر روشنی ڈالتے ہوئے تاج العلماء فرماتے ہیں :-

گزشتہ زمانے میں تحریک سوراج نہایت زور شور سے چلی اور ملک نے عاقبت بینی و دور اندیشی کو بالائے طاق رکھ کر ایک غوغا مچا دیا اور مدہوش ہو کر ایسے غیر عاقلانہ افعال کئے جس کے تلخ ثمرات اب تک اٹھانے پڑ رہے ہیں۔ سوراج کے معنی ہند فراج تھے۔ اور ہندوؤں نے مسلمانوں کو حکومت سے لڑوانے کے لئے مورچہ پر رکھ لیا تھا تاکہ گورنمنٹ سے مقابلے کے لئے جو تحریک تھی اس کا نام عربی "ترکِ موالات" تجویز کر کے یہ بات گورنمنٹ کے خاطر نشین کرنی چاہی تھی کہ حکومت سے جنگ و مقاطعہ مسلمانوں کی طرف سے ہے ——— اور حکومت کے لیے جو لفظ تجویز کیا تھا وہ اپنی پرانی غیر رائج زبان کا لفظ "سوراج" تھا جس کا یہ مطلب تھا کہ حکومت کے مستحق تو ہندو اور بھینٹ چڑھانے کے لئے مسلمان ——— کتنے مسلمان ان ہنگاموں میں مارے گئے، کتنے اپنے اختیار سے بے روزگار ہو گئے، ان کی معاش خراب ہو گئی، اور ہندوؤں نے ان کی جگہ پر قبضے جمائے، طالبعلموں نے اسکول چھوڑ دیے اور پھر چلتے چلاتے ایک ہجرت شعشعہ چھوڑ کر کتنے ہی کو بے خانماں کر دیا اور اس سوراج کی بدولت مسلمانوں

Marfat.com

نے وہ ناکردنی افعال کئے کہ خدا کی پناہ۔ [1]
لیکن مسلمان بھی "سوراج" حاصل کرنے کے لئے کانگرس کے ساتھ شریک ہو رہے تھے اور اس سے بے خبر تھے کہ یہ ان کے لئے مفید ہوگا یا مضر — اس موقع پر تاج العلماء اور صدر الافاضل نے مسلمانوں کو حقیقت سے آگاہ کیا۔ چنانچہ "کانگرس اور مسلمان" کے عنوان سے اپنے مضمون میں انہوں نے مسلمانوں کو کانگرس میں شرکت سے روکا — اس مضمون میں پہلی بار ان اسباب کا ذکر کیا جن کی وجہ سے شرکت ضروری سمجھی جا سکتی تھی۔ پھر اس کا تدارک کرتے ہوتے وضاحت کی۔

سوالات

۱۔ مسلمانوں کو کانگرس کے ساتھ متحد العمل ہونے کے لئے کونسی ضرورت داعی ہے؟
۲۔ ان کے حق میں اس کا کیا ثمرہ ہوگا ؟
۳۔ ہندوؤں سے ہمیں کیا توقعات ہیں ؟

جوابات

۱۔ مسلمانوں کے لئے ہندوؤں کی شرکت کچھ ضروری نہیں۔
۲۔ اگر مسلمان اس وقت ہندوؤں کی شرکت کریں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انہیں انگریزوں سے لڑا کر برباد کر دیں گے، ان کے لئے یہ بھی "سوراج" ہوگا — ایک دشمن ہلاک ہوا تو مراد حاصل۔ پھر انگریزوں سے یارانہ کر لیں گے [2]
۳۔ جو قوم بدیشی اور غیر ملکی ہونے کی بناء پر حکمراں کو بھی ملک بدر کرنے پر تلی

---

[1] السواد الاعظم، ربیع الاول ۱۳۴۶ھ/ ص ۱۲
[2] السواد الاعظم، ذیقعدہ ۱۳۴۸ھ، ص ۳، ۴

نوٹ :۔ انگریزوں سے یارانہ والی بات کھل کر سامنے آگئی، تقسیم ہند کے وقت ۱۹۴۷ء میں اسی "یارانہ" نے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا اور سقوط ڈھاکہ کے وقت بھی (۱۹۷۱ء) اسی "یارانہ" نے مسلمانوں کو برباد کیا — (مسعود)

Marfat.com

ہوئی ہے ——— وہ حکومت و اقتدار حاصل کرکے مسلمانوں کو ایک لمحہ کیلئے بھی ہندوستان میں نہ رہنے دے گی ——— ہندوؤں کی نسبت یہ خیال کرنا کہ ان کے دل میں مسلمانوں کی طرف سے کوئی گنجائش پیدا ہوسکے گی، واقعات کی تکذیب اور خیال خام ہے، ہندو اپنا دھرم "اہنسا" بتاتے ہیں لیکن مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہیں۔ [1]

تمام ہندوستان کے مسلمان اس تحریک سے علٰحدہ ہیں۔ معدودے چند اشخاص غلط فہمی یا کسی اثر کا شکار ہوگئے ہیں، ان کی شرکت، مسلمانوں کی شرکت نہیں سمجھی جاسکتی، مگر ہمیں ان سے بھی عرض کرنا ہے کہ وہ ٹھنڈے دل سے غور کریں، فکر صائب سے کام لیں اور مسلمانوں کی جمہوریت سے علٰحدہ نہ ہوں، ہندوؤں کی ذہنیت پر نظر ڈالیں۔ [2]

تاج العلماءؒ "کانگریسی تحریکات" کے عنوان سے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں :-

اس گروہ کا دین و مذہب ملک پرستی ہے اور اس کا عقیدہ یہ ہے کہ ملک کی تمام آسائشیں اور راحتیں صرف انہیں کے لئے ہیں اور یہاں کی طویل و عریض فضائیں کسی دوسرے کو چین کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ [3]

سوراج کے معنی ہی یہ ہیں کہ اس ہندوستان سے ہر اس شخص کو نکال

۱؎ السوادالاعظم، ذیقعد ۱۳۴۸ھ ص ۴

۲؎ ایضاً، ص ۵

۳؎ السوادالاعظم، ربیع الاول ۱۳۴۹ھ ص ۸

نوٹ :- ملک پرستی کا یہ نظریہ جو ہندو ذہنیت کی پیداوار ہے اس وقت صوبہ پرستوں کی ذہنیتوں کو مسموم کئے ہوئے ہے اس کا علاج صرف دین و مذہب اسلام کے پاس ہے جو دلوں میں وسعت و سمائی پیدا کرتا ہے اور دشمن کو بھی رام کرنا سکھاتا ہے ——— (مسعودؔ)

Marfat.com

دیا جائے جس کو ہندو اپنے خیال میں غیر ملکی سمجھتے ہیں، یا تہ تیغ کر ڈالا جائے، دین و ملت سے مرتد کر کے غلام بنا لیا جائے، اور اچھوت قوموں کی طرح کتوں اور موذی جانوروں سے بدتر زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جائے، "یہ سوراج" آریہ قوم کو جان سے زیادہ عزیز ہے۔[1] حقیقت یہ ہے کہ ایسے 'سوراج' کا حصول مسلمانوں کی موت نہیں تو اور کیا ہوگا؟

——اسی لئے تاج العلماء بڑی دل سوزی کے ساتھ دعا فرماتے ہیں :-

خدا نہ کرے کہ ایسا منحوس 'سوراج' کا وقت کبھی آئے ورنہ مسلمانوں کی وہی حالت ہوگی جو ہندوؤں نے اپنے عہد حکومت میں ہندوستان کی قدیم اقوام کی کر رکھی تھی۔ بلکہ تجویز تو یہ ہے کہ جس طرح بدھ مت کو ہندوؤں نے ہندوستان سے نیست و نابود کر دیا اس طرح مسلمانوں کا بھی نام و نشان مٹا دیں۔ ہندوؤں کی یہ تمنا پوری نہیں ہو سکتی، اگر مسلمانوں میں سے زر خرید لوگ ہندوؤں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو گمراہ نہ کریں۔ مگر بد قسمتی سے ہندوؤں کو ایسے افراد اور ایسی جماعت ہاتھ آ گئی۔ جمعیۃ العلماء نام کی جماعت شب و روز ہندو مقصد کی اشاعت میں سرگرم ہے اور اس کے ارکین اسلام اور مسلمانوں کے خون میں غوطہ لگا رہے ہیں۔

---

[1] السواد الاعظم، ربیع الاول ۱۳۳۹ھ، ص ۹

تاج العلماء نے جو کچھ لکھا ہے اس کو خود ہم نے ۱۹۴۷ء میں اپنی آنکھوں سے دیکھا، انگریز غیر ملکی تھا، نکال دیا گیا۔ مسلمان عرب سے آئے تھے، غیر ملکی تھے، ہزاروں لاکھوں تہ تیغ کر دیے گئے۔ ہزاروں کو مرتد بنا لیا گیا۔——دہلی کے کوچہ و بازار میں مسلمان ہندو کے برتن کو چھو نہ سکتا تھا، گویا اس کا حال بھی اچھوت سے کم نہ تھا، گو سیاسی سطح پر بلند نظر آتا تھا۔—— مسعود

Marfat.com

مسلمانانِ ہند کو ہوشیار ہونا چاہیئے، خاموشی اور سستی کا وقت نہیں ہے
ہر جگہ کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ایسی جماعتوں سے بے تعلقی اور بیزاری
کا اظہار کریں کہ یہ لوگ مسلمانوں کے نمائندے نہیں اور مسلمان ان کی
آواز سے متفق نہیں ہیں۔ [1]

تاج العلماء نے ایک جگہ ذکر کیا ہے کہ ایک عرصہ سے جمعیۃ العلماء کے نام سے ہندوستان میں ایک جماعت قائم ہے جس کے صدر مولوی کفایت اللہ اور ناظم مولوی احمد سعید ہیں، ۳ مئی تا ۵ مئی ۱۹۳۰ء کو اس جمعیت کا امروہہ میں سہ روزہ اجلاس ہوا جس میں مسلمانوں سے زیادہ ہندو شریک تھے۔ مراد آباد کانگرس کمیٹی کے ہندو اراکین وعہدہ داران زیادہ نمایاں نظر آرہے تھے۔ اس اجلاس میں سول نافرمانی میں کانگرس کے ساتھ تعاون کی قرارداد منظور کی گئی ——— اربابِ جمعیت پر تنقید کرتے ہوئے تاج العلماء لکھتے ہیں :-

اربابِ جمعیۃ نے ہندوؤں کے ساتھ وداد و محبت کو قائم رکھا اور نہ ارتداد
کا سیلاب روکا، نہ شردھانند کو اسلام سوز حرکات سے باز رکھا نہ ہندوؤں
کے مظالم کے خلاف آواز بلند کی، نہ خلافت کمیٹی کے زمانے میں جب
مسلمان قشقے لگاتے تھے، بتوں کی نقاب کشائی کے لئے جاتے تھے
ہولی میں گلال ملنے اور رنگ کھیلتے تھے، اس وقت کوئی حکم اسلام
کا انہیں سنایا؟ ——— بلکہ اس کے علی الرغم جب غازی عبدالرشید
نے شردھانند کو قتل کیا تو اس غازی کو جنت کی خوشبو سے محروم گردانا۔ [2]

امروہہ کے جس اجلاس کا اوپر ذکر کیا گیا اس میں شرکت کے لیے مفتی محمد کفایت اللہ صدر جمعیۃ العلماء ہند نے صدر الافاضل کو کئی خطوط لکھے اور پھر دعوت نامہ بھیجا،

---

[1] السوادالاعظم، محرم الحرام، ۱۳۵۰ھ، ص ۱۳

[2] السوادالاعظم، ذیقعد ۱۳۴۸ھ، ص ۲۷، ۲۸

Marfat.com

خونخوار، پہلی مالدار ہے، اور دوسری نادار۔ پہلی حکام رس ہے دوسری بے زبان، پہلی کا عنصر حکومت کے ہر دفتر میں کثرت سے ہے اور اپنی قوم کی ہر ممکن اعانت کے لئے ہر وقت مستعد اور دوسری کے افراد حکومت کے محکموں میں برائے نام۔ پہلی قوم دوسری قوم کو کھائے جا رہی ہے اور دوسری قوم کی بے کسی اس درجہ پہنچ گئی کہ وہ فریاد کے لئے بھی آواز نہیں اٹھا سکتی، شکایت کرتے بھی ہمسایہ کے ظلم سے ڈرتی ہے۔ ؎۱

ایسی حالت میں مسٹر گاندھی کو اپنا مقتدا اور پیشوا بنانا کہاں تک صحیح تھا؟ یہ بات کسی نے نہ سوچی، اس طرف علماء اہلسنت نے متوجہ فرمایا کہ گاندھی کی پیروی کرنا اور ہندوؤں کا ساتھ دین اسلام کی فطرت کے خلاف ہے۔ اس بات کو نہ صرف علماء اہلسنت بلکہ خود ہندو لیڈروں نے بھی محسوس کیا، چنانچہ۔ لالہ لاجپت رائے آنجہانی اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:۔

ایک اور چیز جو ایک عرصے سے میرے لئے وجہ اضطراب ہو رہی ہے وہ ہندو مسلم اتحاد کا مسئلہ ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ کو اس پر دعوت غور و خوض دوں۔ گزشتہ چھ ماہ میں، میں نے اپنے وقت کا بلیشتر حصہ اسلامی تاریخ اور اسلامی قوانین کے مطالعہ میں صرف کیا ہے اور اس سے جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ چیز یعنی ہندو مسلم اتحاد ایک امر محال اور ناقابل عمل شئے ہے۔ وہ مسلمان راہنما جو عدم تعاون کی تحریک میں شامل ہیں اگر ان کے خلوص نیت کو تسلیم بھی کر لیا جائے پھر بھی میرے خیال میں ان کا مذہب اس چیز ہندو مسلم اتحاد کے راستہ میں ایک زبردست رکاوٹ ثابت ہو گا۔ ؎۲

؎۱ محمد عمر نعیمی: تفرقۂ اقوام، مطبوعہ مراد آباد ۱۹۲۶ء صہ ۸

؎۲ اخبار مرتبہ ۱۲ فروری ۱۹۴۰ء مکتوب بنام مسٹر سی۔ آر۔ داس۔

Marfat.com

اس واضح حقیقت کے باوجود جس کو علماء حق اور خود ہندوؤں نے محسوس کیا، ہندو مسلم اتحاد کی بات کی گئی اور مسلمانوں کے لئے مسٹر گاندھی کی پیروی کو ضروری قرار دیا گیا۔ چنانچہ ۱۹۴۰ء میں جب ابو الکلام آزاد آل انڈیا نیشنل کانگرس کے صدر بنے تو انھوں نے صدارتی خطبے میں کامیابی کے لئے "مہاتما گاندھی کی رہنمائی پر اعتماد" کو ضروری قرار دیا۔[۱]

لیکن مسٹر گاندھی کی رہنمائی کی حقیقت کیا تھی؟ ——— وہ ایک فلسفہ حیات تھا جس کی بنیاد ہندو مذہب پر قائم تھی کیونکہ گاندھی جی اوّل و آخر ایک سچے اور راسخ العقیدہ ہندو تھے۔ ایسے شخص سے کسی دوسرے مذہب کے مفاد کی توقع رکھنا عبث تھی ——— مسلمانوں سے ہندوؤں کا اتحاد اسی وقت ممکن تھا جب وہ فلسفہ اسلام کو چھوڑ کر "فلسفہ گاندھی" کو اپنا لیتے کیونکہ بقول لالہ لاجپت رائے "ہندو مسلم اتحاد" میں اسلام سب سے بڑی رکاوٹ ہو سکتا ہے ———

"فلسفہ گاندھی" والی بات جو اوپر کہی گئی محض قیاسی نہیں بلکہ یقینی ہے جس کی شہادتیں موجود ہیں چنانچہ مشہور ہندو لیڈر اچاریہ کرپلانی نے کانگرس کے لائحہ عمل کے متعلق اپنے بیان میں یہ صراحت کی ہے جو قابل توجہ ہے وہ فرماتے ہیں:

> یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیئے کہ کانگرس کی ہر اسکیم گاندھی جی کے فلسفہ کے ماتحت چلائی جائے گی، یہ ہرگز ممکن نہیں کہ آپ کسی اسکیم اور کسی اور فلسفہ زندگی کے اصول پر چلا سکیں۔ کانگرسی اسکیموں کا قلم کسی اور فلسفہ پر نہیں لگایا جا سکتا۔ یہ فلسفہ زندگی دنیا کے کسی اور فلسفہ زندگی کے ماتحت نہیں بنایا جا سکتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ——— سوشلسٹوں کو بھی یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ سوشلزم اور گاندھی ازم بالکل جدا جدا چیزیں ہیں جن میں کوئی مطابقت پیدا نہیں کی جا سکتی۔

---

[۱] اخبار انصاری (دہلی) ۱۹، مارچ ۱۹۴۰ء

Marfat.com

بہرحال گاندھی جی کا فلسفہ زندگی ایک ایسا مکمل فلسفہ ہے جس سے اجتماعاً قوم بھی صحیح رہبری حاصل کر سکتی ہے اور فرداً فرداً اشخاص بھی اس سے سیدھا راستہ پا سکتے ہیں۔ [۱]

اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے مدیر اخبار مدینہ لکھتا ہے :۔

کانگرس کے ہر ممبر کے لئے ضروری ہے کہ وہ گاندھی جی کے فلسفۂ زندگی کو دنیا کے تمام دوسرے فلسفہ ہائے زندگی سے بہتر سمجھے اور کانگرس کے پروگرام کو گاندھی کے فلسفہ کی روشنی میں دیکھے۔ جو شخص ایسا نہیں کر سکتا وہ کانگرس کا ممبر نہیں بن سکتا۔ [۲]

بحیثیت مسلمان یہ انداز فکر کتنا غیر اسلامی ہے۔ مگر مسلمانوں کے عقل و شعور پر کچھ ایسا پردہ پڑ گیا تھا کہ انہوں نے اسلام کے ایک زندہ فلسفہ حیات کے ہوتے گاندھی جی کے فلسفے کو ترجیح دی —— چنانچہ ابو الکلام آزاد نے اپنے صدارتی انتخاب پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا :۔

میرا انتخاب صدارت کے لئے درحقیقت مہاتما گاندھی کی قیادت پر اعتماد کا آئینہ دار اور اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ ملک ان کے پروگرام سے بالکل متفق ہے۔ [۳]

گاندھی جی کے پروگرام سے متفق ہونا درحقیقت "فلسفہ گاندھی" کو اپنانا تھا، جو بقول اچاریہ کرپلانی دنیا کے دوسرے فلسفہ ہائے زندگی سے قطعاً مختلف ہے اور بقول مدیر اخبار مدینہ تمام فلسفوں سے بہتر ہے۔ ظاہر ہے جو یہ فلسفہ اپناتا ہے وہ عملاً مسلمان نہیں رہتا چنانچہ سردار ولبھ بھائی پٹیل نے بالکل ٹھیک کہا :۔

---

[۱] اخبار مدینہ (بجنور) ۱۷ اگست ۱۹۳۹ء

[۲] ایضاً ،،

[۳] اخبار اسٹیٹس مین ، ۱۹ فروری ۱۹۴۰ء

Marfat.com

جو مسلمان کانگرس میں شریک ہیں، وہ مسلمان ہیں کب ؟
میاں صاحب ! اگر اپنے ایمان کی خیر منانا چاہتے ہیں تو مسلمانوں کی کانگرس، مسلم لیگ میں جائیں۔ [1]

ان حقائق سے اندازہ ہوتا ہے کہ کانگرس کسی سیاسی تحریک کا نام نہ تھا بلکہ آخر میں یہ ایک مذہبی تحریک بن گئی تھی [2] — اس لئے جب کانگرس میں کھل کر فلسفۂ گاندھی کی بات ہونے لگی تو مسلمانوں نے عموماً اور علماء اہلسنت نے خصوصاً فلسفۂ اسلام کی بات کی اور حقیقت میں اس طرح ہندوستان اور پاکستان دو متضاد اور مختلف مذہبی ذہنیتوں کی نمائندگی کر رہے تھے۔

ہندوستان کے مسلمان علماء حق کی کوششوں سے فلسفۂ اسلام سے پہلے متعارف تھے اور اسلامی تحریک کے لئے راہ ہموار ہو چکی تھی۔ لیکن سیاسی سطح پر غالباً سب سے پہلے دسمبر ۱۹۳۰ء میں الہ آباد میں مسلم لیگ کے اکیسویں اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے مسلمانان ہند کو علامہ اقبال نے اس طرف متوجہ فرمایا اور موصوف ہی نے قائد اعظم کو بھی اس طرف متوجہ کیا جنہوں نے اسی فکر سے خود بھی قوت حاصل کی اور پوری قوم کو طاقت ور بنا کر منزل تک پہنچایا۔

---

[1] اخبار انقلاب (بمبئی) ۲۷ دسمبر ۱۹۴۵ء
نوٹ :- سردار پٹیل نے میاں افتخار الدین (صدر کانگرس پنجاب) کے کسی بیان کے جواب میں یہ اظہار خیال فرمایا۔

[2] ظاہر ہے گاندھی کا یہ فلسفہ اسلامی ہونے سے تو رہا کیونکہ وہ ایک راسخ العقیدہ ہندو تھے۔ اس لئے یہی سمجھا جاسکتا ہے کہ ان کے فلسفہ کی بنیاد خالصتہً ہندو مذہب پر ہوگی — دوسری طرف جب مسلمان فلسفۂ اسلامی کی بات کرتے تو کہا جاتا :-
"پولیٹیکل مباحث کو مذہبی رنگ سے الگ کر دیجئے"۔
(مضامین آزاد، حصہ دوم ۱۹۱۲ء)

Marfat.com

علامہ اقبال فکری طور پر دسویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) سے بے حد متاثر تھے۔ تاثر کی انتہا ہے کہ انہوں نے اپنے تصورِ خودی کی بنیاد حضرت مجدد کے تصور وحدۃ الشہود پر رکھی[۱] اور پھر جس طرح حضرت مجدد مسلمانانِ ہند کو دورِ اکبری کی پستی سے نکال کر عالمگیری دور کی بلندیوں پر لے گئے اسی طرح علامہ اقبال مسلمانان ہند کو برطانوی دورِ حکومت اور سوراج کی پستیوں سے نکال کر پاکستان کی بلندیوں پر لائے۔ اور یہ بات بھی فراموش نہ کرنی چاہیئے کہ علامہ اقبال معاصرین میں حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ (م ۱۹۲۱ء) سے بھی بے حد متاثر تھے چنانچہ غالباً اسی سال علی گڑھ میں ایک دعوت کے موقع پر پروفیسر محمد سلیمان اشرف علیہ الرحمہ (م ۱۹۳۳ء) کی موجودگی میں علامہ نے فاضل بریلوی کی علمیت اور فقاہت کو خوب خوب سراہا[۲] — قرائن بتاتے ہیں کہ وہ برابر ان کے افکار و خیالات سے مستفید ہوتے رہے۔ کچھ تعجب نہیں کہ وہ "السواد الاعظم" بھی پڑھتے رہے ہوں کیوں کہ اس دورِ پرآشوب میں یہی ایک رسالہ تھا جو ان کے افکار و خیالات کے معیار پر پورا اتر سکتا تھا، بہرکیف اس سمت تحقیق کی جا سکتی ہے —

---

۱ راقم نے اپنے مندرجہ ذیل تحقیقی مقالات میں اس پہلو پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

۱۔ علامہ اقبال اور حضرت مجدد الف ثانی، مطبوعہ اقبال ریویو، کراچی اپریل ۶۴ء

۲۔ اقبال کے فلسفۂ خودی میں مقامِ عبدیت، مطبوعہ اقبال ریویو (کراچی) جولائی ۶۴ء

۳۔ شریعت و طریقت افکارِ اقبال کی روشنی میں مطبوعہ اقبال ریویو، کراچی، جنوری ۶۵ء

یہ تینوں مقالات کتابی شکل میں علامہ اقبال کی صد سالہ سال گرہ کے موقع پر شرقپور (پنجاب) سے شائع ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (مسعود)

۲ یہ انکشاف جناب عابد احمد علی مرحوم (مہتمم بیت القرآن، پنجاب، پبلک لائبریری لاہور) نے اپنے ایک تحریری بیان محررہ یکم اگست ۱۹۶۸ء میں کیا ہے، جس کا فوٹو اسٹیٹ راقم کے پاس محفوظ ہے۔ مرحوم اس دعوت میں شریک تھے جس کا ذکر متن میں کیا گیا ہے۔ مسعود۔

Marfat.com

(و)

تقسیمِ ہند
اور
پاکستان

Marfat.com

Marfat.com

بالعموم تقسیم ہند کا ذمہ دار قائداعظم محمد علی جناح علیہ الرحمہ کو قرار دیا جاتا ہے یہ ایک تاریخی غلط فہمی ہے جو مخالفین کی طرف سے پیدا کی گئی ہے. حقیقت حال یہ ہے کہ انگریز حاکموں کی جانب داری، ہندو ہم وطنوں کی تنگ دلی، علیحدگی پسندی و نفرت نیز ہندو لیڈروں بالخصوص مسٹر گاندھی کے سیاسی طرز عمل نے تقسیم ہند کے لئے راہ ہموار کی، پھر جب "فلسفۂ گاندھی" کی بات ہونے لگی تو مطالبہ تقسیم ہند، پاکستان کی صورت میں جلوہ گر ہوا۔

جیسا کہ "پس منظر" میں عرض کیا گیا سب سے پہلے محمد عبدالقدیر نے تقسیم ہند کے سلسلے میں مفصل تجاویز ۱۹۲۵ء میں مسٹر گاندھی کے سامنے رکھیں. یہاں ان تجاویز کے اہم نکات کا ہم پھر اعادہ کرتے ہیں۔

۱۔ ہندوستان کی تقسیم از سر نو قومیت کی بناء پر اس طرح کی جاوے کہ ہر قوم کیلئے بڑے سے بڑا حصہ اس کی آبادی کا علیحدہ کر دیا جائے اور یہ حصہ اس قوم کا حلقۂ اثر قرار دیا جائے۔ مثلاً مسلمانوں کے لئے حسب ذیل تین صوبہ جات بنائے جا سکتے ہیں :۔

(الف) صوبہ سرحدی (سرحد بلوچستان) اور مغربی پنجاب کے دس اضلاع راولپنڈی، اٹک، جہلم، گجرات، شاہ پور، میانوالی، جھنگ، مظفر گڑھ ڈیرہ غازی خاں، اور ملتان کو یک جا کر کے ایک صوبہ بنایا جائے۔[1]

---

[1] محمد عبدالقدیر: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط گاندھی کے نام، مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۵ء، ص ۵۵

Marfat.com

(ب) بنگال میں بوگرا، رنگ پور، تاج پور، جیسور، ندیا، فرید پور، ڈھاکہ، راجشاہی، پبنا، میمن سنگھ، باقر گنج، نوا کھالی، چٹا گانگ کے اضلاع کا دوسرا صوبہ بنا دیا جائے۔

(ج) سندھ کو بمبئی پریسیڈنسی سے جدا کر کے تیسرا صوبہ بنا دیا جائے۔

۲۔ یہ بات اصولاً طے کر دی جائے کہ اس تقسیم کے بعد ہر حصۂ ملک کا نظم و نسق اس کے کثیر التعداد رعایا کے مفاد کے لئے کیا جائے گا۔

۳۔ قلیل التعداد اقوام کی حفاظت اور ادائے مراسم مذہبی و حقوق ملازمت وغیرہ کے لئے قواعد مرتب کر لئے جائیں ———

۴۔ تبادلہ آبادی کے لئے سہولتیں بہم پہنچانی چاہئیں تاکہ قلیل التعداد اقوام کے افراد جو کسی وجہ سے ترک وطن کر کے خود اپنی قوم کے حلقہ اثر میں جانا چاہیں وہ بغیر زیادہ نقصان کے تبدیل سکونت کر سکیں۔

۵۔ کمیشن مجوزہ کا فیصلہ قومی معاہدہ کی صورت میں ترتیب دیا جائے اور گورنمنٹ کے سامنے بطور ملکی مطالبہ کے عمل درآمد کے لئے پیش کیا جائے[۵]

۱۹۳۰ء میں ڈاکٹر محمد اقبال نے الہ آباد میں مسلم لیگ کے اکیسویں اجلاس میں سیاسی پلیٹ فارم سے اسی تجویز کو آگے بڑھایا۔ پھر یہی تجویز ۱۹۳۱ء میں دوسری گول میز کانفرنس کے موقع پر انگلستان میں حکومت برطانیہ کے سامنے پیش کی گئی۔ حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی طبقہ علماء میں غالباً "پہلے عالم ہیں جنہوں نے ۱۹۳۱ء میں السواد الاعظم" میں اس تجویز کی پرزور تائید کی، انھوں نے فرمایا:

ڈاکٹر اقبال کی رائے پر کہ ہندوستان کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا جائے، ایک حصہ ہندوؤں کے زیر اقتدار، دوسرا مسلمانوں کے ——— ہندوؤں کو کسی قدر اس پر غیظ آیا۔ یہ ہندو اخبارات کو دیکھنے سے ظاہر ہوگا۔

---

۵ محمد عبد القدیر: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط گاندھی کے نام مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۵ء ص ۵۶، ۵۷

Marfat.com

کیا یہ کوئی ناانصافی کی بات تھی؟ اگر اس سے ایک طرف مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا تھا تو ہندوؤں کو بھی اس نسبت سے نفع ملتا تھا۔ کیا چیز تھی جو اس راستے کی مخالفت پر ہندوؤں کو برانگیختہ کرتی رہی اور انہیں اسی میں اپنا کیا ضرر نظر آیا بجز اس کے کہ مسلمانوں کی بقا کی ایک صورت اس میں نظر آتی تھی اور انہیں تھوڑا سا اقتدار ملا جاتا تھا۔ اس کو تو کون جانتا ہے کہ پردہ غیب سے کیا ظہور کرے گا اور مستقبل کیا صورتیں سامنے لائے گا۔

لیکن ہنود اس وقت ایسی خالی بات بھی نوک زباں پر لانے کے لئے تیار نہیں ہیں جو مسلمانوں کو اچھی معلوم ہو۔ اس حالت میں بھی مسلمان کہلانے والی جماعت ہندوؤں کا کلمہ پڑھتی ہے اور اپنی اس پرانی فرسودہ لکیر کو پیٹا کرے تو اس پر ہزار افسوس!

کاش اس وقت یہ حضرات خاموش ہو جائیں اور کام کرنے والوں کو کام کر لینے دیں، مسلمانوں کی طرف سے ایک مطالبہ ہو اور ایک آواز گو اس میں اندیشہ ہے کہ بعض صاحبوں کی لیڈری اور پیشوائی کا علم بلند ہونے سے رہ جائے گا۔ مگر وہ اپنی اس خواہش کو کسی دوسرے موقع کے لیے اٹھا رکھیں۔ [۱]

ان تاثرات میں صدرالافاضل نے بعض حقائق بیان کیے ہیں اور بعض ہدایات و نصائح کئے ہیں —— سب سے بڑی حقیقت یہ بیان فرمائی کہ ہندو فطری طور پر کسی ایسے خیال کے بھی روادار نہیں جس میں بحیثیت مجموعی مسلمانوں کی بھلائی ہو —— اور پھر یہ ہدایت فرمائی کہ قوم پرست علماء اور مسلمان ایسے نازک وقت میں کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم خاموش رہیں تا کہ مسلمانوں کے سچے بہی خواہوں کی راہ میں کاوٹ تو پیدا نہ ہو —— لیکن لیڈری کا ذوق و شوق بہت برا ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک طرح کا نشہ

---

[۱] السواد الاعظم، شعبان المعظم ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۱ء، ص ۱۳، ۱۴

ہے. جب لگ جاتا ہے، چھوٹنا مشکل ہوجاتا ہے ——— اسی لئے یہ نصیحت کی کہ مسلمان قوم پرست لیڈر ایثار و قربانی سے کام لے کر کچھ عرصہ کے لئے بیٹھ جائیں.

صدر الافاضل نے تقسیم ہند کی تائید کرتے ہوئے ایک اور جگہ لکھا ہے :

"جب ہندو اپنی حفاظت اسی میں سمجھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے محلوں سے علٰحدہ ہوجائیں اور اپنے حدود علٰحدہ کرلیں تو مسلمانوں کو یقیناً ان کے محلوں میں جانے اور ان کے ساتھ کاروبار رکھنے سے احتیاط رکھنا چاہیے دونوں اپنے اپنے حدود جداگانہ قرار دیں اور اسی نکتہ کو ملحوظ رکھ کر سیاسی مباحث کو طے کرلیں یعنی ہندوستان میں ملک کی تقسیم سے ہندو مسلم علاقے جدا جدا بنالیں تاکہ باہمی تصادم کا اندیشہ اور خطرہ باقی نہ رہے ہر علاقہ میں اسی علاقہ والوں کی حکومت ہو، مسلم علاقہ مسلمانوں کی اور ہندو علاقوں میں ہندوؤں کی ۔ [۱]

۱۹۳۳ء میں چودہری رحمت علی (م ۱۹۵۱ء) نے ایک علٰحدہ اسلامی ریاست کے قیام کی تجویز کی تائید کی اور غالباً سب سے پہلے انہوں نے سنہ مذکور ہی میں اس جدید اسلامی ریاست کا نام "پاکستان" تجویز کیا۔ ۱۹۴۰ء میں لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی۔ ۱۹۴۶ء میں علماء اہلسنت کی تنظیم آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس بنارس میں ہزاروں علماء و عوام نے قرارداد پاکستان کی زبردست حمایت و تائید کی جس پر ہم تفصیل سے روشنی ڈال چکے ہیں۔ المختصر قائداعظم اور دیگر سیاسی قائدین نیز علماء اہل سنت کی مشترکہ جدوجہد سے حقیقتاً پاکستان وجود میں آیا، علماء اہل سنت شریک نہ ہوتے تو قیام پاکستان مشکل ہی نہیں ناممکن ہوجاتا۔

قائداعظم کی استقامت مسلمانان ہند کی پرجوش حمایت کی مرہون منت ہے، اور مسلمانوں کی یہ حمایت و تائید ان علماء اہل سنت کی انتھک مساعی کی مرہون منت

---

[۱] السواد الاعظم، شوال المکرم و ذیقعد ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۱ء، ص ۱۳۰، ۱۴

Marfat.com

ہے۔ جنھوں نے اس نازک دور میں ہندو مسلم اتحاد کے داعی علماء اور قوم پرستوں کے مقابلے میں سینہ سپر ہو کر مسلمانانِ ہند میں جذبۂ اسلامی کو بیدار کیا جو تعمیرِ پاکستان کی تمہید ثابت ہوا —— یہ ایک تاریخی حقیقت ہے، اس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ مورخین کو اس نظر سے پاکستان کی تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ پاک و ہند کے مورخین نے بالعموم سلاطین و قائدین پر علماء و صوفیہ کے اثرات کو یا تو نظر انداز کر دیا یا سرسری طور پر ذکر کیا ہے۔ لیکن ہماری تاریخ حضرات علماء صوفیہ کے بغیر مکمل ہی نہیں ہوتی اور نہ مکمل سمجھی جا سکتی ہے —— ہم جسم کا ذکر کرتے ہیں، روح کو فراموش کر جاتے ہیں۔ حالانکہ جسم کے اندر روح ہی ایک زندہ حقیقت ہے —— اس کا ذکر کیا جانا چاہیئے —— ہم معمار کو بھول جاتے ہیں، تعمیر کا ذکر کرتے ہیں —— ہم ان دماغوں کو فراموش کر دیتے ہیں جہاں سلطنتیں جنم لیتی ہیں اور قومیں بنتی ہیں :-

زندہ دل سے نہیں پوشیدہ ضمیرِ تقدیر!
خواب میں دیکھتا ہے عالمِ نو کی تصویر!
اور جب بانگِ اذاں کرتی ہے بیدار اسے
کرتا ہے خواب میں دیکھی ہوئی دنیا تعمیر
بدن اس تازہ جہاں کا ہے اسی کی کفِ خاک
روح اس تازہ جہاں کی اسی کی تکبیر!

اقبالؔ

Marfat.com

جب ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو حضرت بریلوی اور آپ کے مریدین و معتقدین کی کوششیں بارآور ہوئیں۔ ان میں علماء و صوفیہ سب ہی شامل تھے جو تحریک پاکستان کی حمایت کے لئے فردِ واحد کی طرح اٹھ کھڑے ہوئے۔ بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ تحریک پاکستان میں حضرت بریلوی کی خدمات علامہ اقبال اور قائدِ اعظم سے کسی طرح کم نہیں ——

جب مسلمانوں کی تمام سیاسی اور مذہبی جماعتیں مثلاً احرار، خاکسار، جمعیۃ العلماء ہند، قوم پرست مسلمان، دیوبندی حضرات (چند مستثنیات کے علاوہ) اور اہل حدیث پاکستان کی مخالفت کرکے پاکستان کے دشمنوں ہندوؤں اور انگریزوں کے ہاتھ مضبوط کر رہے تھے تو یہ حضرت بریلوی کے معتقدین ہی تھے جو تحریک پاکستان کی مدد کے لئے کھلے دل اور کامل یقین کے ساتھ آگے بڑھے ——
یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے پاکستان کو سب کچھ دیا اور اب انہیں پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ پاکستان کو مضبوط اور ناقابل تسخیر بنائیں۔

(ترجمہ انگریزی)

(میاں عبدالرشید: اسلام، برصغیر پاک و ہند میں مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء، ص ۶۷)

Marfat.com

مآخذ و مراجع

کتب

نمبر شمار	مصنف	تصنیف	مقام طباعت	سنہ طباعت
۱	آزاد، ابوالکلام	مضامین آزاد (حصہ دوم)		۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء
۲	" "	خطبۂ صدارت (تقریری)	دہلی	۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء
۳	" "	ترجمان القرآن		
۴	ابرارالحق	اسعدالابرار	بارہ بنکی	
۵	ابوالاحسان	تذکرہ فقیہ اعظم	لاہور	
۶	احمد رضا خاں، مولانا	احکام شریعت (حصہ سوم)	بریلی	
۷	احمد رضا خاں، مولانا	الاستمداد	لاہور	۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء
۸	" "	تدبیر فلاح ونجات واصلاح	کلکتہ	۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء
۹	" "	حدائق بخشش (حصہ سوم)	بدایوں	
۱۰	" "	المحجۃ المؤتمنہ	بریلی	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء
۱۱	" "	اعلام الاعلام بان ہندستان دارالاسلام	بریلی	۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء
۱۲	احمد نوری، ابوالحسن	سراج العوارف	بدایوں	۱۳۱۲ھ/۱۸۹۵ء
۱۳	اشتیاق حسین، ڈاکٹر	دی اسٹرگل فور پاکستان	کراچی	۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء
۱۴	" "	علماء ان پالیٹکس	کراچی	۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء
۱۵	اشرف علی تھانوی، مولوی	تحذیر الاخوان عن الربوٰ الہندوستان	تھانہ بھون	۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء
۱۶	اصغر حسین	حیات شیخ الہند	دیوبند	۱۳۶۸ھ/۱۹۴۸ء

Marfat.com

نمبر شمار	مصنف	تصنیف	مقامِ طباعت	سنہ طباعت
۱۷	اقبال احمد فاروقی	حواشی الاستمداد	لاہور	۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء
۱۸	الطاف حسین حالیؔ	حیات جاوید		
۱۹	انور شاہ کشمیری، مولنا	فیض الباری شرح صحیح البخاری	قاہرہ	۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء
۲۰	انوار الحسن، محمد	حیات امداد	کراچی	
۲۱	البشری پرشاد، ڈاکٹر	لالہ لاجپت رائے کے سوانح اور کارنامے	لاہور	
۲۲	بشیر احمد ڈار	انوار اقبال	کراچی	۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء
۲۳	جمیل الرحمٰن، محمد	پاسبانِ مذہب و ملت (تحقیقات قادریہ)	بریلی	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء
۲۴	جواہر لال نہرو	میری کہانی		
۲۵	محمد مصطفےٰ رضا خاں	الطاری الداری	بریلی	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء
۲۶	حسن نظامی، خواجہ	مہاتما گاندھی کا فیصلہ	دہلی	
۲۷	"	خطوط اکبر بنام خواجہ حسن نظامی	"	۱۳۷۲ھ/۱۹۵۳ء
۲۸	حسین احمد، مولوی	سفرنامہ شیخ الہند	لاہور	۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء
۲۹	" "	نقش حیات	دہلی	۱۳۷۳ھ/۱۹۵۴ء
۳۰	حشمت علی خاں، مولوی	راز سیرت کمیٹی	بمبئی	۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء
۳۱	" "	تقریر منیر قلب	لکھنو	۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء
۳۲	خدا بخش اظہر امرتسری	مسلم لیگ	لاہور	۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء
۳۳	خلیل اشرف، مولوی	طمانچہ	ساہیوال	۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء
۳۴	رشید احمد صدیقی، پروفیسر	گنج ہائے گراں مایہ	حیدرآباد دکن	
۳۵	رفیع اللہ صدیقی، پروفیسر	فاضل بریلوی کے معاشی نکات	لاہور	ء

Marfat.com

نمبر شمار	مصنف	تصنیف	مقام طباعت	سنہ طباعت
۳۶	رازی، مولانا	متحدہ قومیت اور اسلام	لاہور	۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء
۳۷	رحمان علی مولانا	تذکرہ علمائے ہند	لکھنؤ	۱۳۳۲ھ/۱۹۱۵ء
۳۸	سروجنی نائیڈو	گوکھلے من حیث الانسان (مترجمہ سید خورشید علی)	حیدرآباد دکن	۱۳۳۴ھ ۱۹۱۵ء
۳۹	سید محمد محدث کچھوچھوی	تقوی القلوب	مین پور	۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء
۴۰	″ ″ ″	اتمام حجت	کلکتہ	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء
۴۱	″ ″ ″	خطبۂ صدارت جمہوریہ اسلامیہ	مراد آباد	۱۳۶۶ھ/۱۹۴۶ء
۴۲	سید محمد سہسوانی	جناب مجدد کی وہابیت کی دستاویز	دیوبند	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء
۴۳	سی۔ ایچ۔ فلپ	دی پارٹیشن آف انڈیا	انگلستان	
۴۴	صلاح الدین ناسک	تحریک آزادی	لاہور	۱۹۷۳ء
۴۵	صدیق علی خاں	بے تیغ سپاہی	کراچی	۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء
۴۶	ضیاء الدین احمد برنی	جمال الدین افغانی	کراچی	۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء
۴۷	طاہر مراد آبادی	مہاتما گاندھی	مراد آباد	
۴۸	عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری	رسائل رضویہ (جلد دوم)	لاہور	۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء
۴۹	عبدالحئی حکیم	نزہۃ الخواطر جلد ہشتم	کراچی	۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء
۵۰	عبدالحکیم شرف قادری	تذکرہ اکابر اہلسنت	لاہور	″ ″
۵۱	عبدالحئی خواجہ	جمال الدین افغانی	علی گڑھ	
۵۲	عبدالرشید میاں	برصغیر پاک و ہند میں اسلام	لاہور	۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء
۵۳	عبدالسلام خورشید	صحافت پاکستان و ہند میں	لاہور	۱۹۶۳ء

Marfat.com

نمبر شمار	مصنف	تصنیف	مقام طباعت	سنہ طباعت
۵۴	عبدالغفار، قاضی محمد	حیات اجمل	علی گڑھ	
۵۵	عبدالقادر بدایونی	احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام	پٹنہ	
۵۶	عبدالقادر بدایونی، ملّا	منتخب التواریخ	کلکتہ	۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء
۵۷	عبدالقدیر بدایونی	ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام	علی گڑھ	۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء
۵۸	عبدالقیوم	تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند	لاہور	۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء
۵۹	عبدالنبی کوکب، قاضی	حیات سالک	لاہور	۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء
۶۰	عبدالوحید خاں	مسلمانوں کا ایثار اور جنگِ آزادی		
۶۱	" "	کانگرس کا برتاؤ مسلمانوں سے		
۶۲	غلام معین الدین مولانا	حیات صدر الافاضل	لاہور	
۶۳	مجلس خلافت پنجاب	تحریک عدم تعاون اور احکام دین	لاہور	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء
۶۴	محمد ابرار صدیقی	ترک موالات	بجنور	
۶۵	محمد ابراہیم بدایونی	احتراز الابرار عن شرور الاشرار	پٹنہ	۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء
۶۶	محمد اسلم، پروفیسر	حضرت شیخ احمد سرہندی	لاہور	
۶۷	محمد اقبال، ڈاکٹر	ارمغان حجاز	لاہور	۱۳۶۸ھ/۱۹۴۸ء
۶۸	" "	مکاتیب اقبال بنام خان نیاز الدین خان	لاہور	

Marfat.com

نمبر شمار	مصنف	تصنیف	مقام طباعت	سنہ طباعت
۶۹	محمد امین زبیری	ضیائے حیات	کراچی	
۷۰	محمد ایوب قادری، پروفیسر	جنگ آزادی ۱۸۵۷ء	〃	۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء
۷۱	محمد بہاء الحق امرتسری	نجدی تحریک پر ایک نظر	امرتسر	۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء
۷۲	محمد حسن علی، مولانا	قہر خداوندی	لاہور	۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء
۷۳	محمد رمضان علی قادری	تاریخ وہابیہ	لائلپور	〃 〃
۷۴	محمد سرور، پروفیسر	مولانا عبید اللہ سندھی	لاہور	۱۳۶۵ھ/۱۹۴۵ء
۷۵	محمد سلیمان اشرف، پروفیسر	الرشاد ـ النور	علی گڑھ	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء
۷۶	محمد شفیع، مفتی	امداد الفتاویٰ		
۷۷	محمد صادق قصوری	اکابر تحریک پاکستان	لاہور	۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء
۷۸	محمد عبد العظیم، ابو المسعود	مصحح دماغ مجنوں	بریلی	۱۳۴۰ھ/۱۹۲۶ء
۷۹	محمد عمر نعیمی، مفتی	تفرقہ اقوام	مراد آباد	۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء
۸۰	محمد مسعود احمد، پروفیسر	مواعظ مظہری	کراچی	۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء
۸۱	〃 〃 〃	فاضل بریلوی اور ترک موالات	لاہور	۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء
۸۲	〃 〃 〃	مقالہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد دہم جزء پنجم	لاہور	
۸۳	محمد مسعود احمد، پروفیسر	سیرت مجدد الف ثانی	کراچی	۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء
۸۴	〃 〃 〃	تذکرہ مظہر مسعود	〃	۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء
۸۵	محمد مصطفےٰ رضا خاں، مفتی	الطاری الداری لهفوات عبد الباری	بریلی	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء
۸۶	محمد مظہر اللہ، مفتی	فتاویٰ مظہری (جلد اول)	کراچی	۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء
۸۷	محمد میاں قادری، مولانا	ردّ سیرت کمیٹی		۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء
۸۸	〃 〃	خطبہ صدارت جماعت انصار الاسلام	سیتاپور	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء

Marfat.com

نمبر شمار	مصنف	تصنیف	مقام طباعت	سنہ طباعت
۸۹	محمود احمد قادری۔ مولانا	تذکرہ علمائے اہلسنت	کانپور	۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء
۹۰	محمود دھرم پال	انوار عالم		
۹۱	مصباح الحسن، مفتی	کانگریسی مسلمان اور حقائق قرآن		۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء
۹۲	〃	خطبہ صدارت	مراد آباد	۱۳۶۶ھ/۱۹۴۶ء
۹۳	معین الدین اجمیری، علامہ	معین المنطق	کراچی	۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء
۹۴	منور حسین	ملفوظات امیر ملّت	لاہور	۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء
۹۵	منظور حسین خاں	حالات گو کھلے	حیدرآباد دکن	۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء
۹۶	نور محمد قادری	اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت	لاہور	۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء
۹۷	قاضی عبدالوحید	دربار حق وہدایت	بریلی	۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء
۹۸		ندوہ کا ٹھیک فوٹو گراف	بریلی	۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء
۹۹	محمد علی	محمد علی، زندگی اور خدمات	مدراس	۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء
۱۰۰	محمد زکی دیوبندی	مکالمۃ الصدرین	دیوبند	۱۳۶۶ھ/۱۹۴۶ء

Marfat.com

رسائل

نمبر شمار	رسالہ	مقام اجراء	ماہِ اجراء	سال اجراء
۱	الرشید	لاہور	مارچ	۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء
۲	السواد الاعظم	مراد آباد	ربیع الآخر تا شوال المکرم (۷ شمارے)	۱۳۳۸ھ/۲۰-۱۹
۳	"	"	محرم الحرام تا ذی الحجہ (۱۱ شمارے)	۱۳۳۹ھ/۲۱-۲۰
۴	"	"	محرم الحرام و صفر المظفر (۲ شمارے)	۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء
۵	"	"	جمادی الاول تا ذی الحجہ (۸ شمارے)	۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء
۶	"	"	محرم الحرام تا ذی الحجہ (۱۱ شمارے)	۴۶ھ/۲۸-۱۹۲۷ء
۷	"	"	محرم الحرام تا ربیع الثانی (۴ شمارے)	۱۳۴۷ھ/۱۹۲۸ء
۸	"	"	محرم الحرام	۱۳۴۸ھ/۱۹۲۹ء
۹	"	"	ربیع الاول	"
۱۰	"	"	جمادی الاول	"
۱۱	"	"	رجب المرجب	"
۱۲	"	"	رمضان المبارک	۱۳۴۸ھ/۱۹۳۰ء
۱۳	"	"	ذی قعدہ و ذی الحجہ (۲ شمارے)	"
۱۴	"	"	محرم الحرام تا ربیع الاول ۳ شمارے	"
۱۵	"	"	رجب المرجب تا رمضان المبارک (۳ شمارے)	۱۳۴۹ھ / ۳۱-۱۹۳۰ء
۱۶	"	"	شعبان المعظم تا ذی الحجہ (۵ شمارے)	۵۰ھ/۳۲-۱۹۳۱ء

Marfat.com

نمبر شمار	رسالہ	مقام اجراء	ماہ اجراء	سال اجراء
۱۷	السواد الاعظم	مراد آباد	محرم الحرام	۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء
۱۸	〃	〃	جمادی الاول	〃 〃
۱۹	〃	〃	صفر المظفر و ربیع الاول (۲ شمارے)	۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء
۲۰	〃	〃	محرم الحرام و صفر المظفر (۲ شمارے)	۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء
۲۱	〃	〃	رمضان المبارک و شوال المکرم	۱۳۵۳ھ/۳۵-۱۹۳۴ء
۲۲	الفرقان	بریلی	ستمبر تا اپریل	۱۹۶۱ء/۱۹۶۲ء
۲۳	المیزان	بمبئی	(امام احمد رضا نمبر)	۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء
۲۴	الہام	بہاولپور	۲۱ نومبر	〃 〃
۲۵	ترجمان اہلسنت	کراچی	نومبر	〃 〃
۲۶	توحید	〃	مئی، جون	۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء
۲۷	ضیائے حرم	لاہور	اکتوبر	۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء
۲۸	〃	〃	اگست	〃 〃
۲۹	طلوع اسلام	دہلی	فروری	۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء
۳۰	فکر و نظر	اسلام آباد	ستمبر و اکتوبر	۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء
۳۱	〃	〃	نومبر	〃 〃
۳۲	قومی زبان	کراچی	دسمبر	〃 〃
۳۳	معارف	اعظم گڑھ	جون تا فروری	۱۹۶۱ تا ۱۹۶۲ء
۳۴	مہران	جام شورو	جولائی تا ستمبر	۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء

Marfat.com

اخبارات

نمبر شمار	اخبار	مقام اجراء	تاریخ اجراء	سال اجراء
۱	اتفاق	دہلی	۲۷؍اکتوبر	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء
۲	اسٹیٹسمین	کلکتہ	۱۹؍فروری	۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء
۳	الجمعیۃ	دہلی	۲؍ستمبر	۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء
۴	〃	〃	رجب المرجب	۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء
۵	〃	〃	۴؍دسمبر	۱۳۷۸ھ/۱۹۵۸ء
۶	الہام	بہاولپور	۲۸؍دسمبر	۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء
۷	〃	〃	۷؍مارچ	۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء
۸	انصاری	دہلی	۱۹؍مارچ	۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء
۹	انقلاب	بمبئی	۱۷؍ستمبر	۱۳۶۵ھ/۱۹۴۵ء
۱۰	ایمان		جولائی	۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء
۱۱	〃		۲۳؍مئی	۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء
۱۲	پیسہ اخبار	لاہور	۱۸؍نومبر	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء
۱۳	تنظیم	امرتسر		
۱۴	جامعہ	دہلی	اکتوبر	۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء
۱۵	جنگ	کراچی	۲۲؍اگست	۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء
۱۶	〃	〃	۱۷؍ستمبر	۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء
۱۷	〃	〃	۹؍اگست	۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء

Marfat.com

نمبر شمار	اخبار	مقام اجراء	تاریخ اجراء	سال اجراء
۱۸	جنگ	کراچی	۲۹ اپریل	۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء
۱۹	〃	〃	۲۳ مارچ	۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء
۲۰	دبدبۂ سکندری	رام پور	یکم نومبر	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء
۲۱	ڈان	کراچی	۱۰ دسمبر	۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء
۲۲	〃	〃	۲۸ دسمبر	〃 〃
۲۳	〃	〃	۱۲ دسمبر	〃 〃
۲۴	〃	〃	۲۹ دسمبر	〃 〃
۲۵	رسالت	بمبئی	۱۲ اگست	۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء
۲۶	زمیندار	لاہور	۲۷ نومبر	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء
۲۷	〃	〃	۱۱ صفر المظفر	۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء
۲۸	فتح	دہلی	۲۴ نومبر	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء
۲۹	کوہستان	راولپنڈی	۱۲ جولائی	۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء
۳۰	مدینہ	بجنور	۲۱ جنوری	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء
۳۱	〃	〃	یکم اپریل	〃 〃
۳۲	〃	〃	۹ اپریل	〃 〃
۳۳	〃	〃	۳ اگست	〃 〃
۳۴	〃	〃	۲۸ اگست	〃 〃
۳۵	〃	〃	یکم دسمبر	〃 〃
۳۶	〃	〃	۲۱ فروری	۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء
۳۷	〃	〃	۱۷ اگست	۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء
۳۸	مشرق	گورکھپور	۱۳ جنوری	۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء

Marfat.com

نمبر شمار	اخبار	مقام اجراء	تاریخ اجراء	سال اجراء
۳۹	ملاپ	لاہور		۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء
۴۰	نظام الملک	مراد آباد	۲۵ر اگست	۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء
۴۱	نیشنل کال		۲۰ ستمبر	۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء
۴۲	ہریجن		۲۹ر اکتوبر	۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء
۴۳	ہمدرد		اکتوبر	" "
۴۴	"		۶ر صفر المظفر	۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء
۴۵	ہمدم		۱۴ر فروری	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء
۴۶	"		۸ر جون	" "
۴۷	ہندوستان ٹائمز		۵ر ستمبر	۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء
۴۸	"		۱۹ستمبر	۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء
۴۹	ہند	کلکتہ	۲۶ر، ۲۹ فروری	۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء

Marfat.com

متفرقات

استفتاء ، محررہ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء ، مرسلہ محبوب علی، وعبدالغفور
از آرہ

استفتاء ، محررہ ۱۶ر جمادی الاوّل ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء مرسلہ نذیر احمد از الہ آباد

استفتاء ، محررہ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء مرسلہ رحیم بخش از میرٹھ

استفتاء ، محررہ ۲۰ جمادی الاوّل ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء مرسلہ حافظ شیر محمد خاں،
از میرٹھ

استفتاء ، محررہ ۲۴ر جمادی الاول ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء مرسلہ ،
حکیم عبدالرحمٰن از میرٹھ

استفتاء، محررہ ۶ر محرم الحرام ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء مرسلہ ،
خلیل الرحمٰن، از بنارس

اشتہار ، منجانب یوسف برادر کھڑگ پوری ، مطبوعہ الہ آباد

اشتہار ، "مہاتما گاندھی کی آمد" مطبوعہ بریلی ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء

سپاسنامہ ، (منظوم) مطبوعہ بریلی ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء

مکتوب محررہ ۲۳ر ستمبر ۱۹۳۷ء مرسلہ قائداعظم محمد علی جناح از شملہ۔

Marfat.com

خوشخبری

مشہور و معروف محدث و مفسر

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ

کا عظیم شاہکار

تفسیر مظہری (زیر طبع)

جس کا جدید اور مکمل اردو ترجمہ ادارہ **ضیاء المصنفین**

بھیرہ شریف نے اپنے نامور فضلاء سے اپنی نگرانی

میں کروایا ہے۔

انشاء اللہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

جلد اس علمی کارنامے کو منصۂ شہود پر لانے کا

شرف حاصل کرے گا۔

Marfat.com

خوشخبری

مشہور و معروف محدث و مفسر
حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ
کا عظیم شاہکار

تفسیر ابن کثیر (زیرِ طبع)

جس کا جدید اور مکمل اردو ترجمہ ادارہ **ضیاء المصنفین**
بھیرہ شریف نے اپنے نامور فضلاء، علامہ محمد اکرم الازہری
علامہ محمد سعید الازہری، علامہ محمد الطاف حسین الازہری
سے اپنی نگرانی میں کروایا ہے۔

انشاءاللہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

جلد اس علمی کارنامے کو منصۂ شہود پر لانے کا
شرف حاصل کرے گا۔

Marfat.com

حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری کی
یادگار تصانیف

تفسیر ضیاء القرآن (۵ جلد)
فہم قرآن کا بہترین ذریعہ
اہل دل کے لیے ایک نایاب تحفہ

ترجمۃ القرآن جمال القرآن
قرآن پاک کا انتہائی خوبصورت ترجمہ جس کے ہر
لفظ سے اعجاز قرآن کا حسن نظر آتا ہے

سیرت ﷺ پر کتاب ضیاء النبی (۷ جلد)
درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے
معمور تصنیف

سنت خیر الانام

مقالات (۲ جلد)

قصیدہ اطیب النغم
خوبصورت نعتیہ قصیدہ کی پرسوز
اور دلآویز شرح

مجموعہ وظائف مع دلائل الخیرات شریف
مشائخ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ اور دیگر سلاسل
کے معمولات اور اوراد و وظائف کا مجموعہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

فون:
- گنج بخش روڈ لاہور 7221953-7220479
  فیکس 7238010
- ۹۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 7225085-7247350
- ۱۴۔ انفال سنٹر اردو بازار کراچی 2210212-2212011، 2630411

Marfat.com

Marfat.com